Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ

اوقاف

ڈاکٹر اشفاق علی

الفردوس پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ
۲۸۳۳ - کوچہ چیلان - دریاگنج - نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ - (انڈیا)

Marfat.com

133980

تاریخ اوقاف

اوقاف کی چودہ سو سالہ تاریخ کا
مکمل جائزہ

جس میں

وقف کی ابتدا۔ ارتقا۔ اہمیت اور
اس کے نظام پر مختلف پہلوؤں سے روشنی
ڈالی گئی ہے

ڈاکٹر اشفاق علی
پی۔ ایچ۔ ڈی
(علیگ)

Marfat.com

نام کتاب : تاریخ اوقاف

مصنّف : ڈاکٹر اشفاق علی

(پی، ایچ، ڈی، علیگڑھ)

ناشر : الفردوس پبلشرس پرائیویٹ لمیٹڈ

۲۸۳۳، کوچہ چیلان دریاگنج نئی دہلی۔۲

ٹیلیفیکس ۳۲۶۳۹۹۶

طبع اول : ۱۹۸۴

طبع دوم : ۱۹۹۷

قیمت : ۱۵۰ روپیہ

ISBN: 81-86952-00-4

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔ ©

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحات
تعارف	۷
مقدمہ مولف	۸
تاریخ اوقاف مُبصّرین کی نظر میں	۱۲
تمہید	۲۶
انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت۔ قرآن کی روشنی میں	۳۰
انفاق فی سبیل اللہ۔ احادیث نبوی کی روشنی میں	۵۲
اسلام کا سب سے پہلا وقف	۷۲
اوقاف نبوی	۷۹
صحابہ کرام اور اوقاف	۸۸
اوقاف حضرت ابو بکر صدیق رضؓ	۸۹
" " عمر بن الخطاب رضؓ	۹۴
" " عثمان بن عفان رضؓ	۹۹
" " علی بن ابی طالب رضؓ	۱۰۴
" " حسن بن علی رضؓ	۱۰۷
" " حسین بن علی رضؓ	۱۱۰
" " ابو الدحداء انصاری	۱۱۳
" " عبد الرحمٰن بن عوف	۱۱۵
وقف دار الارقم	۱۱۶
اوقاف زبیر بن عوام	۱۱۹
" حضرت حکیم بن حزام	۱۲۰
" عبد اللہ بن عمر	۱۲۲
خلافت بنی اُمیہ اور اوقاف	۱۲۶
اوقاف حضرت امیر معاویہ رضؓ	۱۲۸
" ولید بن عبد الملک	۱۲۹
" سلیمان بن عبد الملک	۱۳۳

Marfat.com

اوقاف حضرت عمر بن عبد العزیز ۱۳۴
خلافت عباسیہ اور اوقاف ۱۳۸
اوقاف مہدی عباسی ۱۳۹
〃 ہارون رشید عباسی ۱۴۱
〃 مامون رشید عباسی ۱۴۴
〃 مستنصر اللہ عباسی ۱۴۶
دولت عثمانیہ اور اوقاف ۱۴۸
وقف آورخاں ۱۵۰
〃 سلطان محمد فاتح ۱۵۱
〃 جامع ابو ایوب انصاری ۱۵۲
〃 سلطان سلیمان عباسی ۱۵۳
〃 سلطان محمد ثانی ۱۵۴
〃 سلطان عبد الحمید خاں ۱۵۵
اتاترک مصطفےٰ کمال پاشا اور اوقاف ۱۵۶
دنیائے اسلام کے چند اہم اوقاف ۱۵۸
وقف کعبہ شریف ۱۵۹
وقف مسجد نبوی ۱۶۴
وقف قبرستان جنت البقیع ۱۷۲
〃 جامع ازہر (مصر) ۱۷۴
〃 جامع دمشق (شام) ۱۸۰
〃 جامع قرطبہ (اندلس) ۱۸۵
〃 مدرسہ صولتیہ (سعودی عربیہ) ۱۸۸
〃 تاج محل (آگرہ) ۱۹۰
مسلم سلاطین اور اوقاف ۱۹۷
اوقاف سلطان نور الدین زنگی ۱۹۸
〃 سلطان صلاح الدین ایوبی ۱۹۹

Marfat.com

" مدرسہ نظامیہ بغداد ۲۰۵
" فیروز شاہ تغلق ۲۰٦
وقف شیر شاہ سوری ۲۰۹
" جلال الدین اکبر (مغل اعظم) ۲۱۱
" جہانگیر بادشاہ ۲۱۵
" شاہجہاں بادشاہ ۲۱۷
" شہنشاہ عالمگیر ۲۲۲
" مدرسہ ملا جیون ۲۲۴
پرنس غلام محمد وقف اسٹیٹ ۲۲۷

ہندوستان کی ریاستیں اور اوقاف

دنیائے اوقاف میں ریاست بھوپال کے کارنامے ۲۲۹
ریاست رام پور اور اوقاف ۲۳۰
کشمیر میں اوقاف کی جھلکیاں ۲۳۲

ہمارے اسلاف و اکابر اور اوقاف

۲۳۹
اوقاف آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس (علی گڑھ) ۲۵۴
وقف صابو صدیق مسافر خانہ (بمبئی) ۲٦۲
نظام اوقاف اپنی تاریخ کے آئینہ میں ۲٦۴
بیت المال کی ابتدا ۲٦۸
ہندوستان میں اوقاف کا نظام ۲۷۱
وقف علی الاولاد ۲۷٦
۲۸۳
مغلیہ فرامین و اسناد کے چند نمونے ۲۹۱
فرمان جلال الدین اکبر بادشاہ ۲۹۳
نورالدین جہانگیر بادشاہ ۲۹٦
فرمان فرخ سیر بادشاہ ۲۹۹
ماخذ و مراجع ۳۰۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اسلامی تاریخ میں کارِ خیر کے لیے وقف کا عدیم المثال کارنامہ قرنِ اوّل ہی سے چلا آرہا ہے۔ ہر عہد میں اس کی ضرورت۔ اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ زمانہ ماضی میں اس کے ذریعہ بہت سے علمی۔ اقتصادی۔ معاشی اور سماجی مسائل حل کیے گئے ہیں۔ مدارس عربیہ و دینیہ کی تاریخ بھی اوقاف کی تاریخ کے سلسلہ کا ایک اہم باب ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان میں اب تک وقف کی تاریخ پر کوئی تحقیقی کام نہ ہو سکا۔

فخر و مسرت کی بات ہے کہ اشفاق علی صاحب سکریٹری یو۔پی سُنّی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ (جن کی اوقاف کے علمی و عملی پہلوؤں پر گہری نظر ہے) نے اوقاف کی تاریخ مرتب کر کے وقت کے ایک اہم تقاضہ کو پورا ہی نہیں کیا ہے بلکہ تاریخ کے باب میں ایک گراں قدر اضافہ بھی کیا ہے۔

امید ہے کہ موصوف کا یہ تحقیقی کارنامہ انتہائی مفید و نافع اور مقبول ہوگا۔

ابوالحسن علی ندوی

ندوۃ العلماء۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

Marfat.com

مقدمہ

(از مولف)

آئین اوقاف اسلام کا وہ نادر الوجود شاہکار ہے۔ قبل اسلام جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مصر و یونان میں بڑی بڑی تہذیبوں نے جنم لیا جنھوں نے معاشی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ مگر وہ وقف کے تصور تک نہ پہنچ سکیں۔ افلاطون نے مدنیت کے قوانین مدون کرنے کا شہرۂ آفاق کارنامہ انجام دیا۔ مگر اس کی پرواز وقت کی اس عدیم المثال ایجاد تک نہ پہنچ نہ سکی۔ دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر اور مصلحین نے قوموں کے مسائل حل کرنے کے لیے حیرت انگیز عقدہ کشائیاں کیں نامور دانش وروں اور سیاست دانوں نے سماج و سوسائٹی کی اصلاح و ترقی کے لیے عائلی قوانین میں قابل تعریف کارنامے انجام دیے مگر وقف کا نعم البدل پیش نہ کر سکے۔

یہی وہ نسخۂ کیمیا ہے جس کے ذریعہ سے افلاس و تنگ دستی غربت و ناداری کا علاج اور معاشی و اقتصادی مسائل کی عقدہ کشائیاں کی گئیں۔ یہی وہ قابل فخر تمدنی کارنامہ ہے جس کے ذریعہ غربار کی امداد مساکین کی اعانت۔ یتیموں کی سرپرستی۔ بیواؤں کی خبرگیری۔ قیدیوں و قرض داروں کی گلوخلاصی اور بے سہارا وسائل سے محروم طبقہ کی

Marfat.com

دستگیری کی گئی ۔ یہی وہ مثالی اقدام ہے جس سے معاشی بدحالی سے نڈھال اور ذہنی پستی میں دبے ہوئے لوگوں کو سماج میں آبرومندانہ زندگی بسر کرنے کی ضمانت مہیا کی گئی ۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اسلام کا ابر کرم جب اس اقتصادی اور معاشی انصاف سے محروم دنیا پر سایہ فگن ہوا تو انفاق فی سبیل اللہ کی وہ موسلادھار بارش ہوئی کہ افلاس و غربت کے ریگ زار اقتصادی مساوات اور معاشی خوش حالی کے نخلستانوں میں تبدیل ہوگئے ۔ اور پھر کلُّ مُؤمِنٍ اِخْوَةٌ کے وہ خوش گوار جھونکے چلے کہ خود غرضی شحِ نفسی اور مادیت کی آگ میں جھلسے ہوئے چہروں پر نکھار آگیا ۔

غریب انسانیت آنکھوں سے آنسو پونچھ کر بولی
خدا کا شکر میرا بھی کوئی درد آشنا آیا

لیکن افسوس کہ گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اس مجرب نسخہ کو فراموش کر دیا گیا ۔

" عجب ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو ملت مسلمہ کے بیشتر بہت مفید اور کارآمد منصوبے صرف اس لیے ناکام ہو رہے ہیں کہ ان کے بروئے کار لانے کے لیے سرمایہ نہیں ہے ۔ لیکن دوسری طرف اسی نامراد ملت کے اپنے اوقاف کے پاس بے انتہا دولت ہے ۔ لیکن ان کے پاس کوئی منصوبہ نہیں ہے ۔"

●

Marfat.com

قوتِ فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی عظمت پہ زوال آتا ہے

مسلم اوقاف کو کس حد تک نظر انداز کیا گیا اس کا اندازہ صرف اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں آج تک اوقاف کی تاریخ پر کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا۔

مشہور عالم دین اور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے مشہور مقدمہ میں اس حقیقت کی نشان دہی ان الفاظ میں کی ہے۔

"ہندوستان میں سینکڑوں کی تعداد میں مولف و مورخ پیدا ہوئے۔ لیکن ان کی اکثر تصنیفات اور آثار علمیہ یا تو سرکار دربار سے وابستہ تھیں۔ یا صرف خانقاہوں اور اولیاء و مشائخ سے متعلق۔ ان کو زیادہ تر دلچسپی رزم و بزم کے افسانوں۔ فتوحات و شجاعت اور فیاضی کی داستانوں۔ خوارق و کرامات اور مجاہدات و ریاضیات کے واقعات سے رہی ہے۔ وہ کتابیں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ جن میں ادباء یا علماء کا ذکر ہو۔ ان کے حالات و سوانح قلم بند کیے گئے ہوں۔ اور اگر کہیں ایسا ملے بھی تو ان کا ان کی سیرت کے حقیقی تصور سے دور کا بھی تعلق نہیں"

کم و بیش اسی قسم کے خیالات کا اظہار مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے بھی حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

"ہمارے پرانے مورخین کو بادشاہوں کی لڑائیوں اور درباروں کے تماشوں کے سوا قوم کے تمدنی و علمی حالات

Marfat.com

بیان کرنے میں کم لطف آتا تھا۔ اسی لیے ان کتابوں میں
اس قسم کی معلومات کم ملتی ہیں"۔

یہی احساس محرومی میرے لیے "تاریخ اوقاف" مرتب کرنے کا محرک ہوا۔ چنانچہ مسلسل دس سال کی محنت و عرق ریزی کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

میں کیا اور میری علمی کاوش کیا۔ ہر ہر قدم پر مجھے اپنی کم علمی اور بے مائگی کا احساس رہا۔ ہاں خلوص نیت شاید کسی قابل ہو۔

میں اپنے تمام کرم فرماؤں کا ان کے علمی تعاون کے لیے انتہائی مشکور ہوں۔ محترم مولانا ابو العرفان ندوی صاحب، محترم مولانا برہان الدین صاحب، اساتذہ کرام ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ان کی علمی رہ نمائی اور ان کے قیمتی مشوروں کے لیے ممنون ہوں۔

آخر میں میں عزت مآب عالی جناب عبد الرحمٰن خاں نشتر وزیر اوقاف اتر پردیش کا انتہائی شکر گزار ہوں جن کی سرپرستی اور معاونت نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔

ڈاکٹر اشفاق علی

لکھنؤ، یکم دسمبر ۱۹۸۳ء

Marfat.com

تاریخ اوقاف مُبصّرین کی نظر میں

Marfat.com

گورنمنٹ آف انڈیا
اقلیتی کمیشن
لوک نایک بھون (خفتہ فلور)
خان مارکٹ نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۳

مونو گرام بھارت سرکار
چیرمین

تاثرات

تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے جب میں نے کیمبرج یونی ورسٹی میں آنرس کی ڈگری کی تیاری کے سلسلے میں مختلف مورخین کے فلسفہ کو سمجھنے کی کوشش کی تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ کوئی تاریخ لکھنے والا واقعات کو سمجھنے اور ان کی تشریح کرنے کا فن نہیں سیکھ لیتا۔ تو اسے قصہ گو تو کہا جا سکتا ہے لیکن مورخ نہیں کہا جا سکتا۔

اشفاق علی صاحب کی تالیف "تاریخ ادفان" کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک قصہ گو نہیں بلکہ صحیح معنوں میں مورخ کہلانے کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ ایک مورخ کا فرض صرف یہی نہیں ہوتا کہ وہ شاہی درباروں اور نسلوں کی کہانی لکھے۔ ان کی جنگجوئی کے نتائج اور حکومت کے انتظامات کا جائزہ لے۔ بلکہ وہ عوام کے جملہ شعبہ ہائے زندگی۔ ان کی تنظیموں۔ ان کے فلاحی اداروں اور فلاح وبہبود کے ذرائع واصولوں پر بھی نظر ڈالتا ہے اور اس مقصد کے لیے حکومت اور عوام جو انتظامات کرتے ہیں۔ ان کی تشریح بھی کرتا ہے اور اس امر کا جائزہ

Marfat.com

یکھتا ہے کہ یہ انتظامات اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب رہے۔ تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے ترقی کے صحیح راستوں کی نشان دہی ہو سکے۔

اشفاق علی صاحب نے اپنی تالیف "تاریخ اوقاف" میں ایک کامیاب مورخ کے فرائض انجام دیے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لائے ہوئے دین (مذہب اسلام) اور اس کی تحریک دنیا کے وقتی۔ بوسیدہ اور ناقص انتظام کو ہلا دینے والی ثابت ہوئی۔ اور اس نے دنیا کو انصاف۔ مساوات اور اخوت کا ایک نیا پیغام دیا جن کا سمجھنا ہر باشعور انسان کا فرض ہے۔

میں نے شرع اسلام کی کتابوں اور خاص طور پر اوقاف سے نسبت رکھنے والے مکتوبات کا بھی مطالعہ کیا۔ یہاں تک میں نے برٹش میوزیم جاکر ترکی کے ایک مشہور چیف جسٹس عمر حلمی کی تالیف کردہ قانون اوقاف کے اصولوں پر کتاب بھی پڑھی۔ میں نے فقہ۔ حدیث اور تفسیر کے اصولوں کو بھی سمجھنے کی کوشش کی۔ اس جستجو میں مجھ کو سب سے زیادہ قوی۔ پائدار اور پر کشش وہ اصول معلوم ہوئے جو قرآن مجید سے عیاں ہوتے ہیں۔

حالانکہ اوقاف کی تاریخ اور قانون وقف پر بہت کم کتابیں ملتی ہیں لیکن اسلامی اداروں کی جو بنیادیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں ان کے سمجھنے کی کوشش میں بہت سی تصنیفات پائی جاتی ہیں۔ ان بنیادی اصولوں کو وقف جیسے اہم اداروں سے جوڑنے کی سعی میں کسی نے اب تک ایسی کوشش نہیں کی جو اشفاق علی صاحب کی اس تالیف سے ظاہر ہے۔

ہر اس ملک میں جہاں مسلمان بستے ہیں اور ہمارے ملک میں تو ان کی

Marfat.com

تک اودس کروڑ ہے۔ وہاں اوقاف کی اہمیت اور اس کی ترقی کے امکانات کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔ تاکہ مسلمانوں کے اقتصادی اور علمی مسائل کا حل ممکن ہو سکے۔

اشفاق علی صاحب کا یہ تاریخی کارنامہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے مستقبل میں اوقاف پر تحقیقی کام کرنے والے اپنی سمت سفر کا تعین کر سکیں گے۔ اور جسے بنیاد مان کر آئندہ دنیائے اوقاف میں جدید عمارتیں تعمیر کی جا سکیں گی۔ اس لیے میں اس تالیف کو ان تمام اشخاص کے لیے مفید سمجھتا ہوں۔ جو اپنے کو تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں۔

مرزا حمید اللہ بیگ
(سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف انڈیا۔ دہلی۔)
لکھنؤ ۲۸ر جون ۱۹۸۳ء

Marfat.com

ہفتہ روزہ صدق جدید۔ لکھنؤ۔ (۴ ربیع الثانی سنہ ھ مطابق ۳ دسمبر سنہ ۸۴ء)

اوقاف اسلامی شریعت و اسلامی تاریخ دونوں میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں اور اسلامی اوقاف کے احکام و مسائل پر تو کتابوں اور رسالوں کا ماشاءاللہ بڑا ذخیرہ موجود ہے اور اسلامی اوقاف سے متعلق قوانین اور انکی شرحیں بھی کتابی شکل میں موجود ہیں لیکن اوقاف کی تاریخ کے موضوع پر اب تک غالباً کسی زبان میں کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ اشفاق علی صاحب نے اس اچھوتے موضوع پر قلم اٹھا کر اسکی پوری تاریخ بابرکت عہدِ رسالت سے ابتک کی بڑے دلچسپ انداز میں مرتب کر دی ہے۔

حجاز کے اوقاف کا تذکرہ مؤلف نے بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اور انکی تصاویر بھی شامل کی ہیں۔ ہندوستان خصوصاً یہاں کی مسلم ریاستوں کے اوقاف کی ضروری تفصیل بھی درج ہے۔ اور یہاں کے مسلم سلاطین کے جو فرامین اوقاف سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے چند کا اصل فارسی متن معہ اردو ترجمہ کے درج ہے۔

Marfat.com

قیادت (ہفتہ روزہ) علیگڑھ

جلد ا۔ شمارہ ۳۲۔ ۲۴/ فروری ۸۵ء

تاریخ اوقاف اردو زبان میں اوقاف کے سلسلہ میں پہلی کتاب ہے۔ اشفاق علی صاحب نے اسکی ترتیب میں تحقیق و کاوش سے کام لیا ہے۔ اسکا اندازہ کتاب پڑھنے پر ہی ہو سکتا ہے۔ جس طرح ایک ریسرچ اسکالر کسی موضوع پر برسوں کی تحقیق و مطالعہ کے بعد اپنا مقالہ تیار کرتا ہے۔ اور جب یہ مقالہ تعلیمی درسگاہ میں ارباب نقد و نظر سے صحیح و سلامت گذر کر محقق کو ڈاکٹریت کی ڈگری تفویض کی جاتی ہے۔ اسی طرح اشفاق علی صاحب نے اپنے موضوع اعتبار سے جو تحقیق و مطالعہ کیا ہے۔ اس نے اس کتاب کو ایک تحقیقی مقالہ بنا دیا ہے۔ اگر یہ کام کسی درسگاہ کے شعبہ میں ہوتا تو یقیناً اوقاف میں اشفاق علی صاحب اس مقالہ پر پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پانے کے مستحق تھے۔ تاریخ اوقاف میں اشفاق علی صاحب نے جس عرق ریزی سے اسلام میں اقاف کی اہمیت اور اسکی تاریخ کو روشناس کر دیا ہے۔ اسکے لئے وہ ہر اس شخص کی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جو اوقاف کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔ وہ ہندوستان کے مسلم اوقاف پر مزید تحقیقی کام (Research) کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے کام کو جلد مکمل فرمائے۔ ''آمین''

Marfat.com

تبصرہ۔ منجانب سہ روزہ دعوت دہلی ۱۸ر فروری ۱۹۸۵ء

تبصرہ

تاریخ اوقاف

تصنیف: جناب اشفاق علی صاحب ایم۔اے۔ایل۔ایل بی تاریخ اوقات، محض ایک تاریخ ہی نہیں بلکہ ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جو ہر لحاظ سے لائق ستائش ہے مصنف نے اپنی اس تحقیقی کتاب میں یہ دکھایا ہے کہ وقف کا سلسلہ قران اول ہی سے چلا آرہا ہے۔ اور ہر عہد میں اس افادیت وہ اہمیت یکساں طور پر مسلم رہی ہے۔ اس کے ذریعہ سے کتنے ہی اقتصادی اور سماجی مسائل حل ہوئے ہیں اور کتنی ہی دینی و علمی خدمات حقیقت میں اس کی رہین منت رہی ہیں، وقف کا واضح تصور در حقیقت اسلام کا خاص عطیہ ہے انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ جاریہ کی ترغیب اسلام کی اہم بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ اس کی طرف جو توجہ مسلم قوم کی رہی ہے اس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل سے ملے گی۔

وقف کیا ہے اور اس کے وسیع مفہوم میں کیا کیا چیزیں داخل کی جا سکتی ہیں؟ صدقہ اور وقف میں کتنا گہرا تعلق پایا جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن اور سنت کی تعلیمات کیا ہیں؟ اس کتاب میں ان سبھی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور کسی پہلو کو تشنہ نہیں رہنے دیا گیا ہے۔

تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے لائق مصنف نے اوقاف نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کے اوقاف کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اس کے علاوہ خلافت بنی امیہ اور خلافت عباسیہ کے دور کے اوقاف نیز دیگر مسلم سلاطین کے اوقات پر بھی روشنی ڈالی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وقف کی ضرورت اور اہمیت کو کسی دور میں بھی فراموش نہیں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں

Marfat.com

ہندوستان کے مسلم حکمرانوں اور مسلم ریاستوں کے کارناموں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ ہندوستان کے نظام اوراوقاف کا ذکر کرتے ہوئے مغلیہ فرامین واسناد کے چند نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔

نظام اوقاف کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف کے جس طریق کار کا اعلان فرمایا تھا اسے ایک ضابطہ اور قانون کی حیثیت حاصل ہے اور اسی ضابطہ اور اصول کے تحت دنیا میں آج تک وقف کا نظام چلا آرہا ہے یہ ایسی خصوصیت ہے جو آپؐ کے سوا دنیا کے کسی مدبر یا مفکر کو حاصل نہیں ہوسکی۔

کتاب میں بعض اہم مقامات کے فوٹو بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اچھا ہوتا کہ ان تصاویر کے علاوہ وقف کے سلسلہ کے اہم فرامین، دستاویزات اور اسناد کی فوٹو کاپیاں بھی کتاب میں شامل کردی جاتیں۔ اس سے کتاب کی اہمیت وافادیت اور زیادہ بڑھ سکتی تھی۔ ضرورت تھی کہ اس بات کا بھی جائزہ لیا جاتا کہ اوقاف کی املاک کی حفاظت اور ان کے نظم وانصرام میں اس وقت (بالخصوص ہندوستان میں) کیا خامیاں اور کوتاہیاں پائی جارہی ہیں۔ اس سلسلہ میں کچھ مفید عملی تجاویز بھی پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ اس سلسلہ میں جو کوششیں ملک کی بعض تنظیموں کی طرف سے کی گئی ہیں ان کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے آیندہ ایڈیشن میں ان باتوں کی طرف بھی توجہ دی جائیگی۔

بہر صورت یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کا مطالعہ ہر حساس شخص کے لئے ضروری ہے۔

Marfat.com

وقف یعنی کار خیر رفاہ عام کے لئے کوئی چیز مخصوص کر دینا اسلام کے مختصات میں ہے۔ جسکا اسنے بہت اجر و ثواب بتایا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اسکے ضروری مسائل درج ہیں مگر او قاف کی کوئی تارخ ابھی تک اردو میں نہیں لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب اس کمی کو پورا کرنے کیلئے لکھی گئی ہے۔ جو کہ کئی حصوں پر مشتمل ہے۔

لائق مصنف نے جن او قاف کا تذکرہ کیا ہے۔ انکی مختصر تاریخ اس طرح لکھی ہے۔ کہ اس سے نوعیت و کیفیت اور مقاصد شرائط کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ جن صحابہ کرام کے او قاف کا تذکرہ ہے۔ انکا سراپا بھی بیان کیا ہے۔ اور بعض او قات کی عمارتوں کے عکسی فوٹو بھی دیے ہیں۔

یہ کتاب وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ جسکے لئے لائق مرتب تحسین کے مستحق ہیں۔ وہ یوپی سُنّی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ کے سکریٹری بھی ہیں۔ اس لئے او قاف کے عملی پہلوؤں پر بھی انکی نظر ہے۔ انکو اپنے تجربہ اور واقفیت کی بنا پر او قاف کے نظام کی اصلاح اور اسے دین و ملت اور قوم کیلئے زیادہ بہتر اور مفید بنانے کے مسئلہ پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ جنکی حالت آزادی کے بعد بہت ابتر ہو گئی ہے۔

Marfat.com

ماہنامہ محکمات لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۸۵ء

پیش نظر کتاب "ملاجیوں کے معاصر علماء" نامی کتاب کے مرتب جناب اشفاق علی صاحب (ایم۔ایل۔ایل۔بی۔ایم۔فل علیگ) کی ترتیب و تسوید مطالعہ و دیدہ ریزی کا حامل بنکر سامنے آئی۔ جس طرح زکوٰۃ اسلامی معاشرہ کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے۔ اسی طرح وقف اسلام کے اجتماعی معاشرہ میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جسکی ابتداز کوٰۃ ہی کی طرے وحی الہام اور ارشادِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے تطوع اور تبرع کے طور پر ہوئی۔ ائمہ سلام نے جس کے نقوش و خطوط متعین کئے۔ اور امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام نے ان نقوش میں رنگ بھرے۔

اولاً فاضل مرتب نے اس کتاب میں انفاق فی سبیل کے فضائل و محامد ترغیب و تشویق کے نصوص قرانِ کریم اور احادیث صحیحہ سے پیش کئے ہیں۔ اسکے بعد آثار صحابہ و تابعینؒ کے ان او قاف کا تذکرہ کیا ہے۔ جو انکو تاریخ و سیر کے مطالعہ سے دستیاب ہو سکے ہیں۔ اوقاف کا نام۔ اسکے اعراض و مقاصد۔ اسکے اعلام و آثار بہت کچھ سنتے آئے تھے۔ لیکن ایک مرتب و مدون شکل میں اسکی کوئی تصویر اب تک سامنے نہیں آئی تھی۔ حالانکہ مسلم معاشرہ پر اوقاف کی چھاپ بہت قدیم 'بڑی گہری' بے حد وسیع و عریض ہے' مختصر وقت اور قلیل صفحات میں جسکا احاطہ مشکل کیا مشکل تر ہے۔ پھر بھی فاضل مرتب نے جو بھی عنوان اٹھایا ہے۔ اس پر بھرپور روشی ڈالی ہے۔ فاضل مرتب پوری ملت اسلامیہ ہندیہ کے لائق شکر گذاری و قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اس اہم ضرورت کو پورا کیا۔ موصوف کی یہ کتاب اپنے موضوع بحث پر پہلی اور واحد کتاب ہے جس نے دل و دماغ کی بہت سی گرہیں کھول دیں۔ "تطوع و تبرع" کی پوری تاریخ ملتِ اسلامیہ کے سامنے کھول کر رکھ دی۔

کتاب صرف قابلِ مطالعہ ہی نہیں بلکہ لائق عمل بھی ہے۔

Marfat.com

حکیم محمد حسین خاں شفا رضا لائبریری رام پور

کرۂ ارض پر انسانی آبادی کو لا معلوم عرصہ گذر چکا ہے۔ مگر انسانیت کی تکمیل اور آدمیت کی شیرازہ بندی تقریباً پندرہ سو سال کی بات ہے۔ کچھ لوگ ہر زمانہ میں شخصی و اجتماعی صلاح و فلاح کے مسئلہ پر غور کرتے رہے ہیں مگر مکمل نظامِ حیات اور اتمام نعمت دین فطرت کی دین ہے۔ اسی نے شخصی املاک کو دائمی طور پر اس طرح فلاح عام کیلئے وقف کرنے کا نظریہ پیش کیا کہ نہ تو اصل ملک فروخت ہو اور نہ ہبہ کی جاسکے اور نہ اسمیں وراثت جاری ہو۔ بلکہ صرف اسکے منافع سے واقف کی حسب منشا ضرورت مند مستفید ہوتے رہیں۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔۔۔ نظام اوقاف اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا شاندار باب ہے۔ اسکا دائرہ عمل بے حد وسیع ہے۔ مگر دیگر اسلامی موضوعات کے مقابلہ میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ خاص طور پر تاریخ اوقاف اور دستاویزات اوقاف پر کوئی جامع کتاب نہیں ملتی۔ البتہ مسائل اوقاف پر حدیث، تفسیر فقہ اور جستہ جستہ تاریخ کی کتابوں میں کچھ ابواب و عنوان ملتے ہیں۔ کچھ علماء مستشرقین نے وقف کے مختلف پہلوؤں پر مقالات بھی تحریر کئے ہیں لیکن جناب اشفاق علی صاحب سکریٹری یوپی سنی سنٹرل وقف بورڈ لکھنو کی مؤلفہ کتاب "تاریخ اوقاف" شئی دیگر ہے۔ اس موضوع پر اس معیار کی کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری۔

اشفاق کو غالباً قدرت نے اسی کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ مختلف زبانوں کے ماہر مستند محقق اور اسکالر ہیں موصوف نے اپنا موضوع تحقیق و تصنیف اوقاف کو قرار دیکر ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

وہ تجربہ کرتے ہیں مسلسل دس سال کی محنت و عرق ریزی کا نتیجہ آپکے سامنے

133980

Marfat.com

ہے لیکن میرے نزدیک اس موضوع کا حق ادا کرنے کے لئے یہ مدت کچھ زیادہ نہیں ہے۔
یہ کتاب اپنے مندرجات۔ ترتیب و تدوین حسن زبان و بیان، علمی گہرائی و گیرائی، جذبۂ تحقیق و تلاش اور اصابت رائے کے اعتبار سے قابل تحسین ہے اسمیں مؤلف نے ابتدا سے لیکر عصرِ حاضر تک کے نمایاں اوقاف و واقفین کا تذکرہ اور عوامی و سرکاری اوقاف کی کیفیت بیان کر دی ہے۔ فہرست ماخذ و راجع دس صفحات اور مختلف زبانوں کی سو کتابوں پر مشتمل ہے۔ جسمیں اکثر بنیادی ماخذ آگئے ہیں۔ لیکن شاید اشفاق علی صاحب کی نظر سے عمر لطفی کی مشہور کتاب "رسائل فی الوقف" نہیں گذری یہ مقالات پہلے المقطم مصر میں جنوری ۱۹۰۲ء سے نومبر ۱۹۰۳ء تک شایع ہوتے رہے اور پھر کتابی شکل میں شایع ہو گئے۔
عمر لطفی اس کتاب کے مقدس تحریر کرتے ہیں۔

لعل ھذا اول کتاب بحث فی الوقف من وجوھۃ
الاربعۃ التاریخی و الشرعی و القضائی و العمرانی

9/ مارش سنۃ ۱۹۰۸ء

عمر لطفی کو اشفاق علی پر تقدمِ زمانی تو حاصل ہے۔ مگر علمی اعتبار سے ہندی فاضل کا کام عصری عالم سے بہت بلند ہے۔ ہم نے دونوں کتابوں کا تقابلی م مطالعہ کیا۔

مجھے یقین ہے کہ اشفاق علی صاحب کی اس علمی کاوش کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ اور دیگر علمی زبانوں میں اسکے تراجم ہونگے۔ کیونکہ ابتک اس موضوع پر اتنا معیاری کام کسی زبان میں بھی نہیں ہوا ہے۔ مجھے امید ہے کہ دانشورانِ قوم و ملت جناب اشفاق علی صاحب کے اس جذبۂ دردمندی اور کاوش علمی کی قدر کریں گے اور اس ملی کام میں انکے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں گے۔

Marfat.com

عرض حال

کتاب تاریخ اوقاف کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴ء میں شایع ہوا تھا چونکہ ہندوستان میں اوقاف کی تاریخ پر یہ پہلی کتاب تھی۔ اسلئے شایقین اوقاف نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ متعدد اردو اکیڈمیوں نے اسے انعامات سے نوازا۔

حال ہی میں وقف ڈویزن منسٹری آف ویلفیر گورنمنٹ آف انڈیا نے تاریخ اوقاف کے اہمیت وافادیت کے پیش نظر اسکی خصوصی خریداری کا حکم دیا چنانچہ تعمیل حکم میں کتاب کا دوسرا ایڈیشن شایع کیا جارہا ہے۔

اس جدید ایڈیشن میں "وقف علی الاولاد" پر ایک خصوصی اور جامع مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے۔ جو کہ اوقاف کی تاریخ میں ایک تازہ اضافہ ہے۔ کتاب کی ابتدا میں اوقاف کے فرسٹ ایڈیشن پر مختلف مبصرین کی آرا شامل کی گئی ہیں۔

کتاب کے آخر میں ہندوستان کے وقف بورڈوں کے مکمل پتے قارئین کی معلومات اور سہولیت کیلئے شایع کئے جارہے ہیں۔

نیا ایڈیشن الفردوس پبلشرس پرائیویٹ لمیٹڈ کے اشتراک سے معیاری کاغذ۔ عمدہ کتابت اور نفس طباعت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ جلد بندی سے آراستہ کیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کی نفاست اور حسن دیدہ زیب اور پرکشش ہوگیا ہے۔

امید ہے کہ تاریخ اوقاف کا یہ سیکنڈ ایڈیشن عوام و خواص میں یکساں مقبول ہوگا۔

حریص کرم

ڈاکٹر اشفاق علی

پی۔ایچ۔ڈی (علیگ)

۲۲۳ نظیر آباد۔ لکھنؤ۔ انڈیا فون نمبر 210995

Marfat.com

"استدعا"

اگر میری اس حقیر پیشکش کا مطالعہ
آپ کے قلب و شعور پر دستک دے تو
مجھے اپنی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ شاید آپ
کی دعائیں ایک گنہگار کو مرد مومن بنا سکیں ۔

ڈاکٹر
:- اشفاق :-

Marfat.com

تمہید

وقف کے لغوی اور شرعی معنی : وقف عربی مصدر وَقَفَ یَقِفُ۔ وقفاً وَقُوْفاً سے مُشتق ہے جس کے لغوی معنی ٹھہرانا۔ روک لینا۔ کسی شے کو مقید کر لینا۔ محبوس کرنا یا محفوظ کر لینے یا کسی تیسرے شخص کی ملکیت میں جانے سے روکنے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں کسی شے کو اللہ کے راستے میں اس طرح تصدق کرنے کے ہیں کہ اصل باقی رہے اور اس کا منافع کارِ خیر میں صرف ہوتا رہے۔

محرک وقف وقف کا اصل محرک حصولِ ثواب آخرت ہے یعنی وقف کرنے والا اپنے اس عمل کے بدلے میں دوسری دنیا (آخرت) میں جزا کا مستحق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیوی سود و زیاں کے تحت کیا گیا کوئی بھی معاہدہ یا عمل وقف کی تعریف میں نہیں آتا۔ البتہ ثواب کی نیت سے کیے گئے عمل کے تحت اگر دُنیوی فائدے بھی حاصل ہو جائیں تو یہ اللہ کا انعام ہے

وقف کے دو مفہوم وقف کا پہلا مفہوم تو وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ یعنی ایک واقف اپنی ذاتی جائداد کسی کارِ خیر کے لیے دواماً وقف کر دیتا ہے۔ اور پھر اس پر ہمیشہ اسی طرح عمل درآمد ہوتا رہتا ہے۔ لیکن وقف کا دوسرا مفہوم

Marfat.com

اس سے وسیع تر ہے ۔ جس میں ایسی تمام جائدادیں مقامات اور جگہیں وقف کی تعریف میں آجاتی ہیں ۔ جو عرصہ دراز تک دینی مذہبی یا خیراتی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی چلی آرہی ہوں ۔ اسے وقف بالاستعمال کہتے ہیں ۔ ایسے اوقاف کے لیے کسی وقف نامہ ۔ کسی تحریر یا دستاویز کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ چنانچہ اس ضمن میں تمام قدیم مساجد مقابر و مدارس ۔ درگاہیں ۔ مسافر خانے کتب خانے اور تمام ایسے دیگر معابد خانے ۔ لنگر خانے ۔ یتیم خانے ۔ خیرات خانے اور شفا خانے وغیرہ آجاتے ہیں ۔ جو عرصے سے کار خیر کا مقصد ادا کر رہے ہوں ۔ یہی نہیں آئندہ چل کر یہ مفہوم مزید وسیع ہوگیا اور رفاہ عامہ کا ہر کام وقف کے دائرے میں شامل سمجھا جانے لگا ۔ اس وسعت نظری کی وجہ سے بہت سے امور نافعہ گو کہ وقف کی تعریف میں باقاعدہ نہیں آتے ۔ لیکن وقف کے مساوی سمجھے جانے لگے ۔ مثلاً سلاطین اور حکومت وقت کے ذریعہ غربا و مساکین کے لیے کیے گئے فلاحی اقدامات اور رفاہ عامہ کے لیے کیے گئے کارنامے شامل ہیں ۔

وقف اور صدقہ وقف کا مقصد تو سطور بالا میں واضح ہو چکا ہے ۔ یہاں پر صدقہ کی روح اور مقصد پر روشنی ڈالی جاتی ہے ۔

لفظ صدقہ صدق سے ماخوذ ہے ۔ اسی لیے صداقت اس کی عین حقیقت میں شامل ہے ۔ کوئی عطیہ یا صرف مال اس وقت تک صدقہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی تہہ میں انفاق فی سبیل اللہ کا خالص اور بے کھوٹ جذبہ نہ ہو ۔

Marfat.com

صدقہ اردو زبان میں تو اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ مگر اسلام کی اصطلاح میں یہ وہ عطیہ ہے جو سچے دل اور خالص نیت کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا جائے۔ جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو کسی پر احسان نہ جتایا جائے۔ اور دینے والا صرف اس لیے دے کہ وہ اپنے رب کے لیے سچا جذبہ رکھتا ہے۔

صدقہ کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ اگر بندے کی کسی بڑی لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ کا غضب اس کی طرف متوجہ ہو تو صدقہ اس غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ بجائے غضب اور ناراضگی کے اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ آدمی کو بری موت سے بچاتا ہے۔

اللہ کی نگاہ میں محبوب و مقبول صدقہ وہ ہے جو بندہ تندرستی و توانائی کی ایسی حالت میں کرے کہ اس کے سامنے اپنے مسائل اور اپنا مستقبل بھی ہو۔ اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اور آخرت کے ثواب کی امید اپنے رب کریم کے وعدوں پر اعتماد و یقین کرتے ہوئے اچھی حالت میں ہاتھ کھول کر اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر خرچ کرے۔

اسی لیے ہر وقف کی تہہ میں صدقہ کا تصور شامل ہوتا ہے۔

Marfat.com

انتساب

والدۂ
محترمہ
کے
نام

میری تمام تعلیم و تربیت جن
کی رہینِ منّت ہے

ا۔ش۔ف۔اق

Marfat.com

اِنفاقِ فِی سَبِیلِ اللہ
(اللہ کے راستے میں خرچ کرنے)
کی اہمیت
قرآن کی روشنی میں

●

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا
تُحِبُّوْنَ ؕ آل عمران

ترجمہ :— تم کامل نیکی کو نہیں پہنچ سکتے
جب تک کہ اللہ کے راستے میں وہ چیزیں نہ
خرچ کرو۔ جنھیں تم سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہو۔

Marfat.com

○

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرۃ ۳) ①

ترجمہ :- (اور متقی انسان وہ ہیں) جو کچھ رزق ہم نے انھیں دے رکھا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں

تشریح :- یعنی متقی انسان وہی ہے۔ جو تنگ دل نہ ہو۔ اس کے مال میں خدا اور بندوں کے جو حقوق مقرر کیے جائیں انھیں ادا کرنے کے لیے تیار رہو۔ جس چیز پر ایمان لایا ہے۔ اس کی خاطر قربانی کرنے میں بھی دریغ نہ کرے۔

② لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ
وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ لا وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج
(البقرۃ ۱۷۷)

ترجمہ :- نیکی اور بھلائی (کی راہ) یہ نہیں ہے کہ تم (عبادت کے وقت) اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی کی راہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ کو یوم آخر۔ ملائکہ اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے ماننے اور اللہ کے راستے میں اپنا دل پسند مال

Marfat.com

رشتہ داروں ۔ یتیموں پر ۔ مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے ۔

تشریح :— نزولِ قرآن کے وقت دنیا کی عالم گیر گمرہی یہ تھی کہ لوگ سمجھتے تھے ۔ دین سے مقصود محض شریعت کے ظواہر رسوم ہیں ۔ اور انھیں کے کرنے نہ کرنے پر انسان کی نجات وسعادت موقوف ہے ۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ اصل دین خدا پرستی اور نیک عملی ہے ۔ اس لیے ساری طلب مقاصد کی ہونا چاہیے نہ کہ وسائل کی۔[1]

مشرق و مغرب کی طرف منھ کرنے کو تو محض بہ طور تمثیل بیان کیا گیا ہے ۔ دراصل مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ مذہب کی چند ظاہری رسموں کو ادا کر دینا اور صرف ضابطہ کی خانہ پری کر دینا حقیقی نیکی نہیں ہے ۔

(۳) وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝

البقرۃ / ۱۹۵

ترجمہ :— اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو ۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ تعالیٰ محسنوں کو پسند کرتا ہے ۔

---

[1] ترجمان القرآن

Marfat.com

تشریح :- احسان کا لفظ حُسن سے نکلا ہے۔ جس کے معنی کسی کام کو خوبی کے ساتھ کرنے کے ہیں۔ عمل کا ایک درجہ یہ ہے کہ آدمی کے سپرد جو خدمت ہو اسے صرف انجام دے دے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسے خوبی کے ساتھ کرے اپنی پوری قابلیت اور اپنے تمام وسائل اس میں صرف کردے اور دل وجان سے اس کی تکمیل کی کوشش کرے پہلا درجہ محض طاعت کا ہے۔ جس کے لیے صرف تقویٰ اور خوف کافی ہوتا ہے اور دوسرا درجہ احسان کا ہوتا ہے جس کے لیے محبت اور گہرا قلبی لگاؤ درکار ہوتا ہے۔

(۴) یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝ البقرۃ ۲۱۵

ترجمہ :- لوگ پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں۔ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین۔ رشتہ داروں پر یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی تم کروگے اللہ اس سے باخبر ہوگا۔

تشریح :- خیرات کرنے کا حکم اور اس غلطی کا ازالہ کہ لوگ سمجھتے تھے کہ خیرات صرف غیروں ہی کو دی جاسکتی ہے۔ اپنوں اور عزیزوں کی مدد کرنا خیرات نہیں ہے۔ اسی لیے خیرات کے مصارف بتاتے ہوئے واضح کردیا گیا کہ اس کا اوّلین مصرف تمہارے عزیز واقربا ہیں۔

Marfat.com

اگر وہ ضرورت مند ہوں۔

(۵) مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ البقرۃ

ترجمہ :۔ تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کر دے۔

تشریح : اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے۔ یعنی مالِ حقیر راہِ حق میں خرچ کر کے دین و دنیا کی بے شمار برکتیں اور سعادتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

قرض حسن کا لفظی ترجمہ اچھا قرض ہے۔ اور اس سے مراد ایسا قرض ہے جو خالص نیکی کے جذبے سے بے غرضانہ کسی کو دیا جائے۔ اس طرح جو مال خُدا کے راستے میں خرچ کیا جائے اُسے اللہ تعالیٰ اپنے ذمے قرض قرار دیتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ میں نہ صرف اصل ادا کروں گا۔ بلکہ اس سے کئی گُنا زیادہ دوں گا۔ البتہ شرط یہ ہے وہ قرض حسن ہو یعنی اپنی کسی نفسانی غرض کے لیے نہ دیا جائے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اُن کاموں میں صرف کیا جائے جن کو وہ پسند کرتا ہے۔

(۶) مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ البقرۃ ۲۶۱

ترجمہ :۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن

Marfat.com

کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

تشریح :- نیکی کے لیے خرچ کرنا اللہ کے لیے خرچ کرنا ہے۔ اب دیکھو کائنات خلقت میں خدا کا قانون مکافات کیا ہے۔ یہ بات ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ اگر غلہ کا ایک دانہ زمین کے حوالے کر دیا جائے تو وہ ایک دانے کے بجائے پورا درخت واپس کر دیتی ہے۔ پس جس خدا کے قانون خلقت کی فیاضیوں کا یہ عالم ہے کیا وہ انسان کے عمل خیر کے بدلے اتنی فیاضی بھی نہیں دکھلائے گا جتنی فیاضی ہر دانے کے بدلے اس کی زمین دکھلا رہی ہے۔

لیکن کامیابی کی شرط یہ ہے کہ دانہ خراب نہ ہو اور زمین میں ڈالا جائے۔ پتھر کی چٹانوں پر نہ پھینک دیا جائے ورنہ ساری محنت اکارت جائے گی اسی طرح خیرات کے لیے بھی ضروری ہے کہ اخلاص کے ساتھ کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ لینے والے پر احسان جتلایا جائے یا سخت زبانی یا بدزبانی کی جائے۔

مال کا خرچ خواہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں ہو یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے میں یا اعزہ واقربا کی خبرگیری میں یا محتاجوں کی اعانت میں یا رفاہِ عام

Marfat.com

کے کاموں میں یا اشاعت دین اور جہاد کے مقاصد
میں بہرحال اگر وہ قانون الٰہی کے مطابق ہو اور خالص
خدا کی رضا کے لیے ہو تو اس کا شمار اللہ کی راہ میں ہوگا۔

(۷) اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرۃ ۲۶۲)

ترجمہ :- جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ لینے والوں کو (اپنے قول و فعل سے کسی طرح کا) دکھ پہنچاتے ہیں اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی رنج و غم اور خوف کا موقع نہیں ہے۔

تشریح :- صدق دل سے خرچ کرنے والوں کے لیے نہ تو اس بات کا کوئی خطرہ ہے کہ اُن کا اجر ضائع ہوگا۔ اور نہ کبھی یہ نوبت آئے گی کہ وہ اپنے اس خرچ پر پشیمان ہوں۔

(۸) قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ۝ (البقرۃ ۲۶۳)

ترجمہ :- ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اور بردباری اس کی صفت ہے۔

تشریح :- مندرجہ بالا آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔
ایک یہ کہ اللہ تمھاری خیرات کا حاجت مند نہیں ہے۔ اور

Marfat.com

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ چوں کہ خود بُرد بار ہے۔ اس لیے
اُسے پسند بھی وہی لوگ ہیں جو چھچھورے اور کم ظرف نہ
ہوں بلکہ فراخ حوصلہ اور بُرد بار ہوں۔ جو خدا تم پر زندگی
کے اسباب و وسائل کا بے حساب فیضان کر رہا ہے۔
اور تمھارے قصوروں کے باوجود تمھیں بار بار بخشتا ہے۔
وہ ایسے لوگوں کو کیوں پسند کر سکتا ہے جو کسی غریب کو
اگر ایک روٹی کھلا دیں تو احسان جتا جتا کر اس کی
عزتِ نفس کو خاک میں ملا دیں۔ اسی بنا پر حدیث میں
آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے روز شرفِ
ہم کلامی اور نظرِ عنایت سے محروم رکھے گا۔ جو اپنے عطیہ
پر احسان جتاتا ہو۔

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا
لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ صلے۔ البقرہ ۲۶۷

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے
زمین سے تمھارے لیے نکالا ہے اس میں سے بہتر حصّہ
راہِ خدا میں خرچ کرو۔

(۱۰) إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ج وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا
الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ط وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ط اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ البقرہ ۲۷۱

ترجمہ:۔ اگر اپنے صدقات علانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے۔ لیکن
اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو یہ تمھارے حق میں زیادہ

Marfat.com

بہتر ہے۔ تمھاری بہت سی برائیاں اس طرز عمل سے محو ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو بہر حال اس کی خبر ہے۔

تشریح :- جو صدقہ فرض ہو اس کو علانیہ دینا افضل ہے اور جو صدقہ فرض کے ماسوا ہو اس کا اخفا زیادہ بہتر ہے یہی اصول تمام اعمال کے لیے ہے کہ فرائض کا علانیہ انجام دینا فضیلت رکھتا ہے اور نوافل کو چھپا کر کرنا اولیٰ ہے۔

چھپا کر نیکیاں کرنے سے آدمی کے نفس و اخلاق کی مسلسل اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ اس کے اوصاف حمیدہ خوب نشو و نما پاتے ہیں۔ اس کی بری صفات رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہیں۔ اور یہی چیز اُس کو اللہ کے یہاں اتنا مقبول بنا دیتی ہے کہ جو تھوڑے بہت گناہ اس کے نامۂ اعمال میں ہوتے بھی ہیں انھیں اس کی خوبیوں پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

(۱۱) لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ البقرۃ ۲۷۳

ترجمہ :- خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں۔ جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش

Marfat.com

کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ ان کی اعانت جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا۔

تشریح :۔ اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کر دیتے ہیں اور سارا وقت دینی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنا معاش پیدا کرنے کے لیے کوئی جدوجہد کر سکیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم کے رضاکاروں کا ایک مستقل گروہ تھا جو تاریخ میں اصحاب صُفّہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تین چار سو آدمی تھے۔ جو اپنے اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آ گئے تھے۔ ہمہ وقت حضور کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ہر خدمت کے لیے حاضر تھے۔ حضور جس مہم پر چاہتے انھیں بھیج دیتے تھے۔ اور جب مدینے سے باہر کوئی کام نہ ہوتا اس وقت یہ مدینے ہی میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگانِ خدا کو اس کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ چوں کہ یہ لوگ پورا وقت دیتے تھے اور اپنی ضروریات فراہم کرنے کے لیے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالٰے نے عام

Marfat.com

مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور سے ان کی مدد کرنا
انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔
لوگ عموماً انھیں لوگوں کو خیرات کا مستحق سمجھتے ہیں۔ جو
بھیک مانگنے میں چست وچالاک ہوتے ہیں۔ لیکن ایک
خوددار حاجت مند کو کوئی نہیں پوچھتا۔ حالاں کہ سب سے
زیادہ مستحق ایسے ہی لوگ ہیں۔

(۱۲) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ۝ البقرۃ ۲۷۴

ترجمہ :- جو لوگ اپنے مال شب وروز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں
اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے۔ اور ان کے لیے
کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں۔

تشریح :- ضمناً اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس
طرح دینے والوں کو چاہیئے کہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دیں۔
اسی طرح لینے والوں کو بھی چاہیئے کہ سوال کرکے اپنی خودداری
وعفت تاراج نہ کریں۔ ان کی شان یہ ہونا چاہیئے کہ بے نیاز
رہیں۔ اور لوگوں کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ بے مانگے نذر کریں۔

(۱۳) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا
تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ آل عمران ۹۲

ترجمہ :- تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اپنی وہ چیزیں
(خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمھیں سب سے زیادہ

Marfat.com

عزیز ہیں۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے
بے خبر نہ ہو گا۔

تشریح:۔ نیک انسان ہونے کا مقام ان چیزوں سے بالاتر ہے جن کو تم نے مدارِ خیر و صلاح سمجھ رکھا ہے۔ نیکی کی اصل رُوح خدا کی محبّت ہے۔ ایسی محبّت کہ رضائے الٰہی کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی چیز عزیز تر نہ ہو۔ جس چیز کی محبت بھی آدمی کے دل پر اتنی غالب آجائے کہ وہ اسے خدا کے مقابلے میں قربان نہ کر سکتا ہو بس وہی بُت ہے اور جب تک اُس بُت کو آدمی توڑ نہ دے نیکی کے دروازے اس پر بند ہیں۔ اس رُوح سے خالی ہونے کے بعد ظاہری تشرُّع کی حیثیت محض اُس چمک دار روغن کی سی ہے جو گُھن کھائی ہوئی لکڑی پر پھیر دیا گیا ہو۔ انسان تو ایسے روغنوں سے دھوکا کھا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نہیں۔

(۱۴) وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ
جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا
مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ التوبہ

ترجمہ:۔ دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہیں۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے

Marfat.com

گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ تو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

(۱۵) اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ[۱] وَالْمَسٰكِيْنِ[۲] وَالْعٰمِلِيْنَ[۳] عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ التوبہ ۶۰

ترجمہ :- یہ صدقات تو دراصل فقیروں[۱] اور مسکینوں[۲] کے لیے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں۔ اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلب[۳] مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے[۵] اور قرض داروں[۶] کی مدد کرنے میں اور راہ خدا[۷] میں اور مسافر نوازی[۸] میں استعمال کرنے کے لیے یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا وبینا ہے۔

[۱] فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لیے دوسرے کی مدد کا محتاج ہو یہ لفظ تمام حاجت مندوں کے لیے عام ہے خواہ وہ جسمانی نقص یا بڑھاپے کی وجہ سے مستقل طور پر محتاج اعانت ہو گئے ہوں۔ یا کسی عارضی سبب سے سر دست مدد کے محتاج ہوں اور اگر انھیں سہارا مل جائے تو آگے چل کر خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہوں مثلاً

Marfat.com

یتیم بچے ۔ بیوہ عورتیں ۔ بے روزگار لوگ اور وہ لوگ ۔ جو وقتی حوادث کا شکار ہو گئے ہوں ۔

۲ مسکنت کے لفظ میں عاجزی ۔ درماندگی ۔ بیچارگی اور ذلّت کے مفہومات شامل ہیں ۔ اس اعتبار سے مساکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجت مندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوں ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو مستحق امداد ٹھہرایا ہے جو اپنی ضروریات کے مطابق ذرائع نہ پا رہے ہوں اور سخت تنگ حال ہوں ۔ مگر نہ تو ان کی خودداری کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہو اور نہ ان کی ظاہری پوزیشن ایسی ہو کہ کوئی انھیں حاجت مند سمجھ کر ان کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھائے چنانچہ حدیث میں اس کی تشریح ۔ یوں آئی ہے کہ ...

اَلْمِسْکِینُ اَلَّذِی لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ لَهٗ فِی فَیَتَصَدَّقُ عَلَیْهِ وَلَا یَقُومُ فَیَسْئَالُ النَّاسَ ۔

ترجمہ :۔ مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے سے مانگتا ہے (گویا کہ وہ ایک ایسا شریف آدمی ہے ۔ جو غریب ہو)

تشریح :۔ ۳ یعنی وہ لوگ جو صدقات وصول کرنے اور وصول شدہ مال کی حفاظت کرنے اور ان کا حساب کتاب لکھنے اور انھیں

Marfat.com

تقسیم کرنے میں حکومت کی طرف سے استعمال کیے جائیں ایسے لوگ خواہ فقیر و مسکین نہ ہوں۔ اُن کی تنخواہیں بہر حال صدقات ہی کی مدد سے دی جائیں گی۔

۴؎ تالیف قلب کے معنی ہیں دل موہ لینا۔ اس حکم سے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور ان کی سابقہ عداوت یا کمزوریوں کے دیکھتے ہوئے یہ اندیشہ ہو کہ اگر ان کی اعانت نہ کی گئی تو مرتد ہو جائیں گے۔ یہ امر متفق علیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے لوگوں کو تالیف قلب کے لیے وظیفے اور عطیے دیے جاتے تھے۔

۵؎ گردنیں چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ غلاموں کی آزادی میں صدقات کا مال صرف کیا جائے۔

۶؎ یعنی ایسے قرض دار جو اگر اپنے مال سے اپنا پورا قرض چکا دیں تو اُن کے پاس قدر نصاب سے کم مال بچ سکتا ہو وہ خواہ کمانے والے ہوں یا بے روزگار اور خواہ عرف عام میں فقیر سمجھے جاتے ہوں یا غنی دونوں صورتوں میں ان کی اعانت صدقات کی مد سے کی جا سکتی ہے۔

۷؎ راہ خدا کا لفظ عام ہے۔ تمام وہ نیکی کے کام جن میں اللہ کی رضا ہو اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہیں۔

۸؎ مسافر خواہ اپنے گھر میں غنی ہو لیکن حالت سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اس کی مدد صدقات کی مد سے

Marfat.com

کی جا سکتی ہے۔ جو شخص مدد کا محتاج ہو۔ اس کی دست گیری
کرنے میں اس کی گناہ گاری مانع نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ
فی الواقع گناہ گاروں اور اخلاقی پستی میں گرے ہوئے
لوگوں کی اصلاح کا بہت بڑا ذریعہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت
ان کو سہارا دیا جائے اور حُسنِ سلوک سے ان کے نفس کو پاک
کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۱۶) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ
وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ○ الحج ۳۵

ترجمہ :- اور اے نبی بشارت دے دو عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں
کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ
اُٹھتے ہیں جو مصیبت بھی اُن پر آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔
نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ رزق ہم نے ان کو دیا ہے! اس
میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تشریح :- اللہ تعالیٰ نے کبھی حرام و ناپاک مال کو اپنا رزق
نہیں فرمایا ہے۔ اور خرچ سے مراد بھی ہر طرح کا خرچ
نہیں ہے۔ بلکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جائز ضروریات
پوری کرنا۔ رشتہ داروں ہمسایوں اور حاجت مندوں
کی مدد کرنا۔ رفاہ عام کے کاموں میں حصّہ لینا۔ بے جا خرچ
عیش و عشرت پر خرچ اور ریاکارانہ خرچ وہ چیز نہیں
ہے جسے قرآن "انفاق" قرار دیتا ہو۔ بلکہ یہ اس کی اصطلاح

Marfat.com

میں اسراف اور تبذیر ہے اسی طرح کنجوسی اور تنگ دلی سے جو خرچ کیا جائے کہ آدمی اپنے اہل وعیال کو بھی تنگ رکھے۔ اور خود بھی اپنی حیثیت کے مطابق اپنی ضرورتیں پوری نہ کرے۔ اور خلق خدا کی مدد بھی اپنی استطاعت کے مطابق کرنے سے جی چرائے۔ تو اس صورت میں اگرچہ آدمی خرچ تو کچھ نہ کچھ کرتا ہی ہے۔ مگر قرآن کی زبان میں اس خرچ کا نام "انفاق" نہیں ہے۔ وہ اس کو بخل اور شحِ نفس کہتا ہے۔

(۱۷) وَفِیٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ الذٰریٰت ۱۹

ترجمہ :- ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لیے۔

تشریح :- یہاں متقیوں کے اوصاف بتلاتے ہوئے ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو کچھ بھی دیا ہے۔ خواہ تھوڑا یا بہت۔ اس میں وہ صرف اپنا اور اپنے بال بچوں ہی کا حق نہیں سمجھتے۔ بلکہ انھیں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اس بندۂ خدا کا بھی حق ہے۔ جو ہماری مدد کا محتاج ہے۔ وہ بندوں کی مدد خیرات کے طور پر نہیں کرتے کہ اُن سے شکریہ کے طالب ہوں اور اُن کو زیرِ بارِ احسان ٹھہرائیں بلکہ وہ اُسے اُن کا حق سمجھتے ہیں۔ اور کوئی حاجت مند ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی حالت اُن کے علم میں آتی ہو اور اس کی مدد سے انھوں نے دریغ کیا ہو۔

(۱۸) مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ وَلَهٗ

Marfat.com

اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ○ الحدید ۱۱

ترجمہ :- کون ہے جو اللہ کو قرض دے ۔ اچھا قرض ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اُسے کئی گُنا بڑھا کر واپس دے اور اس کے لیے بہترین اجر ہے ۔

تشریح :- یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ آدمی اگر اس کے بخشے ہوئے مال کو اسی کی راہ میں صرف کرے تو اُسے وہ اپنے ذمّے قرض قرار دیتا ہے ۔ بشرطیکہ وہ قرض حَسَن (اچھا قرض) ہو یعنی خالص نیت کے ساتھ کسی ذاتی غرض کے بغیر دیا جائے ۔ کسی قسم کی ریاکاری اور شہرت و نام ونمود کی طلب اس میں شامل نہ ہو ۔ اُسے دے کر کسی پر احسان نہ جتایا جائے ۔ اس کا دینے والا صرف اللہ کی رضا کے لیے دے ۔ اور اس کے سوا کسی کے اجر اور کسی کی خوشنودی پر نگاہ نہ رکھے ۔ ایسے قرض کے متعلق اللہ تعالیٰ کے دو وعدے ہیں ۔ ایک یہ کہ وہ اس کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس دے گا ۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اس پر اپنی طرف سے بہترین اجر بھی عطا فرمائے گا ۔

(۱۹) اِنَّ الۡمُصَّدِّقِیۡنَ وَالۡمُصَّدِّقٰتِ وَاَقۡرَضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمۡ وَلَھُمۡ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ○ الحدید ۱۸

ترجمہ :- مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض حَسَن دیا ہے ۔ ان کو یقیناً کئی گُنا بڑھا کر دیا جائے گا ۔ اور ان کے لیے بہترین

Marfat.com

اجر ہے۔

تشریح :- صدقہ اردو زبان میں تو اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا مگر اسلام کی اصطلاح میں یہ اس عطیہ کو کہتے ہیں جو سچے دل اور خالص نیت کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا جائے جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو کسی پر احسان نہ جتایا جائے۔ دینے والا صرف اس لیے دے کہ وہ اپنے رب کے لیے سچا جذبہ رکھتا ہے۔ یہ لفظ صدق سے ماخوذ ہے۔ اسی لیے صداقت اس کی عین حقیقت میں شامل ہے۔ کوئی عطیہ یا صرف مال اس وقت تک صدقہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی تہہ میں انفاق فی سبیل اللہ کا خالص اور بے کھوٹ جذبہ نہ ہو۔

(۲۰) فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ الضحیٰ

ترجمہ :- پس یتیم پر سختی نہ کرو۔ اور سائل کو نہ جھڑکو۔

تشریح :- ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چوں کہ تم خود یتیم رہ چکے ہو۔ اور اللہ نے تم پر فضل فرمایا کہ یتیمی کی حالت میں بہترین طریقہ سے تمہاری دستگیری کی اس لیے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ سے کبھی کسی یتیم پر ظلم اور زیادتی نہ ہونے پائے۔

اگر سائل کو مدد مانگنے والے حاجت مند کے معنی میں

Marfat.com

لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مدد کر سکتے ہو تو کرو ورنہ نرمی کے ساتھ معذرت کر دو۔ مگر اس کو جھڑکو نہیں۔

(۲۱) فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۙ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ؕ

ترجمہ :- وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔

تشریح :- ایک یہ کہ وہ یتیم کا حق مار کھاتا ہے اور اس کے باپ کی چھوڑی ہوئی میراث سے بے دخل کر کے اسے دھکے مار کر نکال دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ یتیم اگر اس سے مدد مانگنے آتا ہے تو رحم کھانے کے بجائے اُسے دھتکار دیتا ہے اور پھر بھی اگر وہ اپنی پریشاں حالی کی بنا پر رحم کی امید لیے کھڑا رہے تو اسے دھکے دے کر دفع کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یتیم پر ظلم ڈھاتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک بڑا عجیب واقعہ قاضی ابوالحسن الماوردی نے اپنی کتاب اَعلامُ النبوۃ میں لکھا ہے کہ ابوجہل ایک یتیم کا وصی تھا۔ وہ بچہ ایک روز اس حالت میں اس کے پاس آیا کہ اس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے۔ یتیم نے التجا کی کہ وہ اس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اسے کچھ دے دے۔ مگر اس ظالم نے اس کی طرف توجہ تک نہ کی۔ اور وہ کھڑے

Marfat.com

کھڑے آخر کار مایوس ہو کر پلٹ گیا۔ قریش کے سرداروں نے ازراہ شرارت اس سے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر شکایت کرو۔ وہ ابوجہل سے سفارش کرکے تجھے تیرا مال دلوادیں گے۔ بچہ بے چارہ ناواقف تھا کہ ابوجہل کا حضور سے کیا تعلق ہے۔ اور یہ بدبخت اسے کس لیے مشورہ دے رہے ہیں۔ وہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور اپنا حال حضور سے بیان کیا۔ آپ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے ساتھ لے کر اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے یہاں تشریف لے گئے۔ آپ کو دیکھ کر اُس نے آپ کا استقبال کیا اور جب آپ نے فرمایا کہ اس بچے کا حق اسے دے دو۔ تو وہ فوراً مان گیا اور اس کا مال لاکر اُسے دے دیا۔ قریش کے سردار تاک میں لگے ہوئے تھے کہ دیکھیں ان دونوں کے درمیان کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ وہ کسی مزیدار جھڑپ کی امید کر رہے تھے۔ مگر انھوں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو حیران ہو کر ابوجہل کے پاس آئے اور اُسے طعنہ دیا کہ تم بھی اپنا دین چھوڑ گئے۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا۔ مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دائیں اور بائیں ایک ایک حربہ ہے جو میرے اندر گھس جائے گا اگر میں نے ذرا بھی ان کی مرضی کے خلاف حرکت کی۔

Marfat.com

اس واقعہ سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس بلند اخلاق کے مالک تھے اور آپ کے اس اخلاق کا آپ کے بدترین دشمنوں تک پر کیا رعب تھا۔

دوسری آیت میں اِطْعَامُ الْمِسْکِیْنِ نہیں بلکہ طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اگر اِطْعَامِ الْمِسْکِیْنِ کہا گیا ہوتا تو معنی یہ ہوتے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر نہیں اکساتا۔ لیکن طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔ بالفاظ دیگر جو کھانا مسکین کو دیا جاتا ہے وہ دینے والے کا کھانا نہیں۔ بلکہ اُسی مسکین کا کھانا ہے اور وہ اُس کا حق ہے جو دینے والے پر عائد ہوتا ہے اور دینے والا کوئی بخشش نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ اس کا حق ادا کر رہا ہے۔

لَا یَحُضُّ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اپنے نفس کو بھی اس کام پر آمادہ نہیں کرتا۔ اپنے گھر والوں کو بھی یہ نہیں کہتا کہ مسکین کا کھانا دیا کریں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بات پر نہیں اکساتا کہ معاشرے میں جو غریب و محتاج لوگ بھوکے مر رہے ہیں ان کے حقوق پہچانیں اور ان کی بھوک مٹانے کے لیے کچھ کریں۔

Marfat.com

اِنفاق فی سبیل اللہ

(اللہ کے راستے میں خرچ کرنا)

احادیث نبوی

کی

روشنی میں

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰہِ وَقَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّۃِ وَقَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ

——— (رواہ ترمذی)

ترجمہ :- فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم کہ "سخی" اللہ سے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ اور لوگوں میں عزیز ہے ——— (جامع ترمذی)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انفاق فِی سَبِیْلِ اللّٰہ کے سلسلہ میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْكَ ــــــ

ــــــ رَوَاہُ الْبُخَارِیْ وَمُسْلِمْ

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندہ کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم کے بیٹے تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر میں اپنے خزانے سے تجھ کو دیتا رہوں گا (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح :۔ گویا کہ اللہ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جو بندہ اس کے ضرورت مند بندوں کی ضرورتوں پر خرچ کرتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے خزانۂ غیب سے ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو یقین کی دولت سے نوازا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ان کا یہی معمول ہے۔ اور ان کے ربّ کریم کا یہی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس یقین کا کوئی حصّہ نصیب فرمائے۔

(۲) عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْكِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْكِ اِرْضَخِیْ

Marfat.com

مَا اسْتَطَعْتِ ـــــــــ رواہ البخاری و مسلم

ترجمہ :- حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر اس کی راہ میں کشادہ دستی سے خرچ کرتی رہو اور گنو مت (یعنی فکر میں مت پڑو کہ میرے پاس کتنا ہے۔ اور اس میں سے کتنا راہ خدا میں دوں) اگر تم اس کی راہ میں اس طرح حساب کر کے دوگی۔ تو وہ بھی تم کو حساب ہی سے دے گا۔ اگر بے حساب دوگی تو وہ بھی اپنی نعمتیں تم پر بے حساب انڈیل دے گا اور دولت جوڑ جوڑ کے اور بند کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھارے ساتھ یہی معاملہ کرے گا کہ رحمت اور برکت کے دروازے تم پر خدانخواستہ بند ہو جائیں گے) لہٰذا تھوڑا بہت جو کچھ ہو سکے اور جس کی توفیق ملے راہِ خدا میں کشادہ دستی سے دیتی رہو (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳) عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ آدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَّكَ وَاَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ (رواہ مسلم)

ترجمہ :- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے آدم کے فرزندو۔ اللہ کی دی ہوئی دولت جو اپنی ضرورت سے فاضل ہو اس کا راہ خدا میں صرف کر دینا تمھارے لیے بہتر ہے اور اس کا روکنا تمھارے لیے بُرا ہے۔ اور ہاں گزارے کے بقدر رکھنے

Marfat.com

پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے اُن پر خرچ کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔ (صحیح مسلم)

(۴) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی وَلَا تُمْهِلْ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ ——— (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ کس صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زیادہ ثواب کی صورت یہ ہے کہ تم ایسی حالت میں صدقہ کرو۔ جب کہ تمھاری تندرستی قائم ہو۔ تمھارے اندر دولت کی چاہت اور اس کو اپنے پاس رکھنے کی حرص ہو اس حالت میں (راہ خدا میں مال خرچ کرنے سے) تمھیں محتاجی کا خطرہ ہو اور دولت مندی کی دل میں آرزو ہو۔ ایسے وقت میں اللہ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرنا سچی خدا پرستی اور خدا طلبی کی دلیل ہے۔ اور ایسے صدقہ کا ثواب بہت بڑا ہے۔ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ تم سوچتے رہو اور ٹالتے رہو یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے اور جان کھنچ کر حلق میں آجائے تو تم مال کے بارے میں وصیت کرنے لگو کہ اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو حالاں کہ اب تو مال تمھاری ملکیت سے نکل کر فلاں فلاں کا (یعنی وارثوں کا) تو ہو ہی جائے گا۔
——— (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

Marfat.com

تشریح :- انسانوں کی یہ عام کمزوری ہے کہ جب تک وہ تندرست و توانا رہتے ہیں اور موت سامنے نہیں کھڑی رہتی وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔ شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہ اگر ہم نے راہِ خدا میں خرچ کیا تو ہمارے پاس کمی ہو جائے گی۔ اور ہم خود تنگ دست اور محتاج ہو جائیں گے۔ اس لیے ان کا ہاتھ نہیں کھلتا۔ لیکن جب موت سامنے آجاتی ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہ جاتی تو انھیں صدقہ یاد آتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ طرز عمل ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ کی نگاہ میں محبوب اور مقبول صدقہ وہ ہے۔ جو بندہ تندرستی و توانائی کی ایسی حالت میں کرے کہ اس کے سامنے اپنے مسائل اور اپنا مستقبل بھی ہو۔ اسکے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اور آخرت کے ثواب کی امید میں اور ربّ کریم کے وعدوں پر اعتماد و یقین کرتے ہوئے اسی حالت میں ہاتھ کھول کے اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر خرچ کرے۔

قرآن مجید میں ایسے بندوں کے لیے فلاح کا وعدہ ہے۔

ومن یوق شح نفسہٖ فاولئك هم المفلحون ۝

۵ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ مِنْهَا غَيْرُ كَتِفِهَا ——— (رواہ الترمذی)

Marfat.com

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بکری ذبح کی گئی اور اُس کا گوشت راہِ خدا میں تقسیم کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے دریافت فرمایا کہ بکری میں کیا باقی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ صرف ایک دست اس کی باقی رہی ہے (بقیہ سب ختم ہو گیا) آپ نے فرمایا اس دست کے علاوہ جو للہ تقسیم کر دیا گیا۔ درحقیقت وہی سب باقی ہے۔ اور کام آنے والا ہے (یعنی آخرت میں انشاء اللہ اس کا اجر ملے گا۔) جامع ترمذی

(٦) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْکَانَ لِیْ اُحُدٌ ذَھَباً یَسُرُّنِیْ اَنْ لَا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْہُ شَیْئٌ اِلَّا شَیْئٌ اَرْصُدُہٗ لِدَیْنٍ ـــــ (رواہ البخاری)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات یہ ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس کو راہ خدا میں خرچ کر دوں اور میرے پاس اس میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ سوائے اِس کے کہ میں قرض ادا کرنے کے لیے اس میں سے کچھ بچا لوں۔

(٧) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ۔
(رواہ الترمذی)

Marfat.com

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔
اور بری موت کو دفع کرتا ہے ـــــ (جامع ترمذی)

تشریح :- جس طرح دنیا کی مادی چیزوں جڑی بوٹیوں تک کے خواص اور اثرات ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں کے اچھے بُرے اعمال اور اخلاق کے بھی خواص اور اثرات ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں صدقہ کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر بندے کی کسی بڑی لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ کا غضب اس کی طرف متوجہ ہو تو صدقہ اس غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ بجائے اللہ کے غضب اور ناراضگی کے اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے اور دوسری خاصیت یہ ہے وہ بُری موت سے آدمی کو بچاتا ہے۔

(۸) عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَدَقَتُہٗ ـ (رواہ احمد)

ترجمہ :- مرثد بن عبد اللہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سُنی ہے کہ قیامت کے دن مومن پہ اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔ (مسند احمد)

تشریح :- حدیثوں میں بہت سے اعمال صالح کے بارے میں بتایا

Marfat.com

گیا ہے کہ قیامت کے دن یہ اعمال سایہ کا ذریعہ بن جائیں گے اس حدیث میں صدقہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں اس کی ایک برکت یہ ظاہر ہوگی کہ صدقہ کرنے والے کے لیے اس کا صدقہ سائبان بن جائے گا جو اس دن کی تپش اور تمازت سے اس کو بچائے گا۔ اللہ تعالٰے ان حقیقتوں کا یقین اور اس کے مطابق عمل نصیب فرمائے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ ـــــــــــ رواہ مسلم

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور قصور معاف کر دینے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ اس کو سربلند کر دیتا ہے اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالٰے کے لیے فروتنی اور خاکساری کا رویہ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بالاتری بخشے گا۔ (صحیح مسلم)

(۱۰) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰی اَهْلِهٖ وَهُوَ یَحْتَسِبُهَا کَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً ـــــــــــ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ :- حضرت ابو مسعود انصاری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی صاحب ایمان

Marfat.com

بندہ اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے
تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوتا ہے۔ (اور وہ عند اللہ
ثواب کا مستحق ہو گا ــــ (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

(١١) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ الآیۃ

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی)

ترجمہ:۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی اللہ کا حق ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:ــ

(١٢) لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ .... الآیہ

ــــــــــ (البقرۃ۔ ع۔ ٢٢)

ترجمہ:۔ اصلی نیکی اور بھلائی (کا معیار) یہ نہیں ہے کہ (عبادت میں) تم مشرق کی طرف اپنا منہ کرو یا مغرب کی طرف بلکہ اصلی نیکی کی راہ بس ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر اور جنھوں نے مال کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کیا قرابت داروں پر۔ یتیموں و

Marfat.com

مسکینوں پر اور مسافروں و سائلوں پر اور غلاموں کو آزادی دلانے میں اور اچھی طرح قائم کی انھوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ۔

تشریح :۔ حدیث کا مقصد و منشا یہ ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مقررہ زکوٰۃ (یعنی فاضل سرمایہ کا چالیسواں حصّہ) ادا کر دینے کے بعد آدمی پر اللہ کا کوئی مالی حق یا مطالبہ باقی نہیں رہتا اور وہ اس سلسلے کی ذمہ داریوں سے بالکل سبک دوش ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خاص حالات میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کے ضرورت مند بندوں کی مدد کی ذمہ داری دولت مندوں پر باقی رہ جاتی ہے۔

(١٣) عَنْ اَبِی مُوسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ قَالَ فَلْیَعْمَلْ بِیَدَیْہِ فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَیَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ قَالَ فَیُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْہُ قَالَ فَیَاْمُرُ بِالْخَیْرِ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ قَالَ فَیُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّہٗ لَہٗ صَدَقَۃٌ ــــــ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر کسی آدمی کے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے آپ نے

Marfat.com

فرمایا وہ اپنے دست و بازو سے محنت کرے اور کمائے
پھر اس سے خود بھی فائدہ اُٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔
عرض کیا گیا کہ اگر وہ یہ نہ کر سکتا ہو تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا
کسی پریشان حال محتاج کا کوئی کام کر کے اس کی مدد ہی
کر دے۔ (یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے) عرض کیا گیا اگر
وہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا تو اپنی زبان ہی
سے لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے لیے کہے لوگوں نے عرض کیا
اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا (کم از کم)
شر سے اپنے کو روکے (یعنی اس کا اہتمام کرے کہ اس سے
کسی کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچے) یہ بھی اس کے لیے ایک طرح
کا ایک صدقہ ہے۔ —— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح :- اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر دولت
اور سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی ان
کو بھی صدقہ کرنا چاہیئے۔ اگر روپیہ پیسے سے ہاتھ خالی
ہو تو محنت مزدوری کر کے اور اپنا پیٹ کاٹ کے صدقہ کی
سعادت حاصل کرنی چاہیئے۔ اگر اپنے خاص حالات کی
وجہ سے کوئی اس سے بھی مجبور ہو تو کسی پریشان حال کی خدمت
ہی کر دینا چاہیئے۔ اگر ہاتھ پاؤں سے خدمت نہ کر سکے
تو زبان ہی سے خدمت کرے۔

حدیث کی رُوح اور اس کا خاص پیغام یہی ہے کہ
ہر مسلمان خواہ امیر ہو یا غریب، طاقت ور اور توانا ہو

Marfat.com

یا ضعیف و کمزور اس کے لیے لازم ہے کہ دامے۔ درمے
قدمے۔ سخنے۔ جس طرح اور جس قسم کی بھی مدد اللہ کے
حاجت مند بندوں کی کر سکے ضرور کرے اور اس سے
دریغ نہ کرے۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ
قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا
کہ یا رسول اللہ صلعم؟ کون صدقہ افضل ہے؟
آپ نے فرمایا۔ وہ صدقہ افضل ترین صدقہ ہے۔ جو غریب
آدمی اپنی محنت کی کمائی سے کرے اور پہلے ان پر خرچ کرو
جن کے تم ذمہ دار ہو۔ (یعنی اپنے بیوی بچوں پر)

(۱۵) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَہ تُوُفِّیَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ
عَنْهَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ
وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا یَنْفَعُهَا شَیْئٌ اَنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ
قَالَ فَاِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِی الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَیْهَا۔

——— رواہ البخاری

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن
عبادہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا جب خود سعد
موجود نہیں تھے۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے جب ان کی اپنی

Marfat.com

ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انھوں
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری عدم موجودگی میں میری
والدہ کا انتقال ہو گیا۔ تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ
کردوں تو کیا ان کے لیے نفع مند ہوگا۔ (یعنی انھیں اس
کا ثواب پہنچے گا) رسول اللہ نے فرمایا کہ ہاں پہنچے گا۔ تو
سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں
نے اپنا باغ مخراف اپنی والدہ مرحومہ کے لیے صدقہ
کر دیا۔ ——————— (صحیح بخاری)

تشریح:۔ رسول اللہ صلعم کے ارشاد گرامی کے مطابق جس
طرح ایک آدمی اپنی طرف سے صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ
سے اس کے ثواب اور صلہ کی امید کر سکتا ہے۔ اسی طرح
اگر کسی مرنے والے کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اللہ تعالےٰ
اس کا ثواب وصلہ اس مرنے والے کو عطا فرمائے گا۔
پس مرنے والے کی خدمت اس کے ساتھ ہمدردی اور
احسان کا طریقہ دُعا و استغفار کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اُن
کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا اسی طرح اُن کی طرف
سے دوسرے اعمال خیر کر کے ان کو ثواب پہنچایا جائے۔
اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں (جو کہ حدیث
کے مختلف ابواب میں مروی ہیں) رسول اللہ صلعم نے یہ
بات پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ صدقہ
وغیرہ جو قابل قبول نیک عمل کسی مرنے والے کی طرف

Marfat.com

سے کیا جائے (یعنی اس کا ثواب اس کو پہنچایا جائے) وہ اس کے لیے نفع مند ہوگا۔ اور اس کو اس کا ثواب ملے گا۔

نوٹ :- سبحان اللہ وبحمدہ۔ کتنا عظیم فضل واحسان ہے اللہ تعالےٰ کا کہ اس راستے سے ہم اپنے ماں باپ۔ عزیزوں، دوستوں اور محسنوں کی خدمت ان کے مرنے کے بعد بھی کرسکتے ہیں۔

(۱٦) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنَّ اَبِی مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَّلَمْ يُوْصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ۔

(رواہ ابن جریر فی تہذیب الآثار)

ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور انھوں نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے اور (صدقہ وغیرہ کی) کوئی وصیت نہیں کی ہے تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا میرا یہ صدقہ ان کے لیے کفارۂ سیئات اور مغفرت ونجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں (اللہ تعالیٰ سے اسی کی امید ہے)

تشریح :- مندرجہ بالا حدیث اور دیگر احادیث (جو کتب حدیث کے مختلف ابواب میں مروی ہیں) سے یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے کہ صدقہ

Marfat.com

وغیرہ یا کوئی قابل قبول نیک عمل اگر کسی مرنے والے کی طرف سے کیا جائے۔ اور اس کا ثواب اُسے پہنچایا جائے تو وہ مرنے والے کے لیے نفع مند ہوگا اور اس کا ثواب اُسے پہنچے گا۔

سبحان اللہ وبحمدہ۔ کتنا فضل واحسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کہ اس راستے سے ہم اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیزوں دوستوں اور اپنے محسنوں کی خدمت ان کے مرنے کے بعد بھی کرسکتے ہیں۔ اور اپنے ہدیے اور تحفے اُن کو برابر بھیج سکتے ہیں۔

یہ مسئلہ احادیث نبویہ سے بھی ثابت ہے اور اس پر ائمہ حق کا اجماع بھی ہے[1]۔

(١٧) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ وَقَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَقَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ۔

رواہ الترمذی

ترجمہ:- فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی اللہ سے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے اور لوگوں میں عزیز ہے۔

جامع ترمذی

(١٨) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي وَهَلْ لَكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ۔ وَمَا سِوَا ذَالِكَ فَذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ ـــــ رواہ مسلم

Marfat.com

ترجمہ :- فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال حالاں کہ تیرے مال میں تیرا حصّہ اس کے سوا کیا ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا۔ یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے۔ اور تو اسے دوسروں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ بِهٖ فَیُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ فَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلُ النَّاسَ — (رَوَاهُ الْبُخَارِی وَمُسْلِم)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصلی مسکین جس کی صدقہ سے مدد کرنا چاہیے۔ وہ آدمی نہیں ہے جو مانگنے کے لیے لوگوں کے پاس آتا جاتا ہے۔ در در پھرتا ہے۔ اور سائلانہ چکر لگاتا ہے اور ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں (جب اس کے ہاتھ پر رکھ دی جاتی ہیں تو) لے کر واپس لوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اصل مسکین وہ بندہ ہے جس کے پاس اپنی ضرورتیں پورا کرنے کا سامان بھی نہیں ہے۔ اور چوں کہ وہ اپنا حال لوگوں سے چھپاتا ہے۔ اس لیے کسی کو اس کی حاجت مندی کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ صدقہ سے اس کی مدد کی جائے۔

Marfat.com

اور نہ وہ چل پھر کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔

—————— (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح :۔ حدیث کا مدعا یہ ہے کہ وہ پیشہ ور سائل اور گداگر جو در در پھر کر لوگوں سے مانگتے ہیں۔ اصلی مسکین اور صدقہ کے اصل مستحق نہیں ہیں۔ بلکہ صدقہ کے لیے ایسے باعفت ضرورت مندوں کو تلاش کرنا چاہیئے جو شرم و حیا اور عزت نفس کی وجہ سے لوگوں پر اپنی حاجت مندی ظاہر نہیں کرتے۔ اور کسی سے سوال نہیں کرتے —— یہی لوگ اصل مسکین ہیں جن کی خدمت اور مدد نہایت مقبول اور پسندیدہ عمل ہے۔

(۲۰) عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّدَقَۃُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَھِیَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ —————— رواہ احمد والترمذی والنسائی

ترجمہ :۔ سلیمان بن عامرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی اجنبی مسکین کو اللہ کے لیے کچھ دینا صدقہ ہے اور اپنے کسی عزیز قریب (ضرورت مند) کو اللہ کے لیے کچھ دینے میں دو پہلو ہیں اور دو طرح کا ثواب ہے۔ ایک یہ کہ وہ صدقہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ صلۂ رحمی ہے (یعنی حق قرابت کی ادائیگی ہے) جو بجائے خود بڑی نیکی ہے۔

(۲۱) لَا یَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ دُوْنَ جَارِہٖ (مشکوٰۃ۔ حضرت ابن عباسؓ)

Marfat.com

ترجمہ :- مومن اپنے ہم سایہ سے علیحدہ کبھی اپنا پیٹ نہیں بھرتا۔
تشریح :- اس حدیث کی رُوح اور مقصد یہ ہے کہ ایک مومن کو خود غرض بے رحم اور حالات سے بے خبر نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ خود تو شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کے پڑوس میں اس کا ہم سایہ بھوکوں مر رہا ہو۔ ایک ایمان والے شخص (مومن) کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی کھائے اور اپنے پڑوسی کی بھی خبر لے۔

(۲۲) اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ لِلسَّائِلِ صَدَقَۃٌ (حدیث)
ترجمہ :- سائل کے ساتھ نرم گوئی بھی صدقہ ہے۔

(۲۳) خیرالناس اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاس۔ (حدیث)
ترجمہ :- تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔

(۲۴) السَّمَاحُ رباحٌ (حدیث)
ترجمہ :- سخاوت منفعت ہے۔

(۲۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ۔ صَدَقَۃٌ جَارِیَۃٌ اَوْعِلْمٌ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٌ یَّدْعُوْلَہٗ (مسلم۔ حضرت ابو ہریرہؓ)
ترجمہ :- مرنے کے بعد انسان کے تمام عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر اس کے تین عمل ایسے ہیں جس کا ثواب اس کو برابر ملتا رہتا ہے۔
(الف) صدقہ جاریہ
(ب) وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔

Marfat.com

(ج) نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دُعا کرے۔

تشریح :- صدقہ جاریہ۔ کا مطلب یہ ہے۔ انسان کوئی ایسی چیز وقف کر دے جس سے ہر شخص فائدہ اُٹھاتا رہے۔ تو اس طرح جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ اس کو اس کا ثواب برابر ملتا رہے گا۔ جیسے کنواں۔ یتیم خانہ۔ لنگر خانہ۔ مسافر خانہ شفاخانہ وغیرہ تعمیر کرانا۔

علم نافع۔ سے مراد ایسا علم جس سے عوام الناس کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً آپ نے کوئی کتاب افادۂ عام کے جذبے سے لکھی جیسے آئمہ کرام و محدثین عظام نے انتہائی کاوشوں اور عرق ریزیوں کے جذبے سے تصنیفات نافعہ لکھیں۔ جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم۔ ابن کثیر وغیرہ کو شامل کیا جا سکتا ہے جن سے لوگ رہتی دنیا تک فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ یا جیسے کوئی کتاب افادۂ عام کے لیے وقف کر دی۔ یا کچھ لوگوں کو علمِ دین پڑھا دیا۔ اس طرح جب تک اس کتاب یا اس علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔ واقف کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔

ولدٌ صالحٌ۔ سے مراد ایسا سعادت مند اور نیک لڑکا جس کو اس کے والدین نے اچھی تعلیم و تربیت دے کر صالح بنایا ہو۔ اگر والدین کی وفات کے بعد وہ صالح لڑکا اپنے والدین کے لیے دُعا کرے گا تو اس کا ثواب

Marfat.com

والدین کو ملے گا۔

اس کے برعکس غلط تعلیم پانے والی غیر صالح اولاد اپنے والدین کو نہ تو یاد رکھے گی اور نہ ہی دعائے خیر کی ضرورت محسوس کرے گی۔

Marfat.com

اسلام کا سب سے پہلا وقف

وقف سے متعلق بخاری شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اس طرح ہیں

تَصَدَّقْ بِاَصْلِهٖ لَا یُبَاعُ وَلَا یُوْهَبُ وَلَا یُوْرَثُ وَلٰكِنْ یُنْفِقُ ثَمَرُهٗ.

ترجمہ :۔ اصل کو اس طرح خیرات میں دو۔ کہ نہ وہ فروخت ہو سکے۔ نہ ہبہ کیا جا سکے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو۔ بلکہ اس کا منافع لوگوں کو ملا کرے۔

Marfat.com

○

اسلام میں سب سے پہلے وقف کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی۔
اس کی تفصیلات اس طرح ہیں۔

خیبر میں ایک طویل وعریض قطعۂ آراضی واقع تھا۔ جس کے ایک حصہ میں کھجوروں کا باغ تھا۔ اور بقیہ حصہ میں زراعت ہوتی تھی بعض روایات کے مطابق اس قطعۂ آراضی میں صرف باغ ہی تھا جو کہ ثمغ کے نام سے مشہور تھا۔

۷ھ میں خیبر جنگ کے نتیجے میں فتح ہوا تھا۔ وہاں کی زمین عام طور پر بڑی زرخیز تھی۔ فتح کے بعد اس کی زمینوں کا تقریباً نصف حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے حصہ میں جو قطعۂ آراضی آیا تو انھوں نے یہ محسوس کیا کہ ان کی ساری مالیت میں وہ نہایت قیمتی اور گراں قدر ہے اور قرآن پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ○

ترجمہ :- کہ تم نیکی اور مقبولیت کا مقام اس وقت تک حاصل نہیں کر سکو گے جب تک کہ اپنی محبوب اور مرغوب چیزیں راہِ خدا میں صرف نہ کر دو گے۔

چنانچہ اسی بنا پر حضرت عمرؓ کے دل میں یہ خیال آیا کہ خیبر کی یہ جائداد جو میرے حصہ میں آئی ہے اس سے بہتر کوئی اور جائداد میرے پاس نہیں ہے۔ میں اس کو فی سبیل اللہ خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور سعادت حاصل کر لوں۔ لیکن اس سلسلے میں وہ خود کسی فیصلے پر نہ پہنچ پائے۔

Marfat.com

کہ اس کے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ان کے لیے سب سے بہتر صورت کیا ہے تو انھوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں رہنمائی چاہی تو آپ نے اُن کو وقف کرنے کا مشورہ دیا۔ تاکہ وہ صدقہ جاریہ رہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس قطعۂ اراضی جس کو ثمغ کہتے تھے وقف کر دیا۔ اور اس کے مصارف بھی متعین فرما دیئے۔ یہ مصارف قریب قریب وہی ہیں جو کہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے بیان میں فرمائے گئے ہیں۔

(سورۂ توبہ آیت ۶۰)

عام طور پر صحیح بخاری و مسلم کی حسب ذیل حدیث وقف کی اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور مورخین و علماء و فضلاء نے اسی حدیث سے وقف کی ابتدا تسلیم کی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ اَصَابَ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ بِهٖ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبٰى وَفِي الرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا اَنْ يَاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ ——— (رواہ البخاری و مسلم)

مترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان فرمایا کہ میرے والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک قطعۂ اراضی ملا تو وہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خیبر میں ایک قطعۂ آراضی ملا ہے (وہ نہایت نفیس اور قیمتی ہے) اس سے بہتر کوئی مالیت میں نے نہیں پائی۔ آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایسا کرو کہ اصل زمین کو محفوظ (یعنی وقف) کر دو اور اس کی پیداوار یا آمدنی کو صدقہ قرار دے دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو اسی طرح وقف کر دیا۔ اور فی سبیل اللہ صدقہ قرار دیا۔ اور طے فرما دیا کہ یہ زمین نہ کبھی بیچی جائے۔ نہ ہبہ کی جائے۔ اور نہ اس میں وراثت جاری ہو بلکہ اس کی آمدنی اللہ کے واسطے خرچ ہو۔ فقیروں۔ مسکینوں۔ اہل قرابت اور غلاموں کو آزاد کرانے پر صرف ہو۔ اور جہاد کے سلسلہ میں مسافروں اور مہمانوں کی خدمت میں خرچ کیا جائے۔

اور جو شخص اس کا متولی ہو یا منتظم ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مناسب حد تک اس میں سے خود کھائے اور کھلائے۔ بشرطیکہ اس کے ذریعہ مال جوڑنے اور مال دار بننے والا نہ ہو ——— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)[1]

شرائطِ وقف نامہ:- حضرت عمرؓ نے وقف نامہ میں حسب ذیل

---

[1] تجرید البخاری

شرائط بھی تحریر فرمائیں۔

(الف) جائداد موقوفہ نہ تو فروخت ہوسکے گی اور نہ ہی اُسے ہبہ کیا جاسکے گا۔

(ب) اس میں وراثت بھی جاری نہیں ہوگی۔

(ج) اس وقف کی آمدنی مسافروں۔ مہمانوں۔ مجاہدین اسلام رشتہ داروں اور فقراء و مساکین پر صرف ہوگی۔

تولیتِ وقف:- فاروقِ اعظمؓ نے اپنے اس وقف کے سلسلہ میں طریقہ انتخاب تولیت کے لیے حسب ذیل اصول متعین فرمائے۔

سب سے پہلے ام المومنین حضرت حفصہؓ اس کی متولیہ ہوں گی آپ کے بعد عبداللہ بن عمرؓ (خود ان کے صاحب زادے) متولی ہوں گے۔ ان کے بعد کے لیے یہ قاعدہ تحریر فرمایا کہ میری اولاد میں جو سب سے بڑا ہوگا وہ متولی ہوگا۔[1]

عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ متذکرہ بالا حدیث سے وقف سے متعلق حسب ذیل بنیادی اصول معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) اصلاً جائداد خیرات میں نہیں دی جائے گی۔ اس کو باقی اور قائم رکھا جائے گا۔

(۲) قائم اور محفوظ رکھی جانے والی جائداد سے جو آمدنی۔ منافع یا فائدہ ہوگا وہ کار خیر میں صرف کیا جائے گا و نیز اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں پر بھی صرف کیا جائے گا۔

(۳) مقاصد وقف مذہبی دینی اور خیراتی ہوں گے۔

---

[1] تجرید البخاری

Marfat.com

(۴) جائداد موقوفہ کو کبھی فروخت نہ کیا جا سکے گا۔

(۵) اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

(۶) اس کو ہبہ بھی نہیں کیا جا سکے گا۔

(۷) واقف کی حیثیت مالک کی نہیں بلکہ امین کی ہو جائے گی۔

کیوں کہ واقف کی حیثیت صرف منتظم۔ متولی یا مینجر کی رہ جاتی جو کہ جائداد موقوفہ کی صرف دیکھ بھال نگرانی کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ اس کے مالکانہ اختیارات اسی وقت ختم ہو جاتے ہیں جب کہ وقف کا وجود عمل میں آتا ہے۔

بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ وقف بالاستعمال کے نقطۂ نظر سے کعبہ شریف جسے اپنی قدامت کے اعتبار سے شرف اولیت حاصل ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا وقف ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ استدلال ہے کہ چوں کہ مسجد نبوی کے سلسلہ میں آراضی برائے مسجد خریدی گئی اور پھر اس قطعۂ آراضی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تعمیر مسجد کے لیے وقف کر دیا گیا اس لیے پہلا وقف مسجد نبوی ہو سکتا ہے۔

دونوں نقطۂ نظر اپنی اپنی جگہوں پر درست ہیں۔ اگر قدامت تعمیر اور مذہبی دینی مقاصد کے لیے مسلسل استعمال ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پھر وقف بالاستعمال کی تعریف میں یہ دونوں اوقاف آسکتے ہیں۔

لیکن باقاعدہ جملہ شرائط و قیود کے ساتھ دستاویزی طور پر جس کا باقاعدہ وقف نامہ بھی تحریر کیا گیا ہو وہ حضرت عمرؓ کا "باغ ثمغ" کا وقف ہے۔

یقیناً کعبہ شریف اور مسجد نبوی دنیائے اسلام کے اہم اور شہرۂ آفاق

Marfat.com

ابتدائی اوقات میں سے ہیں۔ ان پر روشنی ڈالے بغیر اوقاف کی تاریخ نامکمل اور نا تمام رہے گی اس لیے قارئین کی معلومات کے لیے متذکرہ بالا دونوں مقدس اوقاف کی تاریخ پر ہم نے ایک علیحدہ باب "دنیائے اسلام کے اہم اوقاف" میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

اوقاف نبوی

وَابْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِہٖ
ثِمَالَ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

——— ابوطالب

ترجمہ :- "وہ گورے مکھڑے والا۔ جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابرِ رحمت کی دُعائیں مانگی جاتی ہیں! وہ یتیموں کا سہارا۔ وہ بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست"۔

Marfat.com

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

مُمتاز اَسماءِ مُبارک : محمد۔ احمد۔ حامد۔ محمود۔ ماحی۔ حاشر۔ عاقب

ممتاز خطابات : امام الانبیا۔ رحمۃ للعالمین۔ خاتم النبین۔ شفیع المذنبین طٰہٰ۔ یٰسین۔ مدثر۔ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

ولادتِ باسعادت : ۹ ریا ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ۔ قبل طلوعِ آفتاب ۱۱ ماہ بیشنس۔ ۲۶۷۵ سنہ طوفان نوح۔ یکم جیٹھ ۳۶۷۲ کل یگ۔ ۲۰ ماہ ہفتم ۲۶۸۵ سنہ ابراہیمی۔ ۲۰ ماہ نیسان ۸۸۲ سکندری۔ یکم جیٹھ ۲۲۸ بکرمی شمسی۔ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء

نسب نامہ : محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ بن ہاشم۔ بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ۔ بن کعب۔ بن لوئی۔ بن غالب۔ بن فہر۔ بن مالک۔ بن النضر بن کنانہ۔ بن خزیمہ۔ بن مدرکہ۔ بن العباس بن مضر بن نزار۔ بن معد بن عدنان (جو کہ چالیسویں پشت میں حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے فرزند تھے)

عالم دینوی میں یوم ولادت سے یوم وفات تک ۶۳ سال ۴ یوم قیام فرمایا۔ جس میں ۵۳ سال مکہ معظمہ اور دس سال مدینہ منورہ میں سکونت رہی۔

مُدّت تبلیغ رسالت :- ۸ ہزار ایک سو چھپن یوم (۸۱۵۶) یوم۔

۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ مطابق ۸ رجون ۶۳۲ء بوقت چاشت سفر آخرت اختیار کر کے حجرۂ مبارک حضرت عائشہ صدیقہ میں قیام فرمایا۔ اور آج تک گنبد خضرا میں آرام فرما ہیں۔

صورت تری معیار کمالات بنا کر ٭ دانستہ مصوّر نے قلم توڑ دیا ہے

Marfat.com

آپ کی ذات گرامی بانی وقف کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے صرف انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب و تحریص پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر عملی اقدامات اٹھا کر بنی نوع انسان کے لیے وقف کے وہ بیش بہا اور زریں اصول پیش کیے جو کہ غربت و ناداری کے لیے ایک نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ جہاں ایک طرف انسان کو اخلاقی و روحانی قدروں کے اعلیٰ مدارج پر دیکھنا چاہتے تھے وہاں دوسری طرف آپ کا یہ بھی منشاء تھا انسان کفالت کی بنیادی ضروریات سے بھی مستغنی ہو۔ کیوں کہ معاشی بدحالی کی وجہ سے انسان کفر کی حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور شیطانی طریقوں سے زندہ رہنے کے منصوبے تیار کرنے لگتا ہے۔

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا ۔ (ترجمہ۔ غربت و ناداری کفر تک پہنچا دیتی ہے)

چنانچہ آپ نے غرباء و مساکین کی امداد کے لیے وقف کا ایک دوامی نظام پیش کیا جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کے چشمے جاری ہو گئے۔

(۱) آپ فیاضی اور دریا دلی میں سرتا پا مجسمہ سخاوت تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي[1]

ترجمہ :- میں تو صرف بانٹنے والا ہوں۔ دینے والا تو صرف اللہ ہے

(۲) حضرت خدیجہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس نوّے ہزار درہم آئے جو ایک بورے پر ڈھیر کر دیئے گئے۔ آپ نے ان سب درہموں کو تقسیم کر دیا۔ اور کسی سائل کو محروم نہیں کیا۔ حالانکہ

---

[1] ۔ صحیح بخاری [2] ۔ صحیح بخاری

Marfat.com

اسی شام آپ کے گھر میں فاقہ تھا[1] مال تجارت میں آپ کو جتنا منافع ہوتا تھا اس کا بیشتر حصّہ رشتہ داروں۔ غریبوں۔ مسکینوں۔ یتیموں اور مسافروں کی امداد پر صرف کر دیتے تھے۔

(۳) آپ نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے چچا ابو طالب مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں تو آپ نے ان کا بار ہلکا کرنے کے لیے ان کے صاحب زادے حضرت علیؓ کو پرورش کرنے کے لیے خود اپنی کفالت میں لے لیا۔ اور اولاد کی طرح پرورش کی۔

(۴) ایک مرتبہ خطبۂ عید میں آپنے صدقہ کی ترغیب دی۔ عورتوں کا مجمع تھا۔ حضرت بلال دامن پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور ہاتھ کی انگوٹھیاں اتار اتار کر پھینکتی جاتی تھیں۔ تھیں

(۵) ایک بار آپنے دیکھا کہ انصارؓ نے اپنے باغوں کے گرد چہار دیواریاں قائم کر دی ہیں۔ حالاں کہ وہ پہلے ایسا نہیں کرتے تھے۔ آپنے نمازیوں سے کہا کہ نماز جمعہ کے بعد چلے نہ جانا میں کچھ کہوں گا جب نماز ختم ہوچکی تو تمام لوگ منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے تم لوگ اپنی قوم کا تاوان دیتے تھے۔ اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ اور دوسری نیکیاں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام آیا تو مال کی اس قدر حفاظت کرتے ہو۔ انسان جو کچھ کھا لیتا ہے۔ اور چڑیاں جو کچھ کھا لیتی ہیں ان کا بھی ثواب ملتا ہے۔ انصار پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ مسجد سے نکل کر سیدھے اپنے باغوں میں گئے اور سبنے یا تو چہار دیواریاں گرا دیں۔ یا فصیلوں میں ایک ایک

---

[1] صحیح بخاری

Marfat.com

دو دو شگاف کر دے تا کہ ضرورت مند فائدہ اُٹھا سکیں[1]

(۶) جود و سخا آپ کی فطرت تھی۔ تمام عمر کسی سائل کے سوال پر لفظ "نہیں" ارشاد نہیں فرمایا[2] آپ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کے پاس سرمایہ موجود ہوتا تو کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے ورنہ وعدہ فرماتے اس معمول پر لوگ اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ ایک مرتبہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری ایک معمولی سی حاجت باقی رہ گئی ہے۔ مجھے خوف ہے کہیں بھول نہ جاؤں اس کو پورا کر دیجیے۔ چنانچہ آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت براری کر کے واپس ہوئے تو نماز ادا کی[3]

(۷) لوگوں کو عام حکم تھا کہ اگر کوئی مسلمان مر جائے اور اپنا قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو۔ میں ادا کروں گا۔ لیکن مرنے والے کا ترکہ اس کے وارثوں کا حق ہے[4]

(۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس کبھی مال جمع نہیں ہونے دیا۔ آپ ہمیشہ مقامی حاجت مندوں اور بیرونی سائلوں کو تمام مال تقسیم فرما دیتے تھے۔

(۹) آپ کے پاس اگر کبھی دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا اور سائل آجاتا تو اس کی امداد کے لیے قرض تک لیا کرتے تھے۔

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ خالد بن سحر [2] صحیح بخاری [3] صحیح بخاری ج۔۱ ص۲۸۴ [4] صحیح بخاری

Marfat.com

(۱۰) صفوان بن امیہ کا بیان ہے کہ حضور نے مجھے جو مال عطا کیا۔ اس میں تین سو بکریاں بھی تھیں۔ حسب ذیل شعر اسی واقعہ سے متعلق ہے۔

وَ الَّذِیْ لَا یَتَّقِیْ فَقْراً اِذَا
یُعْطِیْ وَ لَوْ کَثُرَ الْاَنَامُ وَ دَامُوْ

ترجمہ:- یہ وہ ہستی ہے جب عطا و بخشش پر آتی ہے تو اُسے تہی دست ہو جانے کا اندیشہ نہیں خواہ اس کے سامنے کتنی ہی کثیر مخلوق کیوں نہ سائل بن کر آجائے۔ اور یہ تانتا متواتر بندھا رہے۔

(۱۱) مصیبت کے مارے دُور دُور سے آپ کی فیاضیوں کا چرچا سُن کر آتے۔ اور اس دریائے سخاوت سے جام بھر بھر کر لے جاتے۔

(۱۲) مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار ایک بدو آیا اور حضور کی چادر کھینچ کر اکڑ بن سے کہنے لگا۔ محمدؐ یہ مال خدا کا مال ہے۔ تمہیں کچھ اپنے مال یا اپنے باپ کے مال سے نہیں دینا ہے۔ لاؤ ایک بارِ شتر مجھے لدوا دو۔ اس مجسمۂ رحمت نے قدرے سکوت فرمایا اور پھر ٹھنڈے انداز میں فرمایا۔ بیشک یہ مال خدا کا مال ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔ پھر حکم دیا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بارِ شتر کھجوریں بدو کو دے دی جائیں۔ چنانچہ وہ مالِ مطلوبہ سے زائد امداد پا کر خوش خوش رخصت ہوا۔

(۱۳) آپ کی فیاضانہ روش کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص آیا اور اپنی معاشی بدحالی کا دُکھڑا رونے کے بعد سوال کیا۔ آپنے پہاڑوں

Marfat.com

کے درمیان چرتی ہوئی بکریوں کا ایک ریوڑ عطا فرمایا۔

(۱۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء، مساکین، مجاہدین اور دوسرے اہل ضرورت کے لیے سات باغات وقف فرمائے تھے۔

نوٹ:۔ بعض صحابہ نے اپنی وفات کے بعد کے لیے اپنے باغات کے مالکانہ حقوق آپ کو دے دیے تھے۔ چنانچہ آپ کو جب مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے تو آپ نے ان باغات کو امور خیر کے لیے وقف کر دیا۔[1]

(۱۵) مدینہ میں ہجرت کے بعد جیسے ہی مسافرت کی کیفیت ختم ہوئی آپ نے ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لیے زمین (جو دو یتیموں کی ملکیت تھی) خریدی گئی اور اس کی باقاعدہ قیمت ادا کی گئی اس کی تعمیر میں صحابہؓ کے ساتھ آپ خود بھی شریک تھے اور یہ صدا بلند ہو رہی تھی

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَة ÷ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

ترجمہ:۔ آخرت کی ابدی زندگی ہی زندگی ہے۔ اور وہ نہ ہو تو پھر زندگی ہیچ ہے۔ اے اللہ تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔[2]

یہ مسجد "مسجد نبوی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو کہ خود ہی ایک عظیم وقف ہے۔ ہر آنے والے خلیفہ اور حکمران نے اس کی تعمیر و تزئین میں اضافہ کیا اور اس کے لیے باقاعدہ اوقاف بھی قائم کیے۔ یہاں تک کہ یہ عظیم مسجد دنیائے اسلام کے اہم اوقاف میں شامل ہو گئی۔

---

[1] "المسلمون" دمشق۔ از قلم علامہ مصطفیٰ السباعی و مجلہ اوقاف سہ ماہی پنجاب ۱۹۶۳ء [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵-۱۱۴

Marfat.com

نوٹ :- اس عظیم مسجد کا تفصیلی ذکر ہم نے دنیا کے اہم اوقاف کے باب میں وقف مسجد نبوی کے عنوان سے علیحدہ کیا ہے۔ مزید معلومات کے لیے اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱۶) صاحب فتح القدیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے کچھ اوقاف کا ذکر کیا ہے۔ وہاں بخاری شریف کے حوالے سے حضور کے ایک وقف کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْضاً وَجَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَةً [1]

ترجمہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آراضی مسافروں کے لیے وقف کی تھی۔

(۱۷) بخاری شریف کے الفاظ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وقف کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخِیْ جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَماً وَّلَا اَمَةً وَلَا شَیْئاً اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَیْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضاً جَعَلَهَا صَدَقَةً [2]

ترجمہ :- حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے) ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے بھائی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] فتح القدیر ج ۶ ص ۲۱۵ [2] تجرید البخاری ص ۵۲۱

Marfat.com

نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ کوئی لونڈی نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے سفید خچر۔ ہتھیار اور ایک زمین جو کہ آپ نے صدقہ کر دی تھی (یعنی وقف کر دی تھی)

(۱۸) بخاری و مسلم شریف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقاف کے بارے میں مزید روشنی پڑتی ہے۔ حدیث نبوی کے الفاظ یہ ہیں۔

نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ [1]

ترجمہ:۔ ہم سب انبیاء جو مال چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں وہ ان کے ورثہ میں تقسیم ہونے کے بجائے فقراء اور دوسرے ضرورت مندوں کے کام آتا ہے۔ (یعنی وقف کے حکم میں آجاتا ہے)

ایک سیرت نگار نے آپ کے ایثار و قربانی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

"دولت کے ڈھیر اپنے ہاتھوں سے صرف اور تقسیم کیے مگر اپنے گھر کے لیے فقر و فاقہ اور سادہ سی گزران کا عالم پسند کیا۔ اپنے گھر والوں کے لیے کوئی اندوختہ نہیں چھوڑا کوئی جائداد نہیں بنائی۔ اور ان کے لیے کوئی بالاتر مالی حقوق قائم نہیں کیے۔ ان کے لیے کسی عہدے کی موروثی گدی نہیں چھوڑی۔ دربان اور خادم بھرتی نہیں کیے بوادیا جمع نہیں کیں۔ اور کوئی سامانِ آرائش گھر میں پسند نہیں کیا" [2]

---

[1] صحیح بخاری۔ صحیح مسلم [2] محسن انسانیت۔ نعیم صدیقی

Marfat.com

صحابہ کرامؓ

اور

اوقاف

"کلام الٰہی اور ارشادات رسول کے ذریعہ انفاق فی سبیل اللہ کی اس قدر اہمیت اور عظمت بیان کی گئی اور اس کی اتنی ترغیب دلائی گئی کہ ایمان والوں میں یہ احساس و یقین پیدا ہو گیا کہ مال و دولت جمع کرنے اور جوڑ کر رکھنے کی چیز ہی نہیں ہے بلکہ اسے پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کو اللہ کے راستے میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ نے اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اور انفاق فی سبیل اللہ کے وہ نادر نمونے پیش کیے جس کی نظیر دنیا آج تک پیدا نہ کر سکی۔"

Marfat.com

اَوقاف حضرت ابوبکر صدیق بن قحافہؓ ۱۱ ۶۶۳۳ لغایۃ ۱۳ ۶۳۴

فطرت کا سرودِ ازلی اِن کے اِزادے
آہنگ میں یکتا صفتِ سُورۂ رحمٰن
(علامہ اقبالؔ)

نام عبداللہ۔ کنیت ابوبکر۔ لقب صدیق اور عتیق۔ آپ کی پیدائش عام الفیل سے ڈھائی سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ خود بھی صحابی۔ والدین بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی آزاد مردوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والے۔ رفیق غار ثور۔ وہ خلیفہ راشد جن کا نفقہ خود رعایا نے مقرر کیا۔ حضور اکرم کی حیات ہی میں سب سے پہلے امیر الحج بننے کا شرف پانے والے۔ سب سے پہلے دوزخ سے نجات کی خوش خبری پانے والے۔ عشرۂ مبشرہ میں ہیں۔ قرآن مجید کو سب سے پہلے جمع کرنے اور سب سے پہلے اس کا نام مُصحف رکھنے والے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر ان کی جگہ امامت کا شرف حاصل کرنے والے۔

۲ سال ۳ ماہ ۹ دن خلیفہ رہنے کے بعد بہ عمر ۶۳ سال مغرب وعشاء کے درمیانی وقت میں وصال ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے غسل دیا۔ فاروق اعظم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں قبہ خضرا کے اندر مدفون ہوئے۔[1]

Marfat.com

(۱) آپ انتہائی فیاض اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ غرباء کی امداد۔ یتیموں کی دیکھ بھال اور بیواؤں کی خبر گیری میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ سائل کی طلب سے زائد دینا آپ کا شیوہ تھا۔

اسلام قبول کرتے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے مدینہ پہنچتے پہنچتے کل پانچ ہزار رہ گئے۔ وہ بھی سب اللہ کے راہ میں خرچ کر دیئے۔ خود تنگی ترشی سے بسر کرتے تھے لیکن غریبوں اور محتاجوں کا اتنا خیال تھا کہ موسم سرما میں ان کو کپڑے تقسیم کرتے تھے [۱]

(۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کر کے اسلام کی آڑے وقتوں میں مدد کی جس کا اعتراف خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد موقعوں پر کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔

مَا نَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِی مَالُ اَبِی بَکْرٍ [۳]

ترجمہ:- ابوبکر کے مال نے مجھ کو جو نفع پہنچایا ہے کسی اور کے مال نے اتنا نہیں پہنچایا۔

(۳) ایک دوسرے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ تشکر کا اظہار فرمایا۔

اِنَّہٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ

۱؎ ترجمہ ازالۃ الخفا فصل چہارم صفحہ ۲۴۹ ۲؎ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۰

۳؎ جامع ترمذی مناقب ابی بکر الصدیق

Marfat.com

مَنْ اَبِی بَکْرٍ۔

ترجمہ :۔ بے شبہ جان و مال کے لحاظ سے ابوبکر سے زیادہ مجھ پر کسی اور کا احسان نہیں ہے۔

یہ سُن کر حضرت ابوبکر رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ جان کیا کسی اور کے لیے بھی ہے [۱]

(۴) آپ نے متعدد اوقاف قائم کیے۔ اور مکہ و مدینہ کے متعدد مکانات اپنے رشتہ داروں کے لیے وقف کیے۔

آپ کے اوقاف کی بابت بیہقی میں یہ اشارہ ملتا ہے۔

تَصَدَّقَ اَبُوْبَکْرٍ بِدَارِہٖ بِمَکَّۃَ عَلٰی وَلَدِہٖ فَھِیَ اِلَی الْیَوْمِ

ترجمہ :۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا مکان جو مکہ مکرمہ میں تھا۔ اپنی اولاد پر وقف کر دیا تھا اور وہ اب تک قائم ہے۔

(۵) غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے ایثار و قربانی کی جو مثال قائم کی اس کی کوئی نظیر ملنا مشکل ہے۔

جس سال غزوۂ تبوک پیش آیا وہ خشک سالی۔ عام مالی تنگدستی اور زبوں حالی کا دور تھا۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے چندہ کی پرزور اپیل کی۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ اپنے کل مال کا نصف مال حضور کی خدمت میں لے آئے اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میں کسی دن ابوبکرؓ پر بازی لے جا سکتا

---

[۱] کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۶ [۲] جامع ترمذی باب مناقب ابی بکر الصدیق و ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ [۳] حضرت صدیق اکبر

Marfat.com

ہوں تو وہ آج ہی کا دن ہے ۔ لیکن جب ابوبکرؓ آئے تو جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب اٹھا لائے ۔ حضورؐ نے پوچھا ۔ ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا " بس! میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے ۔" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اب مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا[۲]

علامہ اقبالؒ نے اس بے مثال واقعہ کو اشعار کے قالب میں اس طرح ڈھالا ہے ؎

"صدیق"

اِک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مال دار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت[۳]
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت جنس
اسپِ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول بس[۱]

---

[۱] بانگِ درا ۔ علامہ اقبالؒ

Marfat.com

(۳) دورِ صدیقی کی اسلامی حکومت شاید پہلی حکومت تھی۔ جس نے سماج کے غریب مسکین اور کمزور طبقہ کے حقوق کے لیے جنگ کی حالاں کہ قبل اسلام کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ طاقت ور طبقہ ہمیشہ ان کے حقوق غصب کرتا رہا۔

Marfat.com

اوقاف حضرت عمر بن الخطابؓ ۱۳ھ/۶۳۴ء لغایت ۲۴ھ/۶۴۵ء

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

فاروق اعظم ـــــ خلیفۂ راشد ـــــ آرزوئے رسول

لقب فاروق۔ کنیت ابو حفص۔ قریشی۔ عدوی۔ ظہور اسلام کے چھٹے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اُسی وقت سے اسلام اعلانیہ ظاہر ہوا۔ عشرۂ مبشرہ میں شامل جمع قرآن کا ارادہ سب سے پہلے آپ ہی کے دل میں آیا۔ بدن پر پیوند لگا ہوا کرتہ۔ سر پر پھٹا ہوا عمامہ۔ پاؤں میں معمولی چپل۔ لیکن رعب و دبدبہ کا یہ عالم کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں لرزہ براندام۔ رعایا کی خبر گیری کے لیے راتوں کو گھوم پھر کر حالات کا پتہ چلانے والے۔ بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرنے کے لیے کاندھے پر مشکیزہ اٹھانے والے[1]

دس سال چھ مہینے پانچ دن خلافت کر کے مغیرہ بن شعبہ ابو لوءلوء مجوسی کے ہاتھوں مدینہ منورہ میں زخمی ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ کو بہ عمر ۶۳ سال وصال ہوا۔ حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبہ خضرا میں مدفون ہوئے[2]

---

[1] حیات فاروق اعظم۔ مترجمہ شاہ حسن عطا [2] ترجمہ ازالۃ الخفا فصل چہارم صـ۲۴۹

Marfat.com

(۱) دنیا کے اوقاف میں آپ کی امتیازی حیثیت کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا وقف کرنے کی سعادت بارگاہِ رسالت سے آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ تمام مورخین وقف کی ابتدائی ماخذ کے لیے آپ ہی کے وقف باغ ثمغ[1] کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلا باقاعدہ تحریری وقف نامہ آپ ہی نے لکھا جس میں شرائط تولیت بھی مرقوم ہیں اور مداتِ مصارف وقف بھی درج ہیں۔ اس وقف کا تفصیلی ذکر تیسرے باب "اسلام کا سب سے پہلا وقف" کے تحت آچکا ہے اُسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲) خلافت کے کام انجام دینے میں آپ نے اپنی حیثیت صرف ایک متولی یا شیرازہ بند کی رکھی۔ لوگوں سے کہتے تمہارے مال میں مجھ کو اسی قدر حق ہے جس قدر ایک یتیم کے مال میں متولی کو ہوتا ہے۔ عمال کو مقرر کرتے وقت ہدایت دیتے کہ وہ اپنے حدود سے آگے نہ بڑھیں۔ باریک کپڑے نہ پہنیں۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں۔ دروازے پر دربان نہ رکھیں۔ اہل حاجت کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھیں۔ آپ نے متعدد اوقاف کیے جن کے مقاصد میں افراد خاندان کے گزارے اور امور خیر شامل تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے وقف نامے بھی لکھے۔

آپ نے اپنی مدت خلافت میں بے شمار ایسے کارنامے انجام

---

[1] تجرید البخاری

دیئے جو مفادِ عامہ کے عنوان سے کارِ خیر کے تحت آتے ہیں اور ان میں وقف کی رُوح جھلکتی ہے۔

(۳) اپنے دور میں بہ کثرت مساجد تعمیر کرائیں۔ شام کے عمال کو حکم بھیجا کہ ہر شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی جائے۔ روضۃ الاحباب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے تقریباً ۴ ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں جن کے لیے امام و موذن بھی مقرر کیے و نیز ان کے مصارف کے لیے باقاعدہ بیت المال سے انتظام کیا[1]

(۴) حرم محترم کی عمارت تنگ تھی۔ ۱۷ھ میں اس کی توسیع کرائی اور اس کے گرد دیوار کھچوا کر عام آبادی سے الگ کیا۔ کعبہ شریف پر معمولی کپڑا (نطع) کا غلاف چڑھا کرتا تھا۔ آپ نے (قباطی) (جو ایک بیش قیمت کپڑا ہوتا تھا) کا غلاف چڑھوایا[2]

(۵) مسجد نبوی کی توسیع کی۔ ازواج مطہرات کے گھروں کو چھوڑ کر مسجد نبوی سے متصل جتنے مکانات تھے سب کو خرید کر مسجد کی عمارت میں شامل کر دیا۔ پہلے مرکز کا طول سو گز تھا۔ اس تعمیر میں بیس گز کا اضافہ ہوا۔

(۶) عوام کی ضرورت کے لیے متعدد نہریں کھدوائیں جس میں نہر ابو موسیٰ، نہر سعد، نہر امیر المومنین بہت اہم اور قابل ذکر ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کرائے۔ کوفہ اور مدینے کے مسافر خانے بہت اہمیت کے حامل تھے۔ مفتوحہ قوموں کے معاہدوں میں پُل و

---

[1] کتاب الخراج ص ۶۰ [2] بخاری باب بنیان الکعبہ [3] فتوح البلدان

Marfat.com

سڑکیں بنوانے کی شرطیں ہوئی تھیں۔

(۷) مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی سڑکوں کے دونوں طرف ہر منزل پر سرائیں اور حوض تعمیر کرائے تھے۔

(۸) حضرت عمرؓ کو اس امر کا بہت خیال تھا کہ کوئی فرد بھوک سے مرنے نہ پائے۔ چنانچہ ملک میں جس قدر معذور مجبور اور از کار رفتہ آدمی تھے بلا قید مذہب و ملت بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کر دیے گئے تھے۔

(۹) لاوارث بچوں کی پرورش کا انتظام بھی بیت المال سے کیا جاتا تھا ایسے بچے جن کی مائیں انھیں راستوں میں پھینک جایا کرتی تھیں انھیں ابتدا میں سو درہم سالانہ بیت المال سے مقرر تھے پھر ان کی عمر جیسے جیسے بڑھتی تھی وظیفے کی رقم میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا[۱]

نوٹ: یہ وہ کارنامہ ہے جس کی مثال اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں مل سکتی۔

(۱۰) حضرت عبداللہ ابن عمر کا قول ہے کہ آپ کے والد (حضرت عمرؓ) نے خیبر کی زمین کے علاوہ ایک دوسری زمین بھی امور خیر کے لیے وقف کی تھی[۲]

---

[۱] یعقوبی جلد ۲۔ ص ۱۷۱۔ [۲] خلاصتہ الوفا صنہ ۲۶۰

* حضرت عمر کے وقف کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ متولی اور منتظم خود بھی اس جائداد سے بہ قدر ضرورت فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس کے غیر مستطیع اور نادار اعزا و احباب بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۱) تصدق عمر بربعته عند المروة بالایته علی ولده فھی الی الیوم[1]	حضرت عمرؓ نے ایک جائداد جو مروہ میں تھی اپنے بیٹوں پر وقف کر دی جو آج بھی موجود ہے۔

(۱۲) آپ نے مکہ اور مدینے کے درمیان ایسے اشخاص مقرر کیے۔ جو گم گشتگان قافلہ کو سیراب راستوں سے لے جا کر منزلِ مقصود تک پہنچاتے تھے[2]

(۱۳) خالد بن بجیر اسلمی نے حسن سے سن کر بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار کی رقم کو (جو ان کے مال کی کل املاک کا چوتھائی حصہ تھا) فی سبیل اللہ خرچ کر دینے کی وصیت کی تھی[3]

---

[1] شرح ھدایہ۔ [2] مقریزی، ج اول ص ۲۶۱

[3] حیاتِ فاروقِ اعظم۔ شاہ حسن عطا

Marfat.com

اوقاف حضرت عثمان بن عفانؓ ۲۴/۶۲۵ لغایۃ ۳۵/۶۵۵

ابرِ کرم مسلسل ہیں دونوں ہاتھ ان کے
جود و سخا سے ان کے افلاس کانپتا ہے

پیکرِ شرم و حیا۔ مرقعِ صبر و تحمل۔ مصحفِ عثمانی کے علم بردار۔ ایک قرات ایک مصحف پر اُمت کو جمع کرنے والے۔ ذوالنورین۔ جود و سخا میں امتیازی حیثیت کے حامل۔ حاشیہ نشینِ بساطِ نبوی۔

کُنیت ابُوعبداللہ۔ قریشی، اموی۔ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ بیعت رضوان کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ جنت میں حضور کی رفاقت کا مژدہ پانے والے۔ بار بار جنت کی خوشخبری کا شرف حاصل کرنے والے۔

بارہ دن کم بارہ سال خلیفہ رہنے کے بعد ۱۷ یا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ظلماً باغیوں کے ہاتھوں بعمر ۸۳ سال شہید ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے[1]

Marfat.com

اپنی دیانت محنت اور راست بازی کی بدولت کاروبار میں اتنی ترقی کی کہ قریش کے دولت مندوں میں شمار ہونے لگے۔ اور اپنی دولت وثروت کی وجہ سے غنی کہلائے۔ آپ دوسرے تیسرے دن عموماً روزہ رکھتے۔ رات کو صرف اس قدر کھاتے جو سد رمق کے لیے کافی ہو۔ گھر میں لونڈیوں اور غلاموں کی کثرت تھی۔ لیکن تہجد کے وقت کسی کو بیدار کرنے کی تکلیف نہ دیتے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ کبھی کبھی اچھے کپڑے بھی پہنتے مگر اس کا خیال رکھتے کہ اچھا لباس پہن کر عجب وغرور نہ پیدا ہو جائے۔ آپ طبعاً سیر چشم اور فیاض تھے۔

آپ کی دولت وثروت سے اسلام کو بے شمار فائدے پہنچے۔ آپ نے ہر موقعہ پر بہت دریا دلی اور اوالعزمی کا ثبوت دیا جیسا خدا نے آپ کو "غنی" ویسا ہی آپ نے اس کی راہ میں بے دریغ دولت خرچ کی جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) غزوہ تبوک کے موقع پر ایک تہائی فوج کے مصارف کے علاوہ ایک ہزار دینار نقد پیش کیے۔ حضور اکرمؐ عثمان غنیؓ کے اس ایثار و قربانی سے اتنا خوش ہوئے کہ ان کی دی ہوئی اشرفیوں کو اُچھالتے اور کہتے کہ آج کے بعد عثمانؓ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں قحط پڑا لوگ بہت پریشان تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے کہا کہ آج شام تک

لہ ترجمہ ازالۃ الخفا ضمیمہ فصل چہارم صنہ ۲۵

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تمھاری پریشانی دور کر دے گا۔ چنانچہ اسی دن حضرت عثمان غنیؓ نے گندم کے ایک ہزار اونٹ مدینہ میں مفت تقسیم کر دیئے۔ حالانکہ مدینے کے تاجر آپ کو اس غلہ کی ڈیڑھ گنی قیمت دے رہے تھے۔ مگر آپ نے تاجروں سے کہا کہ مجھے تو اس کی دس گنا قیمت مل رہی ہے۔ میں تم لوگوں سے دس گنے کے بجائے ڈیڑھ گنا قیمت کا سودا کیوں قبول کروں۔ تاجروں نے کہا بھلا آپ کو دس گنا قیمت کون دے سکتا ہے۔ تب آپ نے جواب دیا۔

"لوگو گواہ رہنا میں نے یہ سب گندم اللہ کی راہ میں مدینہ کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور کل گندم اسی وقت تقسیم کر دیا"

(۳) حدیث میں آیا ہے کہ سب سے اچھا صدقہ پانی ہے۔ اسلام میں رفاہِ عامہ کے کاموں کی ابتدا سب سے پہلے اسی صدقہ جاریہ سے ہوئی جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں پانی کی قلت تھی۔ ایک ایک کنواں بیئر رومہ کے نام سے ایک یہودی کے قبضہ میں تھا۔ اور وہ اسلام دشمنی کی وجہ سے اس کا پانی بہت مہنگے داموں فروخت کیا کرتا تھا۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے۔ میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے تعمیل ارشاد میں اس کنوئیں کو پینتیس ہزار میں خرید کر وقف کر دیا[1]

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۳۱۵

Marfat.com

نوٹ :- آج بھی یہ کنواں مدینہ میں موجود ہے۔ اور اس کا پانی بہت شیریں اور پاکیزہ ہے۔ یہ کنواں مسجد قبلتین کے شمال جانب واقع ہے اور اب اسے بئر جنت کہتے ہیں۔

(۴) مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع حضرت عثمانؓ کا سب سے روشن کارنامہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق توسیع کرائی تھی۔ جو کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ناکافی ثابت ہوئی۔ چنانچہ آپ نے سنہ ۲۹ھ میں اس کی دوبارہ تعمیر و توسیع کرائی۔ عمارت کے لیے چونا و پتھر بطن نخل سے منگوایا۔ ساری عمارت میں منقش پتھر استعمال کیے۔ ستونوں کو شیشے سے مضبوط کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کی تعمیر میں مسجد نبوی کا طول ایک سو چالیس گز۔ اور عرض ایک سو بیس گز تھا۔ حضرت عثمانؓ نے طول میں بیس گز۔ اور عرض میں ۳۰ گز۔ کا اضافہ کیا[۲]۔

(۵) آپ نے مقام بقیع میں ایک نہایت وسیع قطعہ آراضی خرید کر قبرستان کے لیے وقف کر دیا۔

(۶) آپ نے کوفہ میں عقیل اور ابن ہبا کے مکانات خرید کر کے ایک وسیع اور عظیم مہمان خانہ تعمیر کرایا[۳]۔

(۷) آپ نے دو لاکھ اشرفی مالیت کی مستقل جائداد فی سبیل اللہ وقف کر دی[۳]۔

---

[۱] ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ [۲] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۸۴ [۳] ابن سعد جلد ۳ -

Marfat.com

(۸) آپ نے بیئر رومہ کے علاوہ بھی متعدد کنویں مثلاً بیئر سائب۔ بیئر عامر
بیئر اریس کھدوائے اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیے [۱]

(۹) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ہے
جو فلاں گھرانے کی زمین کا قطعہ (جو مسجد نبوی کے قریب تھا)
خرید کر مسجد میں شامل کر دے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں
اس سے بہتر اس کو عطا فرمائے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اپنی ذاتی
رقم سے اس کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دیا۔ جسے مسجد میں شامل
کر دیا گیا [۲]

---

[۱] وفاالوفا ص۹۵۴ [۲] جامع ترمذی و سنن نسائی
و معارف الحدیث ج ۷ ص ۱۸۵

Marfat.com

اَوقاف حضرت عَلی بن اَبی طالب رض ۳۵/۶۵۶ لغایۃ ۴۰/۶۶۱

بطحا بھی ان سے واقف اور آشنا منیٰ ہے
قدموں کی ان کے آہٹ کعبہ بھی جانتا ہے

مولود کعبہ ۔ دامن نبوت کے تربیت یافتہ ۔ شیر خدا خیبر شکن ۔ امام عادل ۔ سرچشمۂ تصوف ۔ مکتبۂ نبوت کے فیض یافتہ ۔ تاجدارِ فصاحت و بلاغت ۔
کنیت ابوتراب اور ابوالحسن ۔ لقب اسداللہ ۔ قریشی و ہاشمی ۔ کم سِنوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ۔ عشرۂ مبشرہ میں شامل ۔ آنحضرت نے آپ کے متعلق فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رض اس کے دروازہ ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو شہادت کی بشارت دی اور آپ کے قاتل کو اشقیٰ بتایا ۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۳ دن کم ۵ سال خلافت کر کے ۱۲، ۱۸، یا ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں شہید ہوئے ۔ حضرت حسین رض اور عبداللہ بن جعفر رض نے غسل دیا اور حضرت حسن رض نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ سحری کے وقت قبرستان کوفہ میں مدفون ہوئے۔[۱]

Marfat.com

انفاق فی سبیل اللہ آپ کا امتیازی وصف تھا۔ آپ کے در سے کبھی بھی کوئی سائل نامُراد واپس نہیں گیا۔ بعض اوقات قوتِ لایموت تک سائلوں کو دے دیا کرتے تھے۔ اور خود فاقہ سے سو رہتے تھے۔

یوں تو آپ کی جود وسخا اور انفاق فی سبیل اللہ کے صدہا واقعات ہیں۔ لیکن یہاں پر اوقاف سے متعلق چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(۱) آپ نے اپنی جائداد جو کہ عین ابی نیزر کے نام سے مشہور تھی وقف کر دی تھی۔ جس کے متولی حضرت حسینؓ تھے۔ یہ جائداد ایک چشمہ سے ملحق تھی۔ حضرت امیر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں حضرت حسینؓ سے یہ جائداد خریدنا چاہی اور دو لاکھ اشرفیاں بھی بھیج دیں۔ لیکن حضرت حسینؓ نے اس کی فروختگی سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

"اِنَّمَا تَصَدَّقَ بِهَا اَبِی لِیَقِی اللّٰہ بِهَا وَجْهَه حَرَّالنَّار فَلَا اَبِیعُهَا"

ترجمہ:۔ یہ وقف میرے والد مرحوم نے اس لیے کیا تھا کہ خداوند کریم کی رضامندی حاصل کریں اور جہنم کی گرمی سے نجات پائیں اس لیے میں ایسی جائداد کو ہرگز فروخت نہیں کر سکتا[1]

(۲) آپ نے اپنی ایک دوسری جائداد جس کی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی امورِ خیر کے لیے وقف کر دی تھی[2]

(۳) آپ نے مدینہ شریف میں ایک کنواں بیئرِ ملک کھدوا کر مفادِ عامہ

---

[1] ترجمہ ازالۃ الخفا۔ ضمیمہ فصل چہارم ص ۲۵۰ [2] تھذیب الاسماء اللغات ج ۱ صفحہ ص ۳۴۰

Marfat.com

کے لیے وقف کر دیا[1]

(۴) مقام منبع میں متعدد نہریں کھدوا کر آپ نے رفاہ عام کے لیے وقف کر دی تھیں[2]

(۵) آپ نے دو نہریں مدینہ میں کھدوا کر مفاد عامہ کے تحت وقف کر دیں جس کے متولی حضرت حسینؓ تھے۔

(۶) تاریخ کی کتابوں میں حضرت علیؓ کے حسب ذیل وقف کا بھی ذکر ملتا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

تَصَدَّقَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِاَرْضِہٖ وَدَارِہٖ بِمِصْرَ وَبِاَلْوَا بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی وَلَدِہٖ فَذٰالِكَ اِلَی الْیَوْمِ[3]

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ نے اپنے مکان و آراضی واقع مصر اور جائداد واقع مدینہ کو اپنی اولاد پر وقف کر دیا جو کہ اب تک موجود ہے۔

چالیس ہزار دینار سالانہ زکوٰۃ کے بہ قدر آمدنی رکھنے کے باوجود تنگ دستی میں زندگی بسر کرنا آپ کے انفاق فی سبیل اللہ پر سختی سے گامزن ہونے کا ہی نتیجہ تھا۔

اپنے متعلقین کی ذات پر بیت المال کی معمولی چیز بھی صرف نہ ہونے دیتے تھے۔

---

[1] وفاء الوفا ص۳۸۵ [2] معجم ذکر عین ابی نیزد

[3] شرح ھدایہ۔

حضرت حسن بن علیؓ

۴۰ھ / ۶۶۱ء لغایۃ ۴۱ھ / ۶۶۲ء

فیض و عطا کا منبع جود و سخا کا پیکر
حلم و کرم نے اُن کو آراستہ کیا ہے

معدنِ نبوت کے گوہر شب چراغ ۔ استغنیٰ و بے نیازی کی اقلیم کے تاجدار ۔ صلح و مسالمت کی پُرسکون مملکت کے شہنشاہ ۔ عرشِ خلافت کے مسند نشین ۔ سوارِ دوشِ رسول ۔ فتنہ و فساد کے بیخ کَن ۔ حلم و بردباری کے پیکر ۔ سردار دو عالم کی خوش خبری کو پورا کرنے والے ۔ اور امت مُسلمہ کے محسن ۔

•

کنیت ابو محمد ۔ قریشی ۔ ہاشمی ۔ رسول خدا کے نواسے حضرت علی و فاطمہ کے صاحبزادے ۔ حضور اکرمؐ نے جوانانِ جنت کا سردار فرمایا ۔ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے صورت و سیرت میں رسولِ خدا سے مشابہ انتہائی کریم اور صائب الرائے ۔ ۴۱ھ میں خلافت سے دست بردار ہو گئے ۔ ۵۰ھ میں زہر دے کر شہید کیے گئے ۔ سعد بن العاص والی مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں دفن ہوئے ۔

Marfat.com

(۱) صدقہ وخیرات اور فیاضی خاندانی وصف تھا۔ عمر میں تین مرتبہ اپنے کُل مال کا نصف حصہ خدا کی راہ میں دے دیا۔ اور تنصیف میں اتنا اہتمام کیا کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کر دیا۔[1]

(۲) ایک مرتبہ مدینہ میں کسی کھجور کے باغ کی طرف سے گزرے۔ دیکھا ایک حبشی غلام ایک روٹی لیے ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتے کو دیتا ہے۔ اسی طریقے سے نصف روٹی کتے کو کھلا دی۔ آپ نے غلام سے دریافت کیا کتے کو دھتکار کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ تم کون ہو غلام نے جواب دیا کہ آبان بن عثمان کا غلام ہوں۔ آپ نے پوچھا باغ کس کا ہے۔ معلوم ہوا کہ انھیں کا ہے۔ فرمایا اچھا جب تک میں لوٹ نہ آؤں تم کہیں نہ جانا۔ یہ کہہ کر اسی وقت آبان کے پاس گئے۔ اور باغ و غلام دونوں کو اس سے خرید کر واپس آئے اور غلام سے کہا میں نے تم کو خرید لیا ہے۔ وہ تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کی مولائی۔ خدا رسول اور آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ جو حکم ملے۔ آپ نے فرمایا میں نے باغ بھی خرید لیا ہے۔ تم خدا کی راہ میں آزاد ہو۔ اور باغ تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ غلام پر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس نے کہا کہ آپ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے میں اس کی راہ میں یہ باغ وقف کرتا ہوں۔[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۱۳ [2] ابن عساکر ج ۴ صفحہ ۲۱۴

Marfat.com

(۳) حاجت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کو نفل عبادت پر ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اعتکاف میں تھے ایک حاجت مند آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اعتکاف کے دائرہ سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کی اور فرمایا میرے نزدیک کسی بھائی کی حاجت پوری کرنا ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔[1]

(۴) ایک بار ایک سائل نے امام حسن علیہ السّلام سے پچاس ہزار درہم مانگے۔ آپ نے اس کو عطا فرمائے اور کہا کہ حمّال کو لے آ کہ اُٹھا کر لے جائے۔ جب حمّال آیا تو آپ نے اپنا چوغہ بھی اتار کر اُسے دے دیا اور فرمایا مزدوری بھی ہماری طرف سے ہونا چاہیئے۔

ایک بار آپ سے کسی سائل نے سوال کیا۔ آپ نے اپنے وکیل کو بُلا کر دریافت کیا کہ ہمارے آمد و خرچ میں کتنی رقم فاضل ہے۔ اس نے کہا پچاس ہزار درہم ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب اس سائل کو دے دو ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ آپ فاقہ کی حالت میں بھی کسی سائل کو رَد نہیں کرتے۔ فرمایا کہ میں خدا کی درگاہ کا سائل ہوں۔ بس مجھے حیا آتی ہے کہ سائل ہو کر سائل کو رَد کر دوں۔ خدا نے اپنی نعمتوں کو مجھ پر جاری کیا ہے اور میں اس کی نعمتوں کو اس کی مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ اگر میں اس کام کو ترک کر دوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں خدا بھی اپنی نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہ کر دے۔

---

[1] ابن عساکر ج۔۴

Marfat.com

اوقاف حضرت حسین بن علیؓ ۴ھ لغایۃ ۶۱ھ

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

—— مولانا محمد علی جوہر

سردار جوانان جنت ۔ تاجدار وفاء و شرافت ۔ مرقع ایمان و عمل ۔ پیکر ایثار و قربانی ۔

ابو محمد کنیت ۔ علی مرتضیٰ باپ اور سیدہ بتول جگر گوشہ رسول ماں ۔ آپ کی ذات قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی ۔ آپ ریاض نبوی کے وہ خوش رنگ ارغوانی پھول تھے جس کی مہک حق و صداقت جرأت و بسالت ۔ عزم و استقلال ۔ ایمان و عمل اور ایثار و قربانی کی وادیوں کو ابدالآباد تک بسا تی رہے گی اور جس کی رنگینی عقیق کی سرخی اور شفق کی گلگونی اور لالہ کے داغ کو ہمیشہ شرماتی رہے گی [1]

۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو بمقام کربلا جام شہادت نوش فرمایا

[1] سیر الصحابہ ۔ مولانا معین الدین احمد ندوی جلد ششم

Marfat.com

(۱) آپ غرباء کے سرپرست یتیموں کے والی، اور بیواؤں کے سہارا تھے۔ فیاضی اور سخاوت آپ کو ورثہ میں ملی تھی

(۲) ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حسینؓ انفاق فی سبیل اللہ کے دل دادہ اور صدقہ و خیرات کرنے میں سبقت لے جانے والے تھے تاریخ میں آپ کے ذریعہ کیے گئے مختلف اوقاف کا حوالہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ اپنے والد محترم حضرت علیؓ کے ذریعہ کیے گئے اوقاف کے متولی بھی تھے۔ اور انتظامات اوقاف خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔

(۳) تاریخ کے اوراق میں آپ سے متعلق یہ واقعہ جلی حروف میں درج ملتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے آپ کے والد محترم حضرت علیؓ کے ذریعہ کیے گئے اوقاف کی جائداد موقوفہ کو متعدد مرتبہ خریدنے کی کوشش کی۔ اور کثیر رقم کی پیش کش کی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا[1]

(۴) ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں گھومتا ہوا آپ کے دولت کدہ پر پہنچا۔ اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے سائل کی صدا سنی اور نماز ختم کر کے باہر نکلے۔ سائل پر فقر و فاقہ کے آثار دیکھ کر اپنے خادم قنبر کو آواز دی۔ جو حاضر ہوا۔ آپ نے قنبر سے دریافت کیا کہ ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے۔ قنبر نے جواب دیا۔ آپ نے دو سو درہم اہل بیت میں

---

[1] سیر الصحابہ۔ مولانا معین الدین احمد ندوی جلد ششم ص

Marfat.com

تقسیم کرنے کے لیے دیے تھے۔ وہ ابھی تقسیم نہیں کیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لے آؤ۔ اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آگیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت وہ دو سو کی تھیلی منگا کر سائل کو دے دی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ اس لیے اس سے زائد خدمت نہیں کر سکتے۔[1]

حضرت علیؓ کے دَورِ خلافت میں جب آپ کا مال بصرہ سے آتا تو آپ اسی مجلس میں مستحقین اور ضرورت مندوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔[2]

صدقات اور خیرات میں آپ بہت فیاض اور سیر چشم تھے۔ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں فقراء کھانا کھا رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت حسینؓ کو بھی مدعو کیا۔ آپ فوراً سواری سے اُتر کر شریک دعوت ہوئے۔ پھر اس کے بعد ان تمام فقراء کو اپنے گھر لے گئے، اور اپنے یہاں کھانا کھلایا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سخاوت دولت مندی ہے۔

---

[1] ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴

[2] " " " " "

Marfat.com

اوقات ابوالدحداح رضؓ انصاری ۔ حضرت زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ جب

آیت مَنْ ذَالَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً نازل ہوئی تو حضرت ابوالدحداحؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتے ہیں۔ حالاں کہ وہ ذات قرض سے بے نیاز ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ ہی مانگتے ہیں۔ تاکہ اس کے بدلہ میں وہ تمھیں جنت میں داخل کردے۔ انھوں نے کہا کہ پھر تو میں اپنے پروردگار کو قرض دیتا ہوں۔ کیا وہ مجھے اور میری بچی دحداحہ کو جنت میں داخلہ کی اجازت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ابودحداح نے کہا... تو لائیے اپنا دست مبارک آگے کیجیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ تو پکڑ کر کہنے لگے۔ دو باغ میری ملکیت میں ہیں۔ ایک مدینے کے زیرین علاقے میں اور دوسرا بالائی حصے میں۔ ان دونوں باغوں کے علاوہ بخدا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے۔ میں یہ دونوں باغات اللہ کو قرض دیتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان میں سے ایک راہ خدا میں دے دو اور دوسرا اپنے اور اپنے اہل وعیال کی گزراوقات کے لیے رکھ لو۔ اس پر ابوالدحداح نے کہا تو پھر یا رسول اللہ ان میں جو بہتر ہے وہ اللہ کے راستے میں دیتا ہوں۔ آپ گواہ رہیں۔ اس باغ میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں رسول پاک نے فرمایا اس بذل اور انفاق کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمھیں جنت دے گا۔ ابوالدحداح یہ کہہ کر چل دیے اور باغ میں پہنچے جہاں ام الدحداح اپنے بچوں کے ہمراہ کھجور کے درختوں میں گھوم پھر رہی تھیں۔

Marfat.com

انھیں دیکھ کر ابوالدحداح پکار اُٹھے۔

اقرضت اللہ علیٰ اعتمادی	بالطوع لِامَنٍّ ولاارتداد
الارجعت الضعف فی المعاد	فارتحلی بنفس والاولاد
والبرُّ لاشکَّ فخیرُ زادِ	قدمہ المرءُ الی المعاد

ترجمہ:۔ میں نے یہ باغ اللہ کو بطور قرض خوش دلی سے دے دیا ہے نہ کوئی احسان کیا ہے نہ واپس لینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ میں نے اس اعتماد اور اس امید پر یہ قرض دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں مجھے اس سے کئی گنا زیادہ عطا کریں گے۔ لہٰذا تو، بال بچوں کو لے کر اس باغ سے نکل جا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہی نیکی بہترین زادِ راہ ہے جسے آدمی آخرت میں اجر پانے کی غرض سے کرے۔

اُم الدحداح یہ سنتے ہی اپنے خاوند کی تعریف وتحسین کرتی ہوئی بچوں کو لے کر باغ سے نکل گئیں اور بچوں کے جیب و دامن میں جو کھجوریں تھیں اور جو ان کے منہ میں تھیں وہ سب نکلوا کر وہیں ڈھیر کر دیں[1]۔

(۲) ایک مرتبہ ایک یتیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں ایک نخلستان کا دعویٰ ایک شخص پر کیا۔ لیکن وہ اس کا ثبوت پیش نہ کر سکا۔ اس لیے حضور نے مدعا الیہ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہ فیصلہ سُن کر وہ یتیم لڑکا زار وقطار رونے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور کو اس

---

[1] ایمان اور زندگی۔ ترجمہ وتلخیص۔ تصنیف یوسف القرضاوی

Marfat.com

پر رحم آگیا۔ آپ نے مدعا علیہ سے کہا۔ کہ تم یہ نخلستان اس یتیم کو دے دو۔ خدا اس کے بدلے میں تم کو جنت عطا کرے گا۔ مگر وہ شخص اس کے لیے تیار نہ ہوا۔

اس موقع پر حضرت ابوالدحداحؓ موجود تھے اور یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے اس شخص (مدعا علیہ) سے کہا کہ تم اس نخلستان کو میرے قیمتی نخلستان سے بدل لو۔ وہ شخص تیار ہوگیا ابوالدحداحؓ نے اس کا نخلستان اپنے قیمتی نخلستان سے بدل کر اس یتیم کے حوالے کر دیا[۱]

اوقاف عبدالرحمن بن عوف المتوفی ۳۱ھ

ایمان لانے والے یہ آٹھویں مسلمان تھے۔ بڑے دولت مند اور خوش نصیب تاجر تھے۔ ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "اماں مجھے خوف ہے کہ دولت کی کثرت مجھے ہلاک نہ کر دے۔ انھوں نے فرمایا بیٹا اس کو اللہ کے راستے میں صرف کر دو۔ چنانچہ انھوں نے اس طرح عمل کیا کہ ایک زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کر کے اس کی قیمت خیرات کی۔ دوسری مرتبہ پورا تجارتی کارواں جس میں سات سو اونٹوں پر سامان تھا۔ معہ اونٹوں کے صدقہ کر دیا۔ اپنی پوری عمر میں تیس ہزار غلام آزاد کیے۔ اور وفات کے وقت اُمہات المومنین

---

[۱] استیعاب۔ تذکرہ ابوالدحداحؓ

Marfat.com

کے مصارف کے لیے ایک باغ وصیت کر دیا۔ جو کہ ۴ لاکھ میں فروخت کیا گیا۔ پچاس ہزار دینار خدا کی راہ میں خیرات کیے۔ اور ہر بدری صحابی کے لیے چار چار لاکھ دینار کی وصیت کی۔

حضور اکرمؐ کی زندگی میں بھی انھوں نے کارِ خیر میں بہت کچھ صرف کیا۔ ان کی دولت جس قدر بڑھتی جاتی تھی اسی قدر صدقات وخیرات میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ چار ہزار، دوسری مرتبہ چالیس ہزار، اور تیسری مرتبہ چار کروڑ درہم خیرات کیے۔ پانچ سو اونٹ مجاہدین کی سواری کے لیے اور پندرہ ہزار دینار قیدیوں پر صرف کر دیئے[1]

آپ نے ایک بار ایک ہزار گھوڑے مجاہدین کے لیے۔ ایک جائداد قیمتی۔ پچاس ہزار اور ایک باغ قیمتی ایک لاکھ مصارف خیر کے لیے وقف کر دیئے[2]

وقف دارالارقم۔ اسلام کی پہلی تربیت گاہ یہی دار ارقم تھا جو کہ کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ دعوتِ اسلام کی پوری تاریخ میں جو اہمیت اور اوّلیت اس مکان کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے مکان کو حاصل نہیں ہے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں ہجرت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کفارِ مکہ کے شر سے بچنے کے لیے چھپ چھپا کر جمع ہوتے اور اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ یہی وہ مکان ہے جس کا ذکر حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے سلسلے میں آتا ہے۔

---

[1] اسلام اور عربی تمدن ص ۱۵۳ [2] تہذیب الاسماء

Marfat.com

صاحب فتح القدیر نے جلد ۶ میں تحریر کیا ہے کہ بعد میں حضرت ارقم جو اس مکان کے مالک تھے اور جس کے نام کی وجہ سے یہ دار الارقم کہلاتا تھا) نے اس کو اپنے بیٹوں کے لیے علی الاولاد وقف کر دیا۔ صاحب فتح القدیر نے جو عبارت نقل کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "یہ وقف ہے جسے ارقمؓ نے قائم کیا ہے جو نہ فروخت کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت جاری ہوگی[۱]

نوٹ :۔ یہ مکان چند سال پہلے تک قائم تھا۔ ہر دور کے بادشاہوں اور امرائنے اس کی حفاظت کی اور ہر دور قرآن و حدیث کی تعلیم کا کوئی نہ کوئی سلسلہ جاری رہا۔ ایک زائر نے سن ۱۹۴۹ء میں خود جا کر اس کی زیارت کی۔ اس کا بیان ہے کہ اس مکان کے دروازے پر بھی دارالارقم لکھا ہوا ہے اس مکان کے اندر کچھ بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک پر یہ عبارت کندہ ہے[۲]

"فی بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدوِ والاصال، ھذا مختار رسول اللہ و دار الخیرات و فیھا مبدأ الاسلام"

اوقاف طلحہ بن عبید اللہ المتوفی سنہ ۳۶ھ

آپ مشہور صحابی رسول ہیں۔ جود و سخا اور فیاضی میں

---

[۱] فتح القدیر۔ امام کمال الدین بن عبد الواحد جلد ۶ صفحہ ۲۱۵۔

[۲] سفرنامہ ارض القرآن۔ محمد عاصم صفحہ ۱۳۷

Marfat.com

انفرادی حیثیت کے حامل تھے۔ آپ نے انفاق فی سبیل اللہ ایثار و قربانی کی جو مثالیں پیش کیں۔ انھوں نے آپ کو دربار رسالت سے طلحتہ الفیاض کا لقب دلوایا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی چند مثالیں ہدیۂ قارئین ہیں۔

(۱) آپ نے ایک مرتبہ اپنی قیمتی اراضی ۷ لاکھ درہم میں فروخت کی اور وہ ساری رقم اہل مدینہ پر خیرات کر دی۔

(۲) آپ اپنے قبیلہ بنی تیم کے تمام غرباء و اہل حاجت کی پرورش کرتے ان کی بیواؤں کی شادیاں کرتے اور مقروضوں کا قرض ادا کرتے تھے۔

(۳) ایک مرتبہ حالت نماز میں آپ کو اپنے ایک قیمتی باغ کا خیال دل میں آگیا۔ آپ بہت کبیدۂ خاطر ہوئے اور نماز کے بعد اس باغ کو اللہ کے راستے میں خیرات (وقف) کر دیا تاکہ آیندہ اس باغ کا تصور عبادت الہی میں خلل نہ ڈالے۔

(۴) ایک مرتبہ آپ نے ایک بہت قیمتی چشمہ (جس کا پانی بہت شیریں اور ٹھنڈا تھا۔ اور جو کہ چشمۂ بیساں کے نام سے مشہور تھا) آپ نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف عام کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہؓ کے اس وقف سے اتنا خوش ہوئے کہ فرمانے لگے ما انت یا طلحۃ الفیاض (یعنی اے طلحہ تم بلاشبہ فیاض ہو)[ط]

[ط] اصابہ۔ جلد ۲ ص۲۲۱ و مجلہ اوقاف سہ ماہی پنجاب وقف بورڈ ۱۹۷۳ء صفحہ ۸

Marfat.com

نوٹ :- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس دن سے یہ کشادہ دل اور خوش نصیب طلحہ طلحۃ الفیاض کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چشمہ کا نام بدل کر نعمان رکھ دیا۔

اوقاف حضرت زبیر بن عوام رضؓ متوفی ۳۶ھ

عشرۂ مبشرہ میں ہیں۔ آپ دولت مند ترین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تجارتی کاروبار بڑا وسیع تھا۔ فتوحات میں متعدد جاگیریں ملی تھیں۔ مختلف شہروں میں مکانات تھے۔ خاص مدینے میں دیگر جائداد کے علاوہ ۱۱ مکانات تھے اس کے علاوہ بصرہ میں دو کوفہ اور مصر میں ایک ایک مکان تھا۔ خیبر میں حضور اکرمؐ نے ایک وسیع و شاداب قطعۂ زمین عطا فرمایا تھا۔ آپ کی دولت کا اندازہ پانچ کروڑ دو لاکھ کہا جاتا ہے[1]

آپ انتہائی فیاض اور انفاق فی سبیل اللہ والے تھے۔ تاریخ کے اوراق میں آپ کے ذریعے کیے گئے متعدد اوقاف کا تذکرہ ملتا ہے۔ صاحب فتح القدیر نے آپ کے ایک وقف کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

ان الزبیر بن العوام وقف دارا لہٗ علی المردودۃ من بناتہ۔[2]

---

[1] سیر الصحابہ۔ ج ۶ ص ۳۰۵ [2] فتح القدیر۔ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف ابن ہمام حنفی

Marfat.com

حضرت زبیرؓ بن عوام نے اپنا ایک مکان اپنی مطلقہ لڑکی کے مصارف کے لیے وقف کر دیا۔

اوقاف حضرت سعد بن عبادہؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔ جب ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا تو یہ سفر میں تھے۔ واپسی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر میں موجود ہوتا تو میری والدہ اپنی آخرت وغیرہ کے لیے صدقہ وغیرہ کی وصیت کرتیں اب میں ایصال ثواب کے لیے صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو کس طرح کا صدقہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا "پانی" یعنی کہیں کنواں کھدوا دینا اور اس کو وقف عام کر دینا۔ چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ نے ضرورت کی جگہ ایک کنواں کھدوا کر اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے وقف کر دیا[1]۔

نوٹ:- بعض روایت میں باغ کے وقف کیے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی وقف ہوں اور کنواں باغ کے اندر ہو۔

اوقاف حکیم بن حزام متوفی ۵۴ھ یہ حضرت خدیجہ اور حضرت زبیر کے چچیرے بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قریش کے اشراف اور اصحاب وجاہت میں ان کا شمار تھا۔ حکیم بن حزام نے اپنا ایک مکان امیر معاویہ کے بدست ساٹھ ہزار دینار میں بیچا تھا۔ لوگوں نے ان سے

---

[1] معارف الحدیث۔ مولانا محمد منظور نعمانی ج ۷ ص ۱۸۴

Marfat.com

لوگوں نے ان سے کہا کہ معاویہ نے بہت کم داموں پر مکان خرید لیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اپنے زمانۂ جاہلیت میں میں نے ایک مشکیزہ شراب میں خریدا تھا۔ تم لوگ گواہ رہو اب میں اس کو خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں جیسا کہ آگے کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مکان کی قیمت خیرات کر دی۔ اب دیکھو کون خسارہ میں رہا۔

اسی مکان کے فروخت پر حضرت زبیر نے ان سے کہا تھا کہ تم نے قریش کی عزت و شرف کو بیچ دیا۔ حکیم نے جواب میں کہا کہ اسلام نے ہماری مفروضہ عزتیں اور شرف ختم کر دیے۔ صرف تقویٰ باقی ہے۔

ایک مرتبہ انھوں نے حج کیا تو ایک سو قربانی کے جانور ساتھ لے گئے جن پر بیش قیمت صبرہ[1] کی جھولیں تھیں۔ انھوں نے عرفہ میں ایک سو غلام خدا کی راہ میں آزاد کیے جن کی گردنوں میں چاندی کی تختیاں تھیں اور ان میں حکیم بن حزام کی جانب سے "خدا کی راہ میں آزاد" نقش تھا۔[2] آپ نے اس کے علاوہ کچھ دیگر اوقاف بھی قائم کیے۔

اوقاف عبداللہ بن عمرؓ متوفی ۷۳ھ۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ نازل ہوئی تو میں نے ان تمام چیزوں پر غور کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ان سب میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اپنی باندی مرجانہ ہے۔ میں نے کہا وہ اللہ کے واسطے آزاد ہے۔ اگر اس کے بعد میں اس چیز

---

[1] ایک قیمتی کپڑا۔ [2] اسلام اور عربی تمدن۔ شاہ معین الدین ندوی۔ مطبع اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء

Marfat.com

سے جس کو اللہ کے واسطے دے دی ہے دوبارہ نفع حاصل کرنا گوارہ کرتا تو اس باندی سے آزاد کرنے کے بعد نکاح کر لیتا کہ وہ جائز تھا اور اس سے صدقہ میں کچھ کمی نہ ہوتی۔ لیکن چوں کہ اس میں صورت صدقہ میں رجوع کی سی تھی۔ یہ مجھے گوارہ نہ ہوا۔ اس لیے اس کا نکاح غلام نافع سے کر دیا[1]

(۲) حضرت ابن عمر شکر خرید کر غرباء پر تقسیم کر دیتے۔ حضرت کے خادم نے عرض کیا کہ اگر شکر کے بجائے کھانا دیا جایا کرے تو غرباءؑ کو اس سے زیادہ نفع ہو۔ فرمایا صحیح ہے۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ اور مجھے شکر (میٹھا) زیادہ مرغوب ہے[2]

(۳) آپ نے اپنی آبائی جائداد جو وراثت میں آپ کو ملی تھی اپنے خاندان والوں کے لیے وقف علی الاولاد کر دی جس کی عبارت صحیح بخاری میں اس طرح ہے۔

جعل ابن عمر نصیبہ من دار عمرؓ سکنی لذوی الحاجۃ من آل عبد اللہ"۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی جائداد کا حصہ جو انھیں اپنے والد (حضرت عمرؓ) کی وراثت سے ملا تھا اپنے خاندان کے ضرورت مند افراد کے لیے وقف کر دیا۔

وقف حضرت حفصہؓ (ام المومنین) متوفی ۴۵ھ آپ نے بھی

---

[1] فضائل صدقات [2] دُرِّ منثور

Marfat.com

ایک وقف مقام غابہ میں کیا تھا جس کی تولیت اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کے سپرد فرمائی تھی [1]

وقف حضرت خالد بن ولید رضؓ حضرت خالدؓ نے اپنے گھوڑے اسلحہ اور مدینہ منورہ کے مکانات وقف کر دیئے تھے [2]

وقف عزوہ بن محمد رضؓ ۔ آپ کوفی صحابی تھے ۔ آپ نے سرحدی مقامات میں اپنے ستر گھوڑے عام مجاہدین کے لیے وقف کر دیئے تھے [3]

وقف حضرت کعب بن مالک رضؓ ۔ جب آپ کی توبہ قبول ہوئی ۔ اور اس کی خوش خبری حضور اقدس سے آپ کو معلوم ہوئی تو آپ خوشی و مسرت سے جھوم اُٹھے اور اپنی تمام جائداد راہ خدا میں وقف کر دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن حضور اکرمؐ نے کل جائداد وقف کرنے سے منع فرمایا ۔ اور کہا کہ کچھ باقی رکھو ۔ چنانچہ حضرت کعب نے اپنی خیبر کی جائداد باقی رکھی اور بقیہ اپنی کل جائداد اللہ کے راستے میں بہ غرض حصول ثواب آخرت وقف کر دی [4]

اوقاف حضرت طلحہ انصاری رضؓ ۔ آپ مشہور صحابی رسول ہیں ۔ آپ بہت دولت مند اور خوش تھے ۔ آپ نے اللہ کی اس نعمت کی شکر گزاری اس طرح کی کہ اپنی دولت اللہ کے راستے خوب فیاضی سے خرچ کی ۔ اور قیمتی اوقاف قائم کیے ۔

---

[1] الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۶۵ [2] الاصابہ لابن حجر جلد ا صفحہ ۴۱۴ [3] تہذیب الاسماء جلد ا صفحہ ۳۲۱ ۔ [4] ابوداؤد کتاب الایمان

Marfat.com

(۱) کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے مدینے کے انصار میں سب سے زیادہ دولت مند حضرت ابوطلحہ انصاری تھے۔ اور انھیں اپنے باغات کی قیمتی جائدادوں میں سب سے زیادہ عزیز اور محبوب بیرحاء (یہ ان کے قیمتی باغ کا نام تھا) اور یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کے کنویں کا نفیس اور شیریں پانی شوق سے نوش فرمایا کرتے تھے۔

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" (ترجمہ:۔ نیکی اور مقبولیت کا مقام تم کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں کو تم راہ خدا میں خرچ نہ کرو) تو حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اور مجھ کو اپنی ساری مالیات میں سب سے زیادہ محبوب بَیْرُحاء ہے۔ اس لیے اب وہی میری طرف سے اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آخرت میں مجھے اس کا ثواب ملے گا اور وہ میرے لیے ذخیرہ ہوگا۔ لہٰذا آپ اس کے بارے میں وہ فیصلہ فرما دیں جو اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں ڈالے (یعنی جو مصرف اس کا مناسب سمجھیں متعین فرما دیں) رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واہ واہ یہ تو بڑی نفع مند اور کارآمد جائداد ہے۔ میں نے تمھاری بات سن لی۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو ضرورت مند اور قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دو حضرت

Marfat.com

ابوطلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں یہی کردوں گا۔ چنانچہ انھوں نے یہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں صدقہ کردیا (یعنی وقف کردیا)

نوٹ :۔ بعض روایات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اپنا یہ باغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنے خاص اقارب اُبیّ بن کعب، حسان بن ثابت، شداد بن اوس اور نبیط بن جابر پر صدقہ کیا۔

یہ باغ کتنا قیمتی تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعد میں امیر معاویہ نے صرف حضرت حسان بن ثابت کا حصہ ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا۔

Marfat.com

خلافت بنیِ اُمیّہ

اور

اوقاف

جس طرح بنی ہاشم تولیت کعبہ کی وجہ سے سارے
عرب میں معزز اور محترم سمجھے جاتے تھے اسی طرح
بنی امیہ کو اپنی امارت اور کثرت تعداد کی بنا
پر عظمت و شان حاصل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے موقع پر ابو سفیان کے
مکان کو "بیت الامن" قرار دیا تھا۔
بنو اُمیّہ نے اپنے صد سالہ دورِ حکومت میں
انفاق فی سبیل اللہ اور کارِ خیر کے
لیے جو عدیم المثال قربانیاں
پیش کیں۔ آج بھی تاریخ
کے اوراق ان سے
مُزیّن ہیں۔

Marfat.com

عہدِ بنی اُمیّہ میں اوقاف کے قیام اور حفاظت کے لیے کیے گئے اقدامات کی ایک جھلک

۱۔ مسجدِ نبوی کی توسیع و تزئین کا اہتمام

۲۔ جامع مسجد دمشق کی تعمیر اور اوقاف کا قیام

۳۔ ہزاروں مساجد و مدارس کا قیام اور ان کے لیے اوقاف کا اہتمام

۴۔ سب سے پہلے مریضوں کے لیے شفاخانوں کے قیام کی بنیاد اور ان کے لیے اوقاف کی خدمات۔

۵۔ سرائے۔ مسافرخانوں اور لنگرخانوں کا قیام اور ان کے لیے اوقاف کا اہتمام۔

۶۔ غربا، مساکین۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد و اعانت کے لیے باقاعدہ اوقاف کا قیام

۷۔ معذور و مجبور اشخاص کے لیے وظائف کا اجراء

۸۔ کتب خانوں کا قیام اور دینی مدارس کے طلبأ کے لیے وظائف کا اہتمام۔

۹۔ رفاہِ عامہ کے کاموں کے لیے باقاعدہ اوقاف کا قیام۔

۱۰۔ معذوروں کی کفالت کا باقاعدہ انتظام کرنے کے بعد پورے ملک میں بھیک مانگنے پر پابندی۔

Marfat.com

اوقاف حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان

۴۱ ھ / ۶۶۱ء لغایۃ ۵۹ ھ / ۶۶۹ء

فیاضی اور زر پاشی امیر معاویہؓ کا نمایاں وصف تھا[1]
ان کا ابر کرم بلا امتیاز موافق و مخالف سب پر یکساں برستا تھا۔ اشراف روزانہ اہل حاجت کی ضروریات پیش کرتے۔ امیر ان کی حاجت بھی پوری کرتے اور ان کی اولاد کے وظائف بھی جاری کر دیتے تھے اور پھر ان کے اہل و عیال کی خبر گیری بھی کرتے تھے۔
آپ نے کبار صحابہ کے وظائف بھی مقرر کیے تھے[2] حضرت عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ حضرت امیر معاویہ کے پاس جاتے ہیں وہ ایک وسیع وادی میں اترتے ہیں۔

آپ نے کافی تعداد میں مساجد تعمیر کرائیں اور ان کے لیے اوقاف قائم کیے۔ بصرہ کی جامع مسجد آپ کے جذبہ کارخیر کی زندہ مثال ہے آپ نے قدیم عمارت شہید کرا کر از سر نو اینٹ و چونے کی نہایت وسیع اور شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اور اس کے لیے اوقاف کا اہتمام بھی کیا۔

مجاہدین کے بچوں کے لیے وظائف مقرر کیے میں خصوصی توجہ و اہتمام کرتے تھے شیخین کے زمانے میں خانہ کعبہ پر معمولی غلاف چڑھایا جاتا تھا

---

[1] الفخری ص ۹۵ [2] استیعاب ج ۱ ص ۱۲۶۳ [3] طبری ج ۷ ص ۲۱۵

Marfat.com

حضرت عثمان رضؓ نے اس پر قیمتی غلاف چڑھایا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضؓ نے اپنے زمانے میں اسے دیبا سے آراستہ کیا۔ اور اس کی خدمت کے لیے باقاعدہ غلام مقرر کیے[1]

آپ نے رفاہ عامہ کے لیے بہت سے کارنامے انجام دیے۔ انھوں نے نہر کظامہ۔ نہر ازرق اور نہر شہدا کھدوا کر عام لوگوں کے لیے جاری کر دیں۔

آخیر وقت میں آپ نے اپنے لیے وصیت کی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کرتہ ان کے پاس ہے۔ اس میں انھیں کفنایا جائے اور حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے جو موئے مبارک اور ناخن (جو انھوں نے اپنے پاس محفوظ کر لیے تھے) کو ان کی آنکھ اور منھ میں رکھ دیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مغفرت فرمادے[2]"

اوقاف ولید بن عبد الملک :- (۸۶ھ تا ۹۶ھ)

ولید کا دور فتوحات کی کثرت۔ دولت کی فراوانی کا زمانہ تھا۔ ملکی اور تمدنی ترقیوں کے لحاظ سے یہ بنی امیہ کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ اوقاف کے قیام اور رفاہ عامہ کے اتنے کارنامے اس دور میں انجام پائے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ کے سوا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

۲۔ ولید نے جذامیوں۔ اندھوں۔ فقیروں کے لیے وظائف جاری کیے۔ یتیموں کی تعلیم و تربیت کے لیے معلمین کا تقرر کیا۔ ہر نابینا کے لیے ایک آدمی کا تقرر کیا جو اس کو راستہ دکھاتا تھا۔ اور ہر

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۳۔

[2] طبری ج ۷ ص ۲۰۲ و ابن اثیر ج ۴ ص ۳، ۴

Marfat.com

اپاہج کے لیے ایک ایک خادم کا تقرر کیا۔ جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔[1]

۳۔ ولید پہلا حکمران ہے جس نے شفا خانوں کے قیام کی بنیاد ڈالی جن سے عوام فائدہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ مورخ یعقوبی لکھا ہے کہ

"وکَانَ اَوّلَ مَنْ عَمِلَ البیمارستان لِلمَرضٰی"

(ترجمہ)۔ یعنی ولید پہلا شخص ہے۔ جس نے بیماروں کے لیے شفا خانے بنوائے۔

مسافروں کے لیے عظیم الشان مسافر خانے مکہ و مدینے کے تمام راستے ہموار کرا کر ان کے کنارے جا بجا کنوئیں کھدوائے۔ اس نے معذوروں کی کفالت کا باقاعدہ انتظام کیا اور اُن کے روزینے مقرر کر دیے۔ جن کے لیے باقاعدہ اوقاف قائم کیے۔ اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کے لیے خدام کا تقرر کر کے پورے ملک میں بھیک مانگنے پر پابندی عائد کر دی۔ یہ حکمران کا ایسا کارنامہ ہے۔ جس سے آج کل کی متمدن حکومتیں بھی عاجز ہیں۔[2]

۴۔ مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر اس کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ ۸۸ھ میں ولید نے عمر بن عبد العزیز کو جو اس زمانہ میں مدینہ کے گورنر تھے لکھا کہ مسجد نبوی کی پرانی عمارت کو گرا کر از سر نو تعمیر کرایا جائے۔ اور مسجد سے امہات المومنین کے جو حجرے اور دوسرے مکانات ہیں۔ انھیں خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر لیا جائے۔ جو مکانات بیچنے میں تامل کریں۔ اُسے زبردستی لے کر ان کی قیمت ادا کر دی

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۴۔ [2] یعقوبی ج ۲ صفحہ ۲۴۸۔

Marfat.com

جائے ۔ جو قیمت نہ لے اس کی قیمت کی رقم خیرات کر دی جائے ۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس حکم کی پوری تعمیل کی ۔ طبری کا بیان ہے کہ اس کارِ خیر میں کسی کو تامل نہیں ہوا ۔ سب نے قیمت لے کر مکانات دے دیئے ۔ مسجد نبوی کے تعمیر کے ارادے کے ساتھ ہی ولید نے قیصر روم کو لکھا کہ ہم اپنے نبیؐ کی مسجد بنوانا چاہتے ہیں ۔ تم سے جو سامان ہو سکے بھیجو ۔ چنانچہ قیصر روم نے اس خط کے جواب میں ایک لاکھ مثقال سونا ۔ چالیس گھٹے منبت کاری کا سامان اور بہت سے کاریگر بھیجے ۔ اس کے علاوہ مدائن سے نقش و نگار کا سامان منگوایا ۔ تعمیر کا سامان مہیا ہو جانے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبد اللہ، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، عبید اللہ بن عبد اللہ، خارجہ بن زید اور عبد اللہ بن عبید اللہ بن عمر وغیرہ علمائے مدینہ کی موجودگی میں پرانی عمارت گرا کر ان بزرگوں کے ہاتھ سے نئی عمارت کی داغ بیل ڈالی ۔ اور بڑے اہتمام و ذوق و شوق سے تعمیر کا کام شروع ہوا ۔ ایک ایک جھاڑ کے نقش پر کاریگر کو مزدوری کے علاوہ ۳۰ درہم انعام دیا جاتا تھا ۔ صرف قبلہ رخ کی دیوار پر اس کے طلائی کام پر پینتالیس ہزار اشرفی صرفہ آیا تھا[۱]

نوٹ :۔ اس اہتمام سے پوری عمارت کے تعمیری مصارف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

جامع اموی یا جامع دمشق کی تعمیر بھی ولید کا عظیم الشان کارنامہ ہے ۔

---

[۱] خلاصۃ الوفاء صفحہ ۳۹ ۔

Marfat.com

مورخین کا بیان ہے کہ ملک شام کا پورا سات برس کا خراج اس کی تعمیر میں صرف ہوا۔ بالفاظ دیگر ۵۶ لاکھ اشرفی اس کا اندازہ کیا جاتا ہے[۱]۔

اس کی تعمیر میں ۱۲ ہزار مزدور کام کرتے تھے اور پورے ۹ سال میں بن کر تیار ہوئی۔ اس میں اتنی کشادگی رکھی گئی کہ ایک ہی وقت میں بیس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے[۲]۔

۵۔ **روضہ نبوی کی مرمت**: اس وقت روضۂ مبارک کی کوئی بڑی عمارت نہ تھی۔ مزار مبارک صرف چار دیواری سے گھرا ہوا تھا ولید کے زمانہ میں یہ دیواریں شکستہ ہو چلی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے چاروں طرف دوہری دیواریں تعمیر کرا دیں۔ کہ اگر ایک کو صدمہ پہنچے تو دوسری سے پردہ قائم رہے[۳]۔

۶۔ طبری کا کہنا ہے کہ ساری سرزمینِ شام کو اُس نے مدارس و مکاتب اور خوبصورت مساجد سے بھر دیا تھا۔ اس نے بہت سے ادارے معذوروں، اپاہجوں، اندھوں اور لنگڑوں کے لیے قائم کرائے تھے۔ قرون وسطیٰ کے خلفا میں ولید ہی پہلا خلیفہ نظر آتا ہے کہ جس نے امراضِ کہنہ علاج کے لیے اسپتال بنوائے اور کوڑھیوں (جذامیوں) کے علاج اور رہنے کے لیے مکانات بنوائے۔ ایک یورپی مصنف کے بیان کے مطابق اسی نمونے کی تقلید میں بعد کو سرزمینِ یورپ میں کوڑھی خانے تعمیر ہوئے[۴]۔

---

[۱] احسن التقاسیم بشاری ص۵۸ [۲] مسالک الابصار ج اول ص۱۸۱۔

[۳] کتاب البلدان ص۱۰ [۴] دمشق اسلامی ثقافت کا گہوارہ

——— محمد رضوان علوی

Marfat.com

اوقاف سلیمان بن عبدالملک ۹۶ھ / ۷۱۴ء لغایتہ ۹۹ھ / ۷۱۷ء

سلیمان بن عبدالملک اپنے اوصاف کی بنا پر "مفتاح الخیر" بھلائی کی کنجی کہلاتا تھا۔ اس نے اہلِ مدینہ اور قریش کے خاندان والوں کے لیے بڑے بڑے وظائف مقرر کیے۔ پھر اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹے اور حقیقی بھائی کی موجودگی میں لوگوں کی فلاح و بہبود کی خاطر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین قرار دیا۔ جن کی وجہ سے خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ سلیمان کا یہ کارنامہ ان کے دیگر کارناموں میں بہت ممتاز ہے۔

۲۔ اس نے مساجد مدارس کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں۔

مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کی بڑی قلت تھی۔ سلیمان نے آبِ شیریں کا ایک چشمہ جاری کرایا۔ یہ چشمہ خالد بن عبداللہ والیِ مکہ کی زیرِ نگرانی تعمیر ہوا۔ اس کے لیے کوہِ بشیر کے دامن میں ایک بڑا سنگی تالاب بنوایا۔ اور اس سے نل کے ذریعہ حرم میں پانی لایا گیا۔ جو رکن و زمزم کے درمیان سنگ رخام کے فوارے میں گرتا تھا، اس کی افتتاح کی تقریب میں خالد نے تمام اہلِ مدینہ کی دعوت کی۔ اس چشمہ کی وجہ سے مکہ میں میٹھے پانی کی افراط ہوگئی۔ گو زمزم کے مقابلہ میں اس کی مقبولیت نہ ہوئی۔[1]

۳۔ اس نے خاندانِ قریش میں چار ہزار وظائف مقرر کئے۔

۴۔ اس نے شام میں ایک شہر رملہ آباد کیا۔ جس میں اس نے جامع مسجد۔

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۳۵۲۔

Marfat.com

دیگر چھوٹی مساجد، کتب خانے اور مدارس قائم کیے اور ان کے لیے باقاعدہ اوقاف بھی قائم کیے۔

اوقاف حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ)

ان کا حقیقی شرف یہ ہے کہ انھوں نے زمانہ کو اس قدر پیچھے ہٹایا کہ وہ عہد صحابہ سے جا کر مل گیا۔ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں تھا۔ جس میں نمایاں ترقی نہ ہوئی ہو تو پھر امور خیر۔ انفاق فی سبیل اللہ اور اوقاف کا گوشہ کیسے نظر انداز ہو جاتا۔ چنانچہ آپ نے تمام ممالک محروسہ میں کثرت سے سرائے اور مسافر خانے قائم کیے۔ سمرقند کے عامل سلیمان بن ابی السری کے پاس فرمان بھیجا کہ وہاں کے شہروں میں سرائے تعمیر کراؤ۔ جو مسلمان اُدھر سے گزریں ایک شبانہ روز اُن کی مہمان نوازی کرو۔ اُن کی سواریوں کی حفاظت کرو۔ جو مسافر مریض ہو اس کو دو دن اور دو رات مقیم رکھو۔ اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو تو اس کو اس قدر سامان دو کہ وہ اپنے وطن پہنچ جائے[1]

۲۔ ایک لنگرخانہ قائم کیا جس میں تمام فقراء و مساکین اور مسافروں کو کھانا ملتا تھا[2] ممالک محروسہ میں جو چراگاہیں تھیں۔ ان میں نقیع کے سوا تمام چراگاہوں کو عام کر دیا[3]

۳۔ عمر بن عبد العزیز نے ۲ ½ سال خلافت کی۔ لیکن اسی مختصر

---

[1] طبری صفحہ ۱۳۶۴۔

[2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز ص۲۵۴۔

[3] طبقات صفحہ ۲۸۱۔

Marfat.com

زمانہ میں یہ حالت ہوگئی تھی۔ کہ لوگ ان کے عمال کے پاس بہ کثرت مال لے کر آتے۔ اور کہتے کہ فقرا کو دیدو۔ لیکن ان کو اپنا مال واپس لیکر جانا پڑتا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے تمام لوگوں کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا کہ کوئی شخص اس قابل نہیں ملتا تھا کہ اس کو یہ مال دیا جائے۔[1]

طبقات میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ مستحقین پر صدقہ تقسیم کیا جائے۔ لیکن میں نے دوسرے سال دیکھا کہ جو لوگ صدقہ قبول کرتے تھے۔ وہ صدقہ دینے کے قابل ہو گئے۔

۴۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے افریقہ کا صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ میں نے صدقہ وصول کر کے فقراء کو بلایا کہ ان پر تقسیم کر دوں۔ لیکن مجھ کو کوئی فقیر نہیں ملا۔[1]

۵۔ وظائف و عطایا کے علاوہ امداد و اعانت کے مختلف طریقے قائم کیے۔[2]

۶۔ (الف) لنگر خانے قائم کیے گئے جن سے فقراء و مساکین کو برابر کھانا ملتا تھا۔

۷۔ (ب) غربا کے پاس جو کھوٹے سکے ہوتے تھے ان کی نسبت بیت المال کے افسروں کو لکھا کہ اگر یہ لوگ ان سکوں کو بدلنا چاہیں تو کھرے سکوں سے بدل دیا جائے۔

۸۔ (ج) بیت المال میں ایک مد قائم کی گئی جس سے قرض داروں کا

---

[1] سیرت ابن عبدالحکم صفحہ ۲۸۲۔ [2] طبقات صفحہ ۲۵۰۔

Marfat.com

قرض ادا کیا جاتا تھا۔

۹۔(د) قیدیوں کے وظیفے مقرر کیے گئے۔

۱۰۔ اسلامی خلافت میں ملک کی خوشحالی کا تمام تر دارومدار بیت المال پر تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بیت المال کا دروازہ تمام قوم کے لیے کھول دیا تھا۔ جس سے امیر و غریب سب یکساں طور پر متمتع ہوتے تھے۔

۱۱۔ اپنی ہم نشینی کی جو شرطیں مقرر کی تھیں ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ میرے پاس انھیں لوگوں کی حاجتیں پہنچائی جائیں جو خود ان کے پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتے[1]

ایک بار ایک بدّو آیا اور اپنی حاجت نہایت پُر درد الفاظ میں پیش کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے گردن جھکالی۔ اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہوگئے۔ سر اٹھا کر پوچھا کہ تم سب کتنے آدمی ہو تو اس نے جواب دیا کہ ایک میں اور آٹھ بیبیاں۔ انھوں نے بیت المال سے سب کے وظائف مقرر کر دیے[2]

۱۲۔ آپ نے ملک میں جتنے معذور اور مجبور اشخاص تھے۔ سب کے نام درج کر کے ان کے وظائف مقرّر کر دیے۔ اگر اس میں کسی عامل سے ذرا بھی غفلت ہوتی تھی تو سخت تنبیہہ کرتے تھے۔ بعضوں کو نقد کے بجائے جنس ملتی تھی[3]

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ صفحہ ۷۲۔

[2] سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ صفحہ ۹۶۔

[3] ابن سعد صفحہ ۲۵۵۔

Marfat.com

۱۲۔ وہ قرضدار جو ناداری کی وجہ سے قرض نہ ادا کر سکتے تھے۔ ان کے قرض کی ادائیگی کی ایک مد قائم کی۔ شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر کیے۔ تمام ملک کے حاجتمندوں میں صدقات تقسیم کرانے کا بندوبست کیا۔

۱۴۔ ایک عامل کو لکھ کر بھیجا کہ اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں سے علم کی اشاعت کریں کیونکہ حدیثیں مردہ ہو رہی ہیں۔ جو علمار تبلیغ دین میں مشغول تھے۔ اُنھیں فکر معاش سے بے نیاز کر دیا حمص کے گورنر کو لکھا کہ جن لوگوں نے دُنیا چھوڑ کر اپنے کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا ہے۔ بیت المال سے سو سو دینار ان کا وظیفہ مقرّر کر دو۔ تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ خدمت دین کر سکیں۔

۱۵۔ طلبا کے لیے تعلیمی وظائف مقرر کر دیے۔[1]

---

[1] جامع بیان العلم صفحہ ۸۸۔

Marfat.com

خلافت عباسیہ

اور

اوقاف

اسلام کی تاریخ میں بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں۔ اور بہت سے خانوادے تخت حکومت پر بیٹھے۔ لیکن جو عظمت وشان اور اہمیت دولت عباسیہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کے حصے میں نہیں آئی۔ مسلمانوں کی ساری دماغی ترقیاں اور علمی کارنامے اور اکابر علماءِ علم وفن کے بہترین ذخائر عہد عباسی کی ہی یادگار ہیں۔ بنو عباس نے (اپنے ۶ سو سالہ دور حکومت میں) دنیائے اوقاف میں جو محیرّ العقول کارنامے انجام دیئے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مؤرخین نے اس دور میں کیے گئے اوقاف کے مقاصد کو کئی سو عنوانات کے تحت تقسیم کیا ہے۔

Marfat.com

اوقاف عہدِ عباسیہ کی ایک جھلک

(۱) ملازمین کو ان کے آقا بلا وجہ نہ ستائیں۔ چنانچہ اوقاف کے ذریعہ ان کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے مختلف طریقے اور ذرائع نکالے گئے۔

(۲) قیدیوں کے جرمانے ادا کرنے کے لیے علیحدہ اوقاف قائم کیے گئے۔

(۳) سفر کے لیے مفت سواریاں مہیا کرنے کے انتظامات محکمۂ اوقاف کے ذریعہ کیے گئے۔

(۴) دینی مدارس کا قیام، طلباء کے وظائف اور ان کی جملہ علمی ضروریات کی تکمیل و نیز مدرسین کی تنخواہوں کے انتظامات بھی اوقاف کے ذریعہ کیے گئے۔

(۵) مساجد کی تعمیر اور ان کی جملہ ضروریات کی تکمیل اوقاف کے سپرد کر دی گئیں۔

(۶) اسپتالوں۔ لنگر خانوں کی تعمیر اور ان کے مصارف کے لیے اوقاف کا علیحدہ قیام عمل میں لایا گیا۔

(۷) یتیم خانوں۔ اپاہج خانوں کی تعمیر۔ غرباء و فادار اور بیواؤں کی خبر گیری کے لیے بڑے بڑے اوقاف کا وجود عمل میں لایا گیا۔ غرضیکہ کار خیر اور رفاہِ عامہ کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے لیے باقاعدہ اوقاف قائم نہ کیے گئے ہوں اور یہ سب کچھ اس نظم و ضبط کے ساتھ کیا گیا کہ سلطنت عباسیہ دار الخیر میں تبدیل ہو گئی۔

Marfat.com

اوقاف خلیفہ ابو عبداللہ محمد مہدی بن ابو جعفر منصور عباسی۔

۱۵۸ھ لغایۃ ۱۶۹ھ
۷۷۵ء ۷۸۵ء

یہ محاسن اخلاق کا مجموعہ تھا۔ اس کی طبیعت اوائل عمری سے ہی جود و سخا کی طرف مائل تھی۔ جیسے ہی اس کو حکومت پر دسترس حاصل ہوئی اس نے امور خیر اور رفاہ عامہ کی طرف خصوصی توجہ کی۔ اس نے مکۂ معظمہ کے راستے درست کرائے اور تاکہ حجاج کرام کو تکلیف و پریشانی نہ ہو۔ اور قافلوں کے لیے جگہ جگہ سرائے بنوائیں۔ ہر ہر منزل پر کنویں کھدوائے۔ اور قافلہ کے جانوروں کے لیے حوض تعمیر کرائے۔

۲۔ خانۂ کعبہ کی عمارت میں توسیع کرائی۔ اس کے چاروں طرف رواق بنوائے۔ ان میں سنگِ رخام کے ستون لگوائے[1]

۳۔ مسجد نبوی میں توسیع کرنے میں بھی حصّہ لیا[2] جذامیوں کے لیے وظائف مقرر کیے اور انھیں حکم کے ذریعہ پابند کر دیا گیا کہ وہ عام گزرگاہوں پر نہ پھریں۔

۴۔ مساجد و مدارس کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا۔ جس کے ذریعہ انتظامات اوقاف کی نگرانی کی جائے۔

۵۔ اس نے کثرت کے ساتھ مساجد۔ مدارس۔ شفاخانے اور لنگرخانے تعمیر کرائے۔ اور ان کے مصارف کے لیے باقاعدہ اوقاف بھی قائم کیے۔

لہ تاریخ مکہ ازرقی جلد اول ص۱۷۵

۲ہ خلاصۃ الوفاء صفحہ ۱۴۳۔

Marfat.com

۶۔ جامع مسجد بصرہ کی بھی توسیع کرائی اور اس کے اوقاف قائم کیے۔

۷۔ اس کے باپ منصور نے اس کے لئے ایک کروڑ چالیس لاکھ اشرفیاں اور ساٹھ کروڑ درہم کا خزانہ چھوڑا۔ کارِ خیر میں زائد دلچسپی کی وجہ سے ہی اس کے عہد میں اوقاف کی بہتات ہو گئی۔

مہدی عباسی کی نگاہ میں دولت کی کوئی وقعت نہ تھی۔ ظلم و زیادتی کے ذریعہ سے حاصل کی جانے والی دولت کو وہ واپس کر دیا کرتا تھا[1]۔ اس کے عہد میں نظام اوقاف خوش اسلوبی سے انجام پاتا رہا۔

اوقاف خلیفہ ہارون الرشید بن مہدی:۔ ۱۷۰ھ/۷۸۶ء لغایۃ ۱۹۳ھ/۸۰۹ء

ہارون رشید کا عہد دولت عباسیہ کا اوجِ شباب تھا۔ اس کا شمار دنیا کے بہترین حکمرانوں میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کی شخصیت یورپین مصنفوں کے لیے ایک دلاویز افسانہ بن گئی۔ مورخین اس کو الف لیلہ کا ہیرو بھی قرار دیتے ہیں۔

۱۔ خطیب کا بیان ہے۔ ہارون رشید کا عہد نورتن کسی دوسرے حکمراں کو میسر نہیں آئے۔ اس کے قاضی۔ ابو یوسف (امام) اس کے وزیر برامکہ۔ اس کا درباری شاعر مروان بن ابی حفصہ۔ اس کا ندیم عباس بن محمد۔ اس کا حاجب فضل ابن عباس جیسا مرجع خلائق۔

---

[1] معارف۔ اعظم گڑھ۔

Marfat.com

اس کا معنی۔ ابراہیم موصلی جیسا یگانۂ روزگار گویا۔ اس کی بیوی زبیدہ جیسی مخیّر خاتون تھی۔

یہ بیکسوں اور حاجت مندوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ خشیتِ الٰہی میں روزانہ سو رکعتیں نفلیں پڑھتا۔ اور روزانہ ایک ہزار درہم خیرات کرتا۔ ہر دوسرے سال حج کے لیے جاتا۔ جس سال نہ جاتا تو اپنی جگہ پر تین سو آدمیوں کو حج کے لیے بھیجتا۔ ان کے جملہ مصارف برداشت کرتا اور فیاضی کے ساتھ زادِ راہ ہیا کرتا تھا۔ اس نے کثرت سے مساجد دینی مدارس قائم کیے اور ان کے لیے علیحدہ علیحدہ اوقاف کے قیام کا اہتمام کیا۔

۲۔ لنگر خانے۔ شفا خانے۔ اپاہج خانے۔ مہمان خانے۔ مسافر خانے اور یتیم خانے قائم کرکے اُن کے مصارف کے لیے عظیم اوقاف قائم کیے۔ اس کی فراخدلی اور فیاضی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی حدودِ مملکت میں اس کثرت سے اوقاف کا وجود عمل میں آیا کہ اس کی پوری قلمرو میں اوقاف کی بھرمار ہوگئی اور رفاہ عامہ کے چھوٹے چھوٹے امور کے لیے بھی اوقاف وجود میں آنے لگے۔

۳۔ اس نے یونانیوں، ہندوستان کے پنڈتوں۔ مجوسیوں اور عیسائی علماء و فضلا کو بلا کر اُن کی عزت افزائی کی۔ ان کی بڑی بڑی اور اہم کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کرانے کے لیے اُن کی خدمات حاصل کیں[1]

---

[1] تاریخ اسلام حصہ ۳۔ شاہ معین الدین ندوی۔

Marfat.com

۴۔ ہارون رشید نے بیت الحکمت کے نام سے تالیف و ترجمہ کے لیے باقاعدہ ایک ادارہ قائم کر کے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیا۔ اور اس کے لیے باقاعدہ اوقاف کا نظام قائم کیا[1]

۵۔ جب کبھی حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتا۔ تو حرمین شریفین کے باشندوں پر انعام و اکرام کی بارش کرتا۔ اور حاجتمندوں کو سوال کرنے سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ اسی لیے لوگ اس کی تعریفیں کرتے۔ اور اس کی مدح میں کثرت سے قصائد لکھتے تھے۔

اوقاف زبیدہ خاتون :۔

خلیفہ ہارون رشید عباسی کی بیوی زبیدہ خاتون اپنے وقت کی بہت خدا ترس، دیندار۔ غریب پرور اور مخیر خاتون تھیں۔ اسے قرآن خوانی کا بہت شوق تھا۔ اس کی بیشتر کنیزیں حفاظ تھیں۔ اس کے محل میں تلاوت کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔ غربار کی امداد کرنا، حاجتمندوں کی ضرورتیں پوری کرنا اور بیواؤں کی خبر گیری کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

جو سڑک بغداد سے مکہ مکرمہ کو جاتی ہے۔ اُس پر اپنے حجاج کرام کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں اور کنوئیں کھدوائے۔[2]

یہ جب حج کے لیے مکہ مکرمہ پہنچی تو حاجیوں کے لیے پانی کی بڑی قلت دیکھی۔ اس وقت حج کے زمانہ میں ایک مشک پانی ایک درم میں فروخت ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک نہر کھدوائی جس کی وجہ سے

---

[1] الھارون۔ مولوی مصباح الدین احمد۔ رحمانی پریس دہلی

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″

حجاج کرام کو زمانہ حج میں وافر تعداد میں پانی ملنے لگا۔ یہ نہر تاریخ میں نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہے۔

یہ مخیر خاتون جب حج کی غرض سے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ پہنچتی تو وہاں کے حاجتمندوں پر دولت کی بارش کرتی اور کسی کو نامراد واپس نہ کرتی تھی۔

اس نے متعدد دینی مدارس قائم کیے اور ان کے مصارف کے لیے اوقاف کا بھی انتظام کیا۔

اوقاف مامون رشید بن ہارون رشید:۔ ۱۹۸ھ/۸۱۳ء لغایتہ ۲۱۸ھ/۸۳۳ء

مامون تدبیر و سیاست، عقل و دانش، فہم و فراست، فضل و کمال، عدل و انصاف، شہامت فیاضی و دریا دلی، حلم و عفو و سادگی و تواضع جملہ اوصاف میں کامل تھا۔ اس کے نزدیک دولت کا مصرف یہ تھا کہ اس کو خرچ کیا جائے۔ کوئی حاجتمند اس کے دربار سے واپس نہیں ہوتا تھا۔ مامون رشید خود اپنے متعلق کہا کرتا تھا کہ معاویہ کی قوت عمرو بن العاص کے بل پر تھی۔ عبدالملک کا سہارا حجاج تھا۔ لیکن میری قوت و عظمت خود میری ذات سے ہے۔[2]

انفاق فی سبیل اللہ اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ غرباء و مساکین کی دستگیری بیواؤں اور یتیموں کی نگرانی پر خاص توجہ کرتا تھا۔ ان کی امداد و اعانت کے لیے علیحدہ اوقاف قائم کر دیے تھے۔

لہ الہارون۔ مولوی مصباح الدین احمد۔ رحمانی پریس۔ دہلی

۲ہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۱۱۔

Marfat.com

علمی ذوق و شوق میں اپنا ثانی نہیں چھوڑا - علماء و فضلا کی قدردانی علمی سرپرستی اس کا شوق تھا - سلاطین روم کو بڑے بڑے ہدایا و تحائف بھیج کر ان کے بدلے میں فلسفہ کی کتابیں طلب کیں - اور پھر ماہر مترجمین کی خدمات حاصل کیں - اور ان کی لمبی تنخواہیں و وظائف مقرر کیے -

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس زمانہ میں بغداد میں علم کا بازار گرم ہو گیا - علوم یونانی اور علوم فارسی کی بھی خوب ترقی ہوئی - علم و فن کی خدمت اور اشاعت میں اس کا مقام اپنے باپ ہارون رشید سے زاید بلند ہو گیا -

چونکہ یہ علم کا بہت دلدادہ تھا - اس لیے اس نے مدارس کے قیام کی طرف توجہ کی - اور اُن کے مصارف کے لیے اوقاف کا اہتمام کیا - طلباء کے جملہ مصارف معہ قیام و طعام اور کتابیں وغیرہ سب اوقاف کی آمدنیوں سے پورے کیے جاتے تھے - طالب علموں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی - اس نے عظیم الشان کتب خانے قائم کیے - اور ان کے مصارف کے لیے اوقاف کا نظام بھی بنایا -

کثرت سے مساجد - مسافر خانے - سرائیں - اپاہج خانے اور لنگر خانے قائم کیے اور ان کے لیے باقاعدہ اوقاف کا انتظام بھی کیا - نظام الاوقاف کی اصلاح کی اور بدعنوانیوں کا استیصال کیا -

اس کا عدل و انصاف - خوشحالی - علمی ترقی اور کار خیر میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے - اسی لیے مؤرخین اسے عباسی سلسلہ کا گوہر کہتے ہیں -

اوقاف علی بن عیسیٰ (وزیر) ۳۰۱ھ میں اس کا تقرر عمل میں آیا -

عہد عباسیہ میں کوئی وزیر اتنا عابد زاہد اتنا پاکیزہ اوصاف اور اتنا زبردست اہل قلم نہیں گذرا - یہ قرآن کا حافظ معانی و تفسیر سے

Marfat.com

باخبر اور غیر معمولی فیاض تھا[1]

اس بلند حوصلہ اور سخی وزیر نے نقراء اور بے بس انسانوں کی حالت سدھارنے کی طرف عملی قدم اٹھایا۔ اور اس مقصد کے لیے اپنی ذاتی جائداد کی نصف آمدنی وقف کر دی۔ اس وقت کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار (چار لاکھ روپیہ) سے زیادہ تھی۔ اس کے ماسوا اس نے اور بہت سے وقف کیے تھے۔ ان اوقاف کے انتظام کے لیے ایک مستقل محکمہ "دیوان البر" کے نام سے قائم کیا تھا۔ حرمین اور سرحدوں کے تحفظ کے فنڈ میں جو آمدنی ہوتی تھی اُسے دیانتداری سے انھیں مدوں میں صرف کیا جاتا تھا۔

اس نے اپنے صرفہ سے محلہ حربیہ میں ۳۰۲ھ میں ایک شفاخانہ بنوایا۔ جس کا نگراں اُس زمانہ کے مشہور طبیب ابو سعید بن یعقوب کو مقرر کیا۔ اور اس شفاخانہ کے لیے عظیم وقف بھی قائم کیا۔ جس کی آمدنی سے اس کے مصارف پورے کیے جاتے تھے۔

اوقاف خلیفہ مُستنصر باللہ عبّاسی م ۶۴۰ھ:۔

مُستنصر باللہ خانوادۂ بنی عبّاس کا چشم و چراغ تھا۔ علوم دینی اسلاف سے ورثہ میں پائے تھے۔ یہ ۶۲۳ھ میں تخت نشین ہوا۔

مدرسۂ مستنصریہ کا قیام اور اس کی تعمیر اس خلیفہ کا عظیم کارنامہ ہے۔ ابن واصل نے اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے:۔

خلیفہ مستنصر باللہ نے یہ مدرسہ دریائے دجلہ کے شرقی کنارے پر تعمیر کرایا تھا۔ جس سے بہتر دنیا میں کوئی مدرسہ نہیں تھا۔

---

[1] الفخری ص ۲۴۰، ۲۴۱۔

Marfat.com

اس میں چاروں مسلکوں کے لیے چار مدرس مقرر کیے گئے تھے۔ مدرسہ سے متعلق شفاخانہ اور فقرار کے لیے باورچی خانہ بنوایا گیا تھا۔ طلبا کے لیے مکان۔ چارپائی۔ چراغ۔ تیل وغیرہ اور ٹھنڈے پانی کا انتظام تھا۔ حمام خانے اور خدمت گار مقرر کیے گئے تھے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس عمارت کی تعمیر ۶۲۵ھ میں شروع ہوکر ۶۳۱ھ میں ختم ہوئی۔ مدرسہ سے متعلق ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا۔ جس میں ایکسو ساٹھ اونٹوں پر نایاب و نفیس کتابیں لاد کر لائی گئی تھیں اور انھیں کتب خانہ میں رکھا گیا تھا۔ ۲۴۸ فقیہہ طالب علم ان میں کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ مدرسہ میں حدیث، نحو، طب اور فرائض کی تعلیم کے مدرسین علیحدہ علیحدہ رکھے گئے تھے۔ یتیم و نادار طلبا کے لیے خصوصی انتظام کیا گیا تھا۔ اور ان کے جملہ مصارف کا اہتمام تھا۔

اس مدرسہ کے جملہ مصارف کے لیے مستنصر باللہ نے مال کثیر سے وقف قائم کیا تھا۔

ناصر الدین نے سفرنامہ ایشیا میں اس مدرسہ کی عظمت رفتہ کا ذکر یوں کیا ہے۔

"مدرسہ میں رہنے والے طلبا کو مکان، خوراک، روغن، کاغذ، قلم وغیرہ مدرسہ کی طرف سے ملتے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں قیام کرنے والے طلبا کو ایک اشرفی ماہوار ملتی تھی۔ اس مدرسہ کے مصارف کے لیے سینکڑوں دیہات اور مواضعات وقف کیے گئے تھے جن کی مجموعی آمدنی ساڑھے ۴ لاکھ دینار سالانہ تھی[1]

---

[1] مقالات شبلی ۳ صفحہ ۴۸۔

Marfat.com

دولتِ عثمانیہ

اور

اوقاف

دولت عثمان نے اپنے ۶ سو سالہ دورِ حکومت میں انفاق فی سبیل اللہ کے وہ چشمے جاری کیے جو غربار و مساکین کے لیے آب رحمت ثابت ہوئے درا صل دولت عثمانیہ کو مستحکم اور پائدار بنانے میں جس چیز نے نمایاں کردار ادا کیا وہ عثمانی فرماں رواؤں کی رعایا پروری ۔ اوقاف کی بہتر کارکردگی اور رفاہ عامہ کے عدیم المثال کارنامے تھے ۔

سرزمین ترکی پر موجود عظیم اوقاف آج بھی اپنے واقفین کے جذبۂ ایثار و قربانی کی شہادت پیش کر رہے ہیں ۔

Marfat.com

○

عثمانی ترکوں کی ترقی کا راز ان کی فطری جنگ جوئی نہیں ۔ بلکہ ان کی تعلیمی اصلاحات رفاہ عامہ سے گہری وابستگی اور حیرت انگیز نظام حکومت تھا ۔ تعلیم کا ذوق سلاطین عثمانیہ کو ابتدا ہی سے تھا ہر سلطان مساجد کی تعمیر کراتا تو ان کے ساتھ ایک مدرسہ ضرور قائم کرتا اور ان کے مصارف کے لیے اوقاف کا اہتمام ضرور کرتا تھا ۔ سلطان مصطفیٰ ثالث کے عہد حکومت میں صرف شہر قسطنطنیہ میں ڈیڑھ سو مدارس تھے ۔ سلطان عبدالحمید خاں کے دورِ حکومت میں ان کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی اور ہر مدرسہ کے لیے جائدادیں وقف کی گئی تھیں ۔ اگر کبھی ان کی آمدنی میں کوئی کمی واقع ہوتی تو یہ کمی حکومت کے خزانہ سے پوری کی جاتی۔ قسطنطنیہ کے نفی کا درجہ مفتی اعظم کا تھا ۔ یہی شعبۂ اوقاف کا نگران بھی ہوا کرتا تھا ۔ اور مفتیوں اور نائب قاضیوں کا تقرر بھی کیا کرتا تھا۔

کتب خانوں کا قیام عثمانی ترکوں کا قابل فخر کارنامہ ہے ۔ دنیا میں سب سے زیادہ عربی تصانیف قسطنطنیہ میں تھیں اور وہاں ۴۵ کتب خانے تھے ۔ یہ سب کتابیں وقف عام تھیں ۔ ان تمام کتب خانوں کے ساتھ اتنی جائدادیں وقف تھیں جن کی آمدنی سے کتب خانوں کے جملہ مصارف پورے کیے جاتے تھے ۔ شاہی کتب خانہ قصر ہمایوں اور کتب خانہ عائشہ آفندی شہرت کے حامل تھے ۔ جن کے اپنے علیحدہ اوقاف تھے۔ جن سے ان کے ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر مصارف پورے کیے

---

[1] تاریخ اسلام دولت عثمانیہ جلد دوم ۔ ڈاکٹر محمد عزیز معارف پریس اعظم گڑھ

Marfat.com

جاتے تھے۔

شہروں میں مسافروں کے لیے مکانات بنے ہوئے تھے۔ جو کہ زوایا یا خانقاہ کہلاتے تھے انھیں تکیہ بھی کہا جاتا تھا۔ ہر فرقہ کے لیے علیحدہ علیحدہ خانقاہیں (مسافرخانے) تھے۔ انھیں مسافر جب تک جی چاہے رہ سکتا تھا۔ جہاں کھانا اور چاء مفت ملتی تھی۔

ترکی کے ہر شہر میں ہندوستانی باشندوں کے لیے علیحدہ خانقاہیں (مسافرخانے) بنی ہوئی تھیں۔ اور ہر خانقاہ کے ساتھ اتنی جائداد وقف تھی جس سے جملہ مصارف پورے کیے جاتے تھے۔ ہر خانقاہ کے ساتھ ایک نگران مقرر تھا۔ جس کو معقول تنخواہ وقف سے دی جاتی تھی صرف قسطنطنیہ کی خانقاہوں کا خرچ ۵ لاکھ تھا۔[1]

علامہ شبلی نعمانیؒ نے مشہور مصنف ارگھاٹ (Urquhart) کے حوالے سے لکھا ہے کہ ترکی میں کوئی سلطان ایسا نہیں گزرا جس نے اپنے پیچھے ایک کالج یا ایک مدرسہ نہ چھوڑا ہو اور اس پر کچھ جائداد نہ وقف نہ کی ہو۔[2]

اوقاف اورخاں ۷۲۶ھ / ۱۳۳۶ء لغایۃ ۷۶۰ھ / ۱۳۵۹ء

اورخاں بن امیر عثمان خاں بن ارطغرل ۶۸۴ھ میں پیدا ہوا۔ اورعثمان کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے نائیا میں ایک

---

[1] قسطنطنیہ۔ نوازش علی خاں۔ مصطفائی پریس لاہور ۱۸۹۷ء ص۱۲۰

[2] مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم۔ شبلی نعمانیؒ

Marfat.com

عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی اور اس سے متعلق ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ جس کے مصارف کے لیے باقاعدہ اوقاف بھی قائم کیے۔ یہ دولت عثمانیہ کا سب سے پہلا مدرسہ تھا۔

سلطان آورخاں بہت دریا دل فیاض اور سخی تھا۔ اُس نے غربا کے لیے لنگر خانے جن میں یہ خود بیٹھ کر کھانا تقسیم کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی قلمرو میں جگہ جگہ مساجد۔ مدارس۔ سرائے حمام اور مسافر خانے تعمیر کرائے جن کی تعداد ۴ ہزار سے زائد تھی۔

دارالحکومت بردسہ کی طرف اس نے خاص کر توجہ کی۔ وہاں ایک شاندار جامع تعمیر کرائی اسی کے ساتھ ایک مدرسہ اور شاہی اسپتال قائم کیا جس میں اس نے بڑے بڑے اہل کمال کو جمع کیا۔

اس سلطان نے ایک اور عظیم مدرسہ قائم کیا جو "مدرسہ ازنک" کے نام سے مشہور تھا جس کے مصارف کے لیے اس نے کثیر جائدادیں وقف کیں۔ اس مدرسہ نے بڑے بڑے علماء و فضلا و پیدا کیے[1]

اوقاف سلطان محمد فاتح ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء لغایۃ ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء

یہ بہت بڑا مدبر اور حوصلہ مند ترک سلطان تھا۔ اس کے اندر ایک کامیاب حکمراں کی جملہ خصوصیات موجود تھیں۔ یہ طبقہ علماء کی بڑی عزت اور احترام کرتا تھا۔ اس نے قاضیوں اور مفتیوں کی تعلیم و ترقی کا ایک

---

[1] دولت عثمانیہ جلد دوئم [2] دولت عثمانیہ۔ جلد اول محمد عزیز معارف پریس اعظم گڑھ۔

Marfat.com

ضابطہ مقرر کیا۔ اس نے تعلیم کا جو نظام کیا وہ علمی و مذہبی کے ساتھ ساتھ سیاسی مضمرات بھی رکھتا تھا۔ ہر گاؤں اور شہر میں مدارس کھول دیئے گئے تھے اس کے علاوہ اعلیٰ تعلیم کے کالج اس کے علاوہ مقرر کیے گئے تھے۔ جن کے لیے باقاعدہ اوقاف بھی قائم کیے گئے تھے[1]

تعلیمی اصلاحات کے سلسلے میں اپنے تمام پیش روؤں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ طلباء کے لیے قیام و طعام کا بندوبست اور ان کے مصارف کے لیے کثرت سے اوقاف قائم کیے۔

وقف جامع حضرت ابو ایوب انصاری

یہ سلطان محمد فاتح کا وہ لافانی شاہکار ہے۔ جس نے اس کو شہرت دوام عطا کر دی۔ حضرت ابو ایوب انصاری مشہور صحابی رسول ہیں۔ جب ہجرت کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے۔ تو حضور کی ناقہ آپ ہی کے دروازے پر بیٹھی۔ اور آپ ہی کو حضور کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ۵۲ھ میں دوران لشکر کشی (محاصرہ) آپ کی وفات ہوئی اور قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس مدفون ہوئے۔

سلطان محمد فاتح نے جب ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ تو اس کے تیسرے دن حضرت ابو ایوب انصاری کے مزار کا انکشاف ہوا چنانچہ سلطان نے مزار سے متصل ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی جو جامع حضرت ایوب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے لیے سلطان نے عظیم

---

[1] دولت عثمانیہ جلد اوّل۔ محمد عزیز۔ معارف پریس اعظم گڑھ

Marfat.com

وقف بھی قائم کیا۔

اسی وقت سے یہ دستور پڑ گیا کہ تخت نشینی کے موقع پر ہر سلطان اس مسجد میں جا کر عثمان اول کی تلوار حمائل کرتا تھا اور یہ تقریب رسم تاجپوشی کے قائم مقام مانی جاتی تھی۔

اوقاف سلطان سلیمان اعظم ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء لغایۃ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء

اس کے عہد میں سلطنت عثمانیہ اپنے شباب پر تھی۔ یہ رحم وکرم اور فیاضی کے لیے خاص کر مشہور تھا۔ اس نے وہ رقم جو حرمین شریفین کے اس کے آبا و اجداد کے زمانے سے جایا کرتی تھی اس کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔ اور غلہ کی مقدار جو سلیم اول کے زمانے سے خیرات کی جاتی تھی اس میں بھی اضافہ کیا۔ اس نے مصر کے چند گاؤں اہل حرمین کے لیے وقف کر دے۔ نظام اوقاف کی اصلاح میں بھی گہری دلچسپی لی۔ بروسہ شہر میں عظیم الشان مساجد و مدارس قائم کیے۔ جن میں بایزید جامعی سلطان جامعی۔ فاتح جامعی۔ شہزادہ جامعی اور سلیمان جامعی بہت مشہور تھے۔ ان مدارس کے لیے بڑے بڑے اوقاف قائم کیے۔ جن اساتذہ کی تنخواہیں اور مدرسہ کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں غریب و نادار طلباء کو باقاعدہ وظائف جاری کیے جاتے تھے۔

بازنطینی طرز تعمیر میں تین میناروں کا اضافہ اسی سلطان کے ذوق لطیف کا نتیجہ ہے جس نے مدارس اور مساجد کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ آج کل ترکی عمارات میں جو مینار نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی تفرد بعض کے اعتبار سے امتیازی شان رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اورنگ شہر میں مساجد و مدارس کے قیام کا سلسلہ بھی اسی سلطان کی توجہ و دلچسپی کا نتیجہ تھا جس کے لیے اوقاف کا اہتمام کیا گیا تھا جس سے ان کے جملہ مصارف پورے کیے جاتے تھے۔

سلیمان اعظم طبعاً فیاض اور غریب پرور تھا۔ اس لیے اس نے نادار و مسکین طبقے کے لیے خصوصی مراعات کیں۔ ان کے لیے وظائف مقرر کیے اور ان کی دیکھ بھال و نگرانی کے لیے اوقاف مقرر کر دیے [1]

اوقاف سلطان محمود ثانی۔ تعلیمی اصلاحات کی طرف خصوصی توجہ کی۔ قاضیوں اور مفتیوں کے لیے علیحدہ ایک کالج قائم کیا اور اس کا ضابطہ بھی خود ہی تیار کیا۔ اس کالج کے مصارف کے لیے باقاعدہ اوقاف بھی قائم کیے۔ اس کے عہد میں یکتائے روزگار قاضی، مفتی اور عالم و فاضل پیدا جن کا یہ بہت احترام کرتا تھا۔ قاضی و مفتی وغیرہ صرف عہدوں کے پر کرنے کے لیے ہی تیار نہیں کیے جاتے تھے۔ بلکہ یہ حضرات میدان جنگ میں ایک سپہ سالار کی طرح فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر سلطان کے دوش بدوش جہاد میں شریک ہوتے تھے۔

اس نے اوقاف کی انتظامی بدعنوانیوں کو دور کرنے کے لیے اوقاف کی جائدادوں کو سرکاری نگرانی میں لے لیا [2]

---

[1] تاریخ ملت جلد ۶۔ دولت عثمانیہ جلد دوم [2] ترکی۔ اکمل ایوبی ادارۂ علوم اسلامیہ علی گڑھ

Marfat.com

سلطان محمود ثانی نے مسجد احمد اور مسجد سلیمان کے ساتھ دو مدارس خاص کر قائم کیے۔ جن میں ۷۰۰ طلبا زیر تعلیم تھے۔ ان کے قیام وطعام کے جملہ مصارف اوقاف سے پورے کیے جاتے تھے۔

وقف والدہ سلطان محمود ثانی

سلطان محمود ثانی کی والدہ بہت نیک دل اور فیاض خاتون تھیں انھوں نے ایک مدرسہ قائم کیا جس کے جملہ مصارف وہ خود اپنی جیب خاص سے ادا کرتی تھیں۔ بعد میں انھوں نے اس کے لیے باقاعدہ وقف قائم کر دیا[1]

اوقاف سلطان عبدالحمید خاں

(۱۱۸۷ھ-۱۲۰۳ھ - ۱۷۷۲ء تا ۱۷۸۹ء)

طبعاً نیک دل غربا پرور اور مخیر تھے۔ تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد ہی انھوں نے رفاہ عامہ کے کاموں کی طرف خصوصی توجہ کی۔ مساجد اور مدارس کے لیے جو اوقاف پہلے سے چلے آرہے تھے اُن کو جاری رکھا اور مزید اوقاف کا اضافہ کیا۔

سلطان عبدالحمید خاں نے صرف یتیموں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام "دارالشفقہ" تھا۔

۱۸۹۲ء میں جب مولانا شبلی نعمانی نے قسطنطنیہ کا سفر کیا تو اس دارالشفقہ میں تقریباً ایک ہزار طالب علم تعلیم حاصل کر رہے تھے اور سب کے سب دارالاقامہ میں رہتے تھے۔ ان کے تعلیمی مصارف کا پورا بار سلطان عبدالحمید خاں اپنی جیب خاص سے پورا کرتے تھے[2]

---

[1] تاریخ ملت ج۔ ۶
[2] تاریخ ملت

Marfat.com

سلطان عبد الحمید خاں کی علمی سرپرستی کا نتیجہ تھا۔ کہ صرف قسطنطنیہ میں ان کے زمانے میں مدارس کی تعداد تین سو تھی۔ جن کے لیے باقاعدہ اوقاف کا نظام موجود تھا۔ اس مثال سے باقی قلم رو کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا ۱۹۳۸ء اور اوقاف

مصطفیٰ کمال پاشا کا دورِ حکومت زیادہ تر فوجی جدوجہد میں گزرا۔ لیکن انھیں جو بھی موقع ملا ملکی اصلاحات کیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا کو جدید اور ترقی پسند اصلاحات سے جب پورا ترکی متاثر تھا۔ خود مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں میں بھی تجدد اور ترقی پسندی کا عمل جاری تھا۔ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ جس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ تو پھر ان حالات میں اوقاف کیسے بچ سکتے تھے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے دور میں اوقاف پر کیا گزری اس کے لیے میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے ڈاکٹر اکمل ایوبی استاذ ادارۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مشہور تالیف "ترکی" کا ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں۔ جس کو پڑھ کر آپ خود نتیجہ نکال لیں گے۔

"یورپ کو سیاست سے مذہب کو جدا کرنے میں کئی صدیاں لگی تھیں اور بڑے بڑے انقلابات کے بعد یہ بات پیدا ہو سکی تھی لیکن ترکی میں اتاترک کی مقبولیت اور ان کی خداداد قابلیت کی وجہ سے صدیوں کا کام صرف چند سالوں میں انجام پا گیا۔ اتاترک کے پندرہ سالہ

Marfat.com

دورِ حکومت میں درویش حلقہ کا خاتمہ ۔ تکیہ جات کی بندش ۔ خانقاہوں کا خاتمہ اور تمام اوقاف کی بحق سرکار ضبطی شامل ہے ۔ شیخ الاسلام کا دفتر توڑ دیا گیا اور اس کے منصرم کو ایک معمولی وزیر کی حیثیت دے کر برائے امور مذہبی قائم مقام بنا دیا گیا ۔ مگر یہ جگہ بھی زیادہ عرصہ تک برقرار نہ رہ سکی ۔ اور خلافت کے خاتمہ کے بعد اس کو بھی ختم کر دیا گیا ۔ اور اس کے بجائے محکمہ امور مذہبی کا اجرا کیا گیا ۔ جسے وزیر اعظم کی نگرانی میں دے دیا گیا ۔“ [1]

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ صوفیاء کے مختلف قسم کے لباس جو مختلف سلسلوں کے امتیازی نشان تھے حکماً بند کر دیے گئے ۔ اوقاف سے متعلق مدارس کے نصاب کو بدل دیا گیا [2] اور متولیان کو ان کے منصب سے خارج کر دیا گیا ۔

اس طرح اوقاف کی جملہ آمدنی حکومت وقت کے رحم وکرم پر ہو گئی جسے حکومت کی مالی مشکلات کے رفع کرنے میں صرف کیا گیا ۔

چونکہ اوقاف براہ راست حکومت ترکی کے زیر انتظام آ چکے تھے اس لیے اوقاف کا انتظام اور اوقاف کی آمدنی حکومت وقت کے اصلاحی اقدامات کی تابع ہو گئی ۔

---

[1] ترکی ۔ ڈاکٹر اکمل ایوبی ۔ ادارۂ علوم اسلامیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

[2] خالدہ ادیب خانم یادگار (انگریزی) صفحہ ۳۵۱

Marfat.com

دُنیائے اسلام کے چند اہم اوقاف

۱۔ وقف کعبہ شریف (مکہ مکرمہ)
۲۔ وقف مسجد نبوی (مدینہ منورہ)
۳۔ وقف قبرستان جنت البقیع
۴۔ وقف جامعہ ازہر (مصر)
۵۔ وقف جامع دمشق (شام)
۶۔ وقف جامع مسجد قرطبہ (اُندلس)
۷۔ وقف مدرسہ صولتیہ (سعودی عربیہ)
۸۔ وقف تاج محل آگرہ (ہندوستان)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقف کعبہ شریف

قرآن مجید میں بیت اللہ شریف کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۂ آل عمران)

ترجمہ :- "بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے۔ جو مکہ میں ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی اور تمام جہان والوں کے لیے اسے مرکز ہدایت بنایا گیا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ اور مقام ابراہیم ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا وہ امن و حفاظت میں آ گیا لوگوں پر یہ اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اللہ تعالے تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔"

Marfat.com

تاریخ خانۂ کعبہ: (دنیا کے بتکدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا)

آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ اور مکہ مکرمہ کی بنیاد ڈالی۔ مکہ مکرمہ کی آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں قصی بن کلاب جب شام آئے تو یہاں مکانات بننا شروع ہو گئے اور شہر کو بہت ترقی ہو گئی۔ مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے اور سطح سمندر سے تقریباً ساڑھے تین سو فیٹ بلندی پر واقع ہے۔ اس کا عرض البلد ۲۱ درجہ شمالی اور طول البلد ۳۹ ½ مشرقی ہے ساحل سمندر سے ۴۸ میل مشرق میں واقع ہے۔ مکہ، بکہ ام القری، بلد امین اس کے نام ہیں۔ شمال جنوب دو پہاڑی سلسلوں میں یہ شہر گھرا ہوا ہے۔ اسی لیے اس میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے۔

خانہ کعبہ کے انقلابات

ایک مدت بعد جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی بنائی ہوئی عمارت کا نقشہ پہاڑی نالہ کی نذر ہو گیا۔ تو بنی جرہم قبیلہ نے جو ایک خانہ بدوش قافلہ کی صورت میں یہاں ٹھہر گیا تھا اور حضرت اسمٰعیل کا سسرالی رشتہ اس سے قائم ہو کر باعث ازدیاد نسل ہو چکا تھا۔ دوبارہ اسی طرز پر پھر اس عمارت کو قائم کیا۔ ایک زمانہ بعد پھر عمارت شکستہ اور منہدم ہو گئی تو بنی حمیر کے ایک قبیلہ عمیق نے پھر اس

Marfat.com

کی تعمیر کی ۔ اس کے بعد عمارت ٹوٹی تو قصی بن کلاب نے اس کو اس شان کے ساتھ بنایا کہ اس کی چھت لکڑیوں سے پاٹ دی ۔ اور اس پر سیاہ غلاف ڈالا گیا ۔ یہ عمارت اسی طرز پر حضور کے عہد شباب تک قائم رہی ۔ اسکے بعد ایک دن ایک عورت غلاف کعبہ کے پاس بخور روشن کرنا چاہتی تھی ۔ کہ پردہ میں آگ لگ گئی ۔ اور تمام عمارت جل گئی ۔ یہ زمانہ عرب میں قحط سالی کا تھا ۔ قریش نے اس عمارت کو بنانا چاہا ۔ لیکن روپیہ کی کمی اور بعض وجوہات کی بنا پر سابقہ عمارت میں پانچ ترمیم کرنا پڑیں ۔

(۱) حطیم کی جانب کئی گز جگہ چھوڑ کر کعبہ کی غربی دیوار اٹھائی گئی اس وجہ سے کعبۃ اللہ کا بہت سا حصہ عمارت سے باہر رہ گیا ۔

(۲) دروازہ کی چوکھٹ زمین سطح زمین پر لگانے کے بجائے سطح زمین سے دو گز اونچی لگائی گئی ۔ تاکہ ہر شخص بغیر اجازت اندر داخل نہ ہو سکے ۔

(۳) خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی دو صفیں قائم کیں ۔ ہر لائن میں تین تین ستون رکھے ۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر تشریف لے جا کر نماز پڑھی تو ان ہی ستونوں کے درمیان نماز ادا کی ۔

(۴) دیواریں پہلے سے دو چند بلند کر دی گئیں ۔

(۵) رکن شامی کے قریب کعبہ کی چھت پر چڑھنے کے لیے ایک زینہ بنایا گیا ۔

●

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خانہ کعبہ میں تبدیلیاں

آنحضرت نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ تمہاری قوم ابھی نومسلم ہے۔ لیکن اگر میں زندہ رہا تو کعبہ کو بنیاد ابراہیمی پر قائم کروں گا۔ اور ایک دروازے کے بجائے دو دروازے رکھوں گا۔ اور دروازہ اونچا رکھنے کے بجائے نیچا رکھوں گا۔ مگر آپ کی عمر نے دفا نہ کی۔ اس لیے آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ تاہم عبداللہ ابن زبیر نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث سنی تو کعبہ کو بناء ابراہیمی پر قائم کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادے کی تکمیل فرمادی۔ یہ ۲۷ رجب ۶۴ھ کی بات ہے۔ لیکن جب بنی امیہ کا دور حکومت آیا تو کچھ دنوں بعد ہی حجاج بن یوسف نے اس تعمیر زبیری کو شہید کرا کر از سر نو بناء قریشی پر کعبۃ اللہ کو ۷۴ھ میں تعمیر کرایا۔ اس کے بعد بنو عباس کے عہد حکومت میں خلیفہ ہارون رشید نے پھر اسے بناء ابراہیمی پر بنانے کا ارادہ کیا۔ لیکن امام مالک اور دوسرے علماء نے اس مصلحت سے اس کو روک دیا کہ اس طرح بار بار کی تبدیلیوں سے کعبۃ اللہ کی عظمت و ہیبت لوگوں سے دلوں سے نکل جائے گی۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً اس عمارت کی مرمت و ٹوٹ پھوٹ تو ہوتی رہی۔ لیکن مکمل انہدام کی ہمت پھر کسی کو نہیں ہوئی۔ حتی کہ جب اس کی عمارت بالکل بوسیدہ ہوگئی تو ۱۰۴۰ھ میں سلاطین قسطنطنیہ میں سے سلطان مراد ابن احمد خاں کی مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کردی۔ انھوں نے بجز "حجر اسود" کے کونے کے تمام عمارت کو اُتروا کر از سر نو بناء قریشی پر تعمیر کرایا۔ جو اب تک قائم ہے۔

۱ کمالین۔ ترجمہ وشرح اردو جلالین

Marfat.com

خانۂ کعبہ کی تولیت :- اس کی تولیت بنی اسمٰعیل میں چلتی رہی ان متولیان میں سے ایک شخص عمرو بن لحی تھا۔ وہ شام سے کچھ بُت اُٹھا لایا اور خانہ کعبہ میں رکھ دیئے اُسی دن سے کعبہ میں بت پرستی کی ابتدا ہوگئی اور فتح مکہ پر اس کا خاتمہ ہوگیا۔

وقف مسجد نبویؐ :- اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رکھی۔ پھر تمام عمر اس میں نمازیں پڑھیں۔ یہ آپ کی ساری دینی سرگرمیوں۔ تعلیم وتربیت ہدایت و [illegible] احکام کا مرکز بنی رہی۔

اس مسجد کی عظمت کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل حدیث کافی ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلوٰۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلوٰۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

تَرجَمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اس مسجد میں (یعنی مدینۂ طیبہ کی مسجد نبوی میں) ایک نماز دوسری تمام مساجد کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔

•

Marfat.com

وقف مسجد نبوی ﷺ

○

جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم ہجرت کرکے مدینہ آئے تو جس زمین پر آپؐ کی اونٹنی اوّل بار بیٹھی وہ دو یتیم بچّوں سہلؓ اور سہیلؓ کی ملکیت تھی اسے آپؐ نے خرید کا ارادہ فرمایا۔ یہ دونوں بچّے حضرت اسد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ بچّوں نے اپنی زمین اللہ کے رسُول کو بطور ہدیہ پیش کرنا چاہی لیکن آپؐ نے قیمت ادا کرنے پر اصرار فرمایا۔ آخر اس وقت کے حساب سے دس دینار میں وہ زمین خریدی گئی جس پر مسجد نبویؐ کی بنیاد رکھی گئی۔ رسُول اللہ نے اپنے دستِ مبارک سے مسجد نبویؐ کی بنیاد رکھی۔ اینٹ گارا آپؐ خود بھی اٹھاتے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر مسجد بناتے۔ مسجد نبویؐ کچّی اینٹوں سے بنی تھی فرش کچّا تھا چھت کھجُور کے پتوں کی۔ اور کھمبے کھجُور کے تنوں کے تھے۔ بارش ہوتی تو مسجد کے اندر کیچڑ ہو جاتی، اس تکلیف کو دُور کرنے کے خیال سے فرش پر سنگ ریزے بچھا دیے گئے۔

مسجد کی ابتدائی لمبائی (طول) ۱۰۵ فیٹ۔ چوڑائی (عرض) ۹۰ فیٹ۔ اور اونچائی تقریباً ۱۰ فیٹ تھی۔ دیوار کی موٹائی ڈیڑھ اینٹ کے برابر رکھی گئی۔ مسجد کے مشرقی گوشے میں ایک چبوترہ چھت دار بنایا گیا جسے "صفہ" کہتے ہیں۔ یہاں ستّر سے ایک سو صحابہ تک ایسے رہا کرتے تھے جن کا نہ کوئی گھر بار تھا نہ روزگار۔ یہ اصحاب صفّہ کے نام سے یاد کیے جاتے۔ یہ چبوترہ آج

Marfat.com

بھی موجود ہے۔

قبلہ کی سمت اس وقت بیت المقدس یعنی شمال کی طرف تھی شمالی سمت کی دیوار چھوڑ کر بقیہ مسجد کے تینوں طرف کی دیواروں میں تین دروازے نکالے گئے۔ ایک دکھنی دیوار میں جہاں آج قبلہ کا رُخ ہے۔ (یہ دُوازہ بند کر دیا گیا) دوسرا مغرب کی سمت (باب عائشہؓ) جو آج "باب الرحمۃ" کہلاتا ہے اور تیسرا باب "آلِ عثمانؓ" جو آج باب جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھنے کے بعد ہجرت کے دوسرے سال جب بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم نازل ہوا تو شمالی سمت کے بجائے جنوبی سمت رُخ کر کے نماز پڑھی جانے لگی۔ جنوبی سمت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور شمالی دیوار میں دروازہ کھول دیا گیا جو آج باب مجیدی کے نام سے موسوم ہے۔ قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ مسجد نبویؐ میں بیت اللہ کی طرف قبلہ کی سمت اس درجہ صحیح اور درُست ہے کہ اس میں ذرا بھی فرق نہیں۔ حالانکہ اس وقت نہ پیمائشی آلات تھے نہ نقشے تھے جو قطعیت کے ساتھ سمت متعین کر سکیں مگر رسول اکرم صلی اللہ نے حکم خداوندی سے بالکل صحیح سمت فرمادی۔

فتح خیبر کے بعد حضورؐ نے مسجد کی لمبائی میں ۵۴ فیٹ اور چوڑائی میں ۴۰ فیٹ کا اضافہ کر کے ۱۵۰×۱۵۰ کی مربع عمارت تعمیر کر دی۔ مسجد کی تعمیر سے فراغت کے بعد ازواج مطہرات کے لیے یکے بعد دیگرے ۹ حجرے مسجد سے متصل تعمیر کروائے۔ ہر حجرے کی لمبائی ۱۵ فیٹ، چوڑائی ½۱۰ فیٹ اور بلندی ۶ فیٹ تھی۔

وصال کے بعد حضور حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آرام فرما ہیں۔ اسی حجرے میں آپ نے رحلت فرمائی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضا اپنے

Marfat.com

حجرے میں مقیم رہیں۔

نبی کریم کی رحلت کے بعد جب حضرت عائشہ رضہ کے والد ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ اوّل ہوئے اور ان کا بھی جلد ہی انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہ رضہ کی اجازت سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حجرۂ عائشہ رضؓ میں دفن کیا گیا۔ مگر پاس ادب کے خیال سے بالکل برابر نہیں رکھا بلکہ ہاتھ بھر سر اقدس سے نیچے رکھا گیا۔ جب خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا انتقال ہوا تو ان کی انتہائی خواہش تھی کہ حضورؐ کے پاس دفن ہوں مگر یہ جگہ حضرت عائشہ رضہ نے اپنے لیے مخصوص کر لی تھی۔ وقت آخر حضرت عمر رضہ نے اپنے صاحب زادے کو حضرت عائشہ رضہ کی خدمت میں بھیجا اور عرض کروایا کہ امیر المومنینؓ خطاب کے بیٹے پر یہ احسان کریں کہ حضورؐ کے پاس دفن کی اجازت دیدیں، حضرت عائشہ رضؓ نے بخوشی اجازت دے دی اور حضرت عمر رضؓ کی قبر بھی ایک ہاتھ نیچے دبا کر (یعنی حضرت ابوبکر رضہ کی قبر سے بھی ایک ہاتھ نیچے) بنائی گئی۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضہ کے زمانے میں مسجد نبویؐ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ حضرت عمر رضہ نے سنہ ۱۷ھ میں مسجد کی لمبائی ۲۱۰ فیٹ اور چوڑائی ۱۸۰ فیٹ کر دی اور چھ دروازے تعمیر کرائے دو دروازے قبلہ کے داہنی جانب دو بائیں جانب دو پیچھے کی طرف۔ موجودہ باب السّلام اور باب النسا، اسی دور فاروقی کی یادگار ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضہ نے سنہ ۲۳ھ میں بار خلافت سنبھالا تو مسجد کی دیواروں اور ستونوں کو پتھر سے تعمیر کرا کر نقش کاری کرائی۔ گارے کی جگہ لوہا اور شیشہ استعمال کرایا۔ ساگون کی لکڑی کی چھت بنوائی اور مسجد کو وسیع کیا نیز کی موجودہ دیواریں تک مسجد کا رقبہ وسیع کر کے وہاں ایک محراب بنوائی جو آج بھی موجود ہے

Marfat.com

اور اسے محراب عثمانؓ کے نام سے مشہور ہے۔

بنو امیہ کے دورِ خلافت میں مسجد نبویؐ کی توسیع تیزی سے ہوئی ۸۸ھ میں ولید بن عبد الملک کے دور خلافت میں مسجد کے چاروں طرف مکانات خرید کر اور ازواج مطہرات کے حجروں کو بھی مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ اب مسجد نبوی کی لمبائی ۲۰۰ فیٹ اور چوڑائی ۲۵۰ فیٹ ہو گئی۔ ستون سنگِ مرمر کے بنائے گئے دیواروں میں بھی سنگِ مرمر جڑا گیا اور چھت میں سونے کا پانی چڑھا کر نقاشی کی گئی دروازوں کو بھی سونے کے پانی سے نقشین کیا گیا مسجد کے چاروں گوشوں میں منارے قائم کیے گئے۔ پانچواں منارہ سلطان عبد الملک نے بعد میں بنوایا۔

خلفائے عباسیہ کے دور میں خلیفہ مہدی عباسی نے مسجد کے صحن کو بہت بہت وسیع کر دیا۔ پھر سات سال تک مسجد نبوی اسی حالت میں قائم رہی ۸۸۶ھ میں ایک عجیب حادثہ ہوا سخت طوفان باد و باراں میں بجلی گرنے سے مسجد کی عمارت کو شدید نقصان پہونچا۔

جب سلاطین ترکیہ کا دور آیا تو انھوں نے حسب توفیق مسجد کی خدمت کی لیکن سلطان عبد المجید نے مسجد نبوی کی از سرِ نو تعمیر کا بیڑا اٹھایا۔ دنیا کے مشہور ماہرین فن معمار مہیا کیے گئے۔ نئی چھت بدلی گئی۔ ستون اور دیواروں کو سنگِ مرمر اور سنگ سرخ کے پتھروں سے اٹھایا گیا۔ ستونوں کے لیے بغیر جوڑ کے پتھروں کی لمبی لمبی سلیں وادی عقیق سے منگوائی گئیں جو بیر علی کے قریب مدینہ منورہ سے تین میل کے مسافت پر ہے تمام فرش سنگ مرمر کا بنایا گیا۔ نئے گنبد تعمیر ہوئے چھت میں قیمتی جھاڑ فانوس لٹکائے گئے اور چھت کی محرابوں وغیرہ میں قرآن کریم کی آیات فن خطاطی کے بہترین نمونوں سے مزین

Marfat.com

کی گئیں جابجا اللہ و رسول کے اسماء نقش کیے گئے فرش پر بیش قیمت قالین بچھا دیے گئے۔ غرض یہ کہ سلطان عبدالمجید نے مسجد نبوی کی زینت و آرائش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ مگر ابھی کام پورا نہ ہوا تھا کہ سلطان چل بسے۔ اور بقیہ کام ان کے جانشین سلطان عبدالعزیز نے مکمل کیا۔ تعمیر نو اور توسیع جدید کا کام ۱۲ سال میں ۱۲۶۵ھ لغایت ۱۲۷۷ھ میں انجام پایا اور اس زمانے میں پوری عمارت مسجد اور آرائش وغیرہ پر تقریباً سات کروڑ روپیہ صرف میں آیا۔

دور سعودی میں مسجد نبوی کو اس قدر اور شاندار بنایا گیا ہے کہ اس کے حسن و آرائش کو دیکھنے والا بس دیکھتا ہی رہ جائے گا۔ بانیٔ مملکت سعودی عربیہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود مرحوم نے ۱۳۶۸ھ میں مسلمانان عالم کو یہ خوشخبری دی اور مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر ہوگی۔ اور اسے دوگنا وسیع کیا جائے گا۔ ۱۳۷۰ھ کی پانچ شوال کو مسجد کے ارد گرد مکانات کو خرید کر حکومت نے منہدم کرنا شروع کر دیا۔ ۱۳۷۲ھ میں سلطان سعود بن عبدالعزیز مرحوم نے ماہ ربیع الاول میں تعمیر نو اور توسیع جدید کام کا آغاز کیا۔ توسیع مسجد میں قدیم عمارات ترکیہ اور دیگر آثار و مقامات مقدسہ کو جوں کا توں رکھ کر ارد گرد وسعت دی گئی۔

مسجد نبوی نئی شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوگئی۔ اس توسیع و اضافہ میں پچاس کروڑ ریال کا خرچہ حکومت سعودیہ عربیہ نے کیا۔ اب مسجد کے اندر ایک لاکھ نمازی آسانی کے ساتھ بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔

نوٹ

جب اللہ کے رسول نے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی بنیاد

Marfat.com

رکھی تھی اور اپنے دست مبارک سے یہ تعمیر شروع کی تھی تو اس وقت کون اندازہ کر سکتا تھا کہ اس کچی دیواروں والی اور کھجور کے پتوں کی چھت والی مسجد کو ایک دن اللہ تعالیٰ اسلام کی شان و شوکت کا مظہر بنا دے گا۔[1]

مسجد نبوی کی توسیع کا موجودہ منصوبہ

امسال محرم الحرام کے مہینہ میں سعودیہ عربیہ کے فرماں روا ملک فہد نے مدینہ منورہ کا دورہ کیا اور مسجد نبوی کی توسیع کے لیے احکامات جاری کیے چنانچہ اس سلسلہ کے تمام ضروری نقشے اور تخمینے وغیرہ بڑی تیزی کے ساتھ صرف تین مہینوں کے اندر اندر مکمل کر لیے گئے۔ مورخہ ۲ مئی ۱۹۸۳ء کو کام شروع کیے جانے والے ہدایات جاری کر دی گئیں۔ جدید توسیع منصوبہ کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ اس جدید منصوبہ کے تحت تقریباً ۸۲ ہزار میٹر زمین مسجد میں شامل کی جائے گی۔ اس طرح مسجد میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ جبکہ اس وقت موجودہ مسجد کل ۱۶ ہزار میٹر میں ہے جس میں کل ۲۷ یا ۲۸ ہزار نمازی آسکتے ہیں۔ اس طرح نئی توسیع کے بعد مسجد تقریباً ۵ گنا بڑھ جائے گی۔

---

[1] اللہ کے گھر میں۔ از احمد سعید ملیح آبادی۔ مطبوعہ اجالا پریس کلکتہ

Marfat.com

۲۔ جدید تعمیر میں مغرب کا میدان اور مشرق کا بازار مسجد میں شامل کر لیا جائے گا۔ اور مسجد شارع سحیمی تک پہونچ جائے گی۔

۳۔ میناروں کی تعداد ۶ ہو جائے گی۔ اور ان کی بلندی ۷۲ میٹر سے بڑھا کر ۹۰ میٹر کر دی جائے گی۔

۴۔ مسجد میں ۶ بڑے دروازے ہوں گے ان کے علاوہ۔ اس طرح نمازیوں کے دخول اور خروج کے لیے سولہ [16] راستے ہو جائیں گے۔

۵۔ جدید تعمیر میں یہ بھی خیال رکھا جائیگا کہ وقت ضرورت چھت پر بھی نماز ادا کی جا سکے۔ اس طرح بیک وقت تقریباً ۲ ½ لاکھ نمازیوں کی گنجائش نکل سکے گی۔

۶۔ یہ عظیم الشان اور وسیع مسجد مکمل ایرکنڈیشن ہوگی اور سنٹرل ایرکنڈیشنگ نظام کے تحت تقریباً ۱ ½ لاکھ نمازیوں کو جگہ دینے والی اس مسجد کو ٹھنڈا اور معتدل رکھا جائے گا۔ جو اپنے انداز کا دنیا میں سب سے پہلا تجربہ ہوگا۔ ہوا کی آمد و رفت اور اندرونی فضا کو معتدل رکھنے کے لیے کھمبوں کے نچلے حصے میں چھوٹی کھڑکیاں اور جالیاں لگائی جائیں گی۔ اور ایرکنڈیشنگ کا سارا نظام اور اس کی ساری مشینیں زیر زمین رکھی جائیں گی۔

۷۔ حرم نبوی کے چاروں طرف نئی تعمیرات کا منصوبہ ہے۔ گاڑیاں کھڑی کرنے کے لیے سطح زمین پر اور زیر زمین گیراج بنائے

Marfat.com

جائیں گے۔ وضو خانہ اور غسل خانوں کا بہترین انتظام کیا جائے گا۔

۸۔ اس مقدس مقام کو صاف اور خوبصورت رکھنے کے لیے اس کے اطراف میں کھلے میدان اور سبزہ زاروں کا بھی انتظام کیا جائے گا۔[1]

---

[1] تعمیر حیات لکھنؤ۔

Marfat.com

وقف قبرستان جنّت البقیع (مدینہ منوّرہ)

سطحِ زمین پر اپنا وجود رکھنے والی ہر مسجد اور قبرستان وقف کی تعریف میں آتا ہے۔ خواہ اس کے لیے کوئی دستاویزی ثبوت ہو یا نہ ہو اس کا استعمال زمانی اور اس کی نوعیت کا خود ہی تعین کر دیتا ہے۔ اسے وقف بالاستعمال کہتے ہیں اس لیے قارئین کی معلومات کے لیے اس کے مختصر حالات پیش کیے جا رہے ہیں۔

یہ مدینہ منوّرہ کا مشہور اور قدیم قبرستان ہے جو کہ مسجد نبوی سے مشرق کی جانب واقع ہے اور معمولی رفتار سے زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ بہ زمانہ جاہلیت سے اہلِ مدینہ کا قبرستان چلا آ رہا ہے گو کہ یہاں کے بیشتر قبریں اور قبے انقلابات زمانہ کی نذر ہو گئے۔ لیکن مکہ مکرمہ کے قبرستان کے مقابلہ میں یہاں پھر بھی پختہ قبروں کی تعداد اب بھی زیادہ ہے۔[1]

اس میں حضرت عثمانؓ، حضرت امام حسنؓ۔ حضرت امام زین العابدین ابراہیم بن رسول اللہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سعد بن وقاص ابوسعید خدری۔ حضرت نافع۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام باقرؒ حضرت امام جعفر صادق۔ امہات المومنین حضرت خدیجہ۔ حضرت میمونہ کے سوا باقی

---

[1] سفرنامہ ارض القرآن۔ محمد عاصم ص ۲۲۵

Marfat.com

تمام ازواجِ مطہرات کی قبور ہیں۔

اس کے علاوہ تقریباً دس ہزار صحابہ کرام اور اولیاء اللہ، شہداء وصالحین کی آرام گاہ ہے۔[1]

مزار حضرت عثمانؓ قبرستان بقیع کے مشرقی کنارے اور مزارات اہلِ بیت کرام ایک حلقہ میں واقع ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک وسیع قطعہ آراضی خرید کر اس کو قبرستان کے لیئے وقف کر دیا۔

اس قبرستان کی دیکھ بھال و نگرانی حکومتِ سعودیہ عربیہ کا شعبۂ اوقاف کرتا ہے۔ جدید تعمیری منصوبے کے تحت سعودی حکومت نے پختہ و مضبوط چہار دیواری تعمیر کرادی ہے۔ اندرون قبرستان باقاعدہ چمن بندی کر دی گئی ہے اور زائرین کی آمد و رفت کے لیے راستے اور سڑکیں بنادی گئی ہیں۔ پہلے جنت البقیع جانے والوں کو بہت سی گلیوں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ اب سعودی حکومت نے مسجد نبویؐ اور بقیع کے درمیان سیدھی کھلی اور پختہ سڑک بنادی ہے جس کی وجہ سے بقیع میں آمد و رفت آسان ہوگئی ہے۔

---

[1] الحسنات حج نمبر۔ اسلامی ڈائجسٹ رام پور

Marfat.com

اوقاف جامع ازہر (مصر)

مصر اسلامی دنیا کا وہ ملک ہے جس کی تاریخ عظمت کا چراغ دنیائے تمدن کے ہر حلقہ میں روشن ہے۔ علوم و فنون۔ اوقاف۔ تہذیب و حکمت۔ شعر و ادب کا کوئی گوشہ نہیں جہاں مصر کی روشنی نہ پہنچی ہو۔

مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اوقاف کے سلسلہ میں مصر کو ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے۔ عہد اسلامی میں یہاں اس کثرت سے اوقاف وجود میں آئے جس کی مثال دوسرے ممالک اسلامیہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کی وجہ مصر کی دینداری۔ خوشحالی اور آزادی ہے سقوط بغداد کے بعد تاتاریوں کا سیلاب مصر میں داخل نہ ہو سکا۔ اس لیے آزادی اور ایک آزاد مملکت کی جو برکتیں ہوئی ہیں ان سے اس سرزمین کو متمتع ہونے کا موقع ملا۔ اس سرزمین نے ایسے ایسے بہادر۔ غیور اور مخیر انسان پیدا کیے جن کے کارناموں سے آج بھی دنیا پرستوں کی عقلیں ششدر ہیں۔

ہم اس تالیف میں مصر کے جملہ اوقاف کا احاطہ تو نہیں کر سکتے، البتہ قارئین کی معلومات کے لیے اسلام کی مشہور اور قدیم دانش گاہ جامع ازہر کا مختصر تاریخی تعارف اور اس سے متعلق اوقاف کا ذکر کرتے ہیں۔

جامع ازہر

عالم اسلام کی یہ وہ مشہور علمی اور قدیم دانش گاہ ہے جس کی ابتدا ایک مسجد سے ہوئی اور ترقی کرتے کرتے ایک مشہور زمانہ درس گاہ (یونیورسٹی) میں تبدیل ہو گئی، اس کی بنیاد فاطمی سپہ سالار جوہر الکاتب الصقلی نے

Marfat.com

ڈالی۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ کو اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۹ رمضان ۳۶۱ھ کو مکمل ہوئی۔ جوہر نے جامع ازہر کی مقدس رواق کے قبہ پر حسب ذیل عبارت بطور یادگار کندہ کرائی:

"امر ببنائه عبد الله ووليه ابو تميم
معد الامام المعز لدين الله امير المومنين
صلوٰة الله عليه وعلى آبائه و
ابنائه الاكرمين على يد عبده
جوهر الكاتب الصقلي وذالك
فی سنة وستين وثلثمائة ــــــ" ؎

اس مسجد کی تعمیر کی اصل غایت مملکت مصر کے صدر مقام قاہرہ کے لیے ایک عبادت گاہ مہیا کرنا تھا۔ فاطمی عہد میں اس کو جامعۃ القاہرہ بھی کہا جاتا تھا۔ اور اس مسجد کو وہی اہمیت حاصل تھی۔ جو قسطاط میں جامع عمرو بن عاص کو اور القاطع میں ابن طولون کی مسجد کو حاصل تھی۔

فاطمی خلفاء نے الازہر کی ترقی میں بہت حصہ لیا اور عطیات و اوقات سے اسے مالامال کر دیا۔ فاطمیوں کے زوال کے بعد فرنگیوں نے اسے کچھ عرصہ کے لیے گرجا بنا لیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس مسجد میں ازسرنو اسلامی عبادت جاری کی۔ ایوبی خاندان کے عہد حکومت میں اسماعیلیہ کے خلاف جو ردعمل ہوا اس سے اس کی روشنی دھیمی پڑ گئی۔ تاہم الازہر روبہ زوال رہی تاہم اس کا وجود باقی رہا۔ مصر کے ملوک ......

؎ مقالات شبلی، ص ۱۱۲

Marfat.com

نے اس کی تعمیر و ترقی کی طرف دوبارہ توجہ دی. خاص کر سلطان الظاهر بیبرس نے اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دل چسپی لی اور کافی سرمایہ لگایا۔ اس طرح الازہر کو دوبارہ حیات نو ملی۔ الازہر کا مشہور مینارہ ۱۵۰۱ء میں الغوری نے تعمیر کرایا۔ اس دور میں درس و تدریس کے برابر سرمایہ مہیا ہوتا رہا۔ عثمانی ترکوں کے عہدِ حکومت میں سلطان سلیم نے الازہر کے لیے عمارت میں مزید توسیع کی۔ ۱۹ویں صدی عیسوی میں عثمانی ترکوں کے دور میں جب قاہرہ کو دوسری درس گاہیں قریب قریب ختم ہوگئیں تو اس جامعہ کو ترقی کرنے موقع ملا اور اس نے ایک ایسی درس گاہ کی حاصل کرلی۔ جہاں عربی زبان اور علوم دینیہ کی درس و تدریس قائم و جاری رہ سکتی تھی۔ عثمانی خلافت کے ایک امیر عثمان نے اندھوں کے لیے ایک قیام گاہ کی تعمیر کی۔ ۱۷۹۸ء میں جب فرانس کے شہنشاہ بونا پارٹ کے خلاف مصر میں بغاوت ہوئی تو اس میں الازہر کے طلباء نے سب سے اہم کردار ادا کیا۔ اور فرانسیسی فوج کی گولہ باری سے مسجد الازہر کو بھی نقصان پہنچا۔ اور فوج نے مسجد کی بے حرمتی بھی کی۔ محمد علی پاشا کے عہد میں جب مصر کو دوبارہ سرپرستی حاصل ہوگئی تو مصر کے خدیو توفیق پاشا اور عباس علی پاشا نے عبدالرحمن کتخدا کے تعمیر کردہ مینار کو منہدم کرا کر اس کی جگہ ایک رواق تعمیر کرائی جو کہ بہت شاندار اور وسیع ہے۔ ۱۹۱۹ء میں برطانیہ کے خلاف جو شورش ہوئی تو اس میں بھی الازہر کے طلباء نے حصّہ لیا۔

بیسویں صدی میں یہ جامعہ اتنی بڑی ہوگئی کہ اپنی مسجد کی حدود میں نہ سما سکی۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کی دوسری درس گاہوں کو بھی اس سے ملحق کر لیا گیا۔ اعلیٰ تعلیم کے تین کلیات پہلی بار ۱۹۳۰ء میں قائم ہوئے۔

Marfat.com

سنہ ۱۹۳۶ء میں مزید تعمیر کرائی گئی۔ اور ابتدائی ثانوی مدارج کے درس گاہیں ایک شفاخانہ اور ایک طبی درس گاہ قائم کی گئی۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں اس میں تیس ہزار طلباء زیر تعلیم تھے جس میں ۴ ½ ہزار طلباء غیر ملکی تھے[1]

سنہ ۱۹۵۰ء میں مجلس عظمیٰ کے لیے بلند مینار کی ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی جس میں چار ہزار طلباء کے لیے گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ کلیۂ قانون شریعت کے لیے ایک عمارت تعمیر کی گئی۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں عربی زبان کے لیے علیحدہ نئی عمارت تعمیر ہوئی۔ صدر ناصر کے عہد حکومت میں غیر ملکی طلباء کے لیے ایک شہر جامعہ تعمیر کیا گیا۔ علاوہ ازیں الازہر کے نصاب میں اہم تبدیلیاں کی گئیں۔ جامعہ ازہر کے امتحانی قوانین میں مزید ترمیمات کی گئیں۔ الازہر کا کتب خانہ بھی اپنی نوعیت کا ایک اعلیٰ علمی ادارہ ہے جس میں صرف مخطوطات کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہے۔

الازہر کا ایک مجلہ بھی سنہ ۱۹۳۰ء سے جاری ہے۔ جو اساتذہ کا ترجمان ہے اس کا پہلا نام نورالاسلام ہے۔ جو بعد میں تبدیل کر کے "مجلۃ الازھر" کر دیا گیا ہے۔ شعبۂ وعظ وارشاد کی طرف سے ایک علیحدہ رسالہ اب نورالاسلام کے نام سے نکلنا شروع ہو گیا ہے۔ الازہر کا شعبہ مطبوعات بھی اعلیٰ درجہ کی دینی اور علمی کتابیں شائع کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ کہ فاطمی اور ایوبی سلاطین نے عطیات اور اوقاف سے اس دینی اور علمی درس گاہ کو مالا مال کر دیا۔ اس کے علاوہ سلاطین وامراء نے بھی اس کی تعمیر وترقی اور اوقاف کے قیام سے صرف نظر نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوقاف کی آمدنی ہی اس عظیم درس گاہ کے ذریعہ حیات بن گئی۔ چنانچہ

---

[1] تعمیر حیات۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

Marfat.com

ڈاکٹر سود مہر نے اپنی مشہور کتاب الازہر میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

AL AZHAR BOTH AS A MOSQUE AND AS AN INSTITUTE, DEPENED FINANCIALLY ON PUBLIC AND PRIVATE WAQF, UNDER THE FATIMIDS WAQFS WERE UNDER THE CONTROL OF CHIEF JUDGE, AND HAD A SPECIAL DEPARTMENT. THAT FINANCIAL SOURCE GREW LATER UNDER THE MAMLOOKS AND BECAME AL-AZHAR'S MAIN SOURCE. [1]

اس طرح یہ تاریخی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ امراء و سلاطین نے کس فیاضی سے علمی سرپرستی کے لیے اوقاف کی کثرت کر دی اور حیرت اس وقت بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ ہمارے سامنے یہ حقیقتیں آتی ہیں کہ ان اوقاف علی الخیر سے صرف جامع ازہر کے مصارف میں نہیں پورے کیے جاتے ہیں بلکہ دوسرے امور خیر کی مدات پر خرچ کرنا بھی اس کے وقف ناموں کے شرائط میں شامل ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سود مہر رقمطراز ہیں:

THE SUMS OF MONEY COLLECTED WERE DIVIDED AMONG PREACHERS AND POOR STUDENTS. GENEROUS PEOPLE ALSO CONTRIBUTED TO THAT CAUSE. DONATIONS IN KIND WERE OFFERED BY PRINCES AND DISTINGUISHED PERSONS. THEY INCLUDED PROVISIONS FOR SWEETS, OFFERED TO STUDENTS AND POOR PEOPLES AT AL-AZHAR AND OTHER MOSQUES ON CERTAIN OCCASIONS. [2]

عطیات کی تقسیم کا یہ سلسلہ فاطمی سلاطین کے زمانہ کے لیکر اس وقت تک جاری ہے۔ اور وظائف اور عطیات کی مقررہ تعداد طلباء و ضرورت مند افراد اشخاص کو تقسیم کی جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا آیا ہے کہ لنگر خانہ اور پکی ہوئی روٹی کے بجائے

1,2 AL AZHAR BY DR. SOAD MAHUR CAIRO 1967 P. 16

Marfat.com

اب نقد رقم تقسیم کر دی جاتی ہے۔

خصوصی مضامین مثلاً قرآن مجید و حدیث اور علوم دینیہ کے طلباء کو خصوصی وظائف علیحدہ سے دیے جاتے ہیں۔ جو طلباء یا اساتذہ علوم دینی سے متعلق ریسرچ کرتے ہیں۔ ان کو بڑے بڑے وظائف دیے جاتے ہیں جو ان وظائف و عطیات کی رقوم اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ کہ طالب علم دورانِ تعلیم معاشی و علمی ضروریات سے بے نیاز ہو جاتے ہیں تاکہ طلباء اور ریسرچ اسکالر یکسو ہو کر علم کی تکمیل کر سکیں۔

شعبۂ اوقاف

پہلے الازہر سے متعلق اوقاف نظم و نسق ذاتی اعتبار سے متعلقہ افراد ہی کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اس کے لیے باقاعدہ ایک وقف ڈپارٹمنٹ قائم کر دیا گیا۔ جو اس وقت بھی ازہر کے اوقاف کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا ہے۔

جامعۃ الازہر کا ایک ہزار سالہ جشن

مارچ ۱۹۸۳ء میں قاہرہ کی اس شہرۂ آفاق یونی ورسٹی نے جسے دنیا بھر میں تعلیم و تربیت کا مسلسل اور متواتر سلسلہ جاری رکھنے والی واحد قدیم درس گاہ کا فخر حاصل ہے، اپنے قیام کا ایک ہزار سالہ جشن منایا۔ اس جشن کی تقریبات ایک ہفتہ تک جاری رہیں۔ جشن میں شرکت کے لیے دنیا بھر سے اعلیٰ مراتب و مناصب کی ہستیاں اور مندوب پہنچے۔ اس موقع پر اسلام پر خصوصی کانفرنس لیکچروں، سیمناروں، نمائش وغیرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے علاوہ مہمانوں کو قدیم تاریخی مقامات کو دکھانے کے ساتھ ساتھ ان کی تفریح و طبع کے لیے متعدد رنگارنگ پروگرام بھی ترتیب دیے گئے۔

Marfat.com

اوقافِ جامع دمشق

عرب اور غیر عرب سیاحوں نے دمشق کو حسن و جمال کے کا ایک مرقع اور مشرق کی بہشت کے لقب سے موسوم کیا ہے۔ ابنِ جبیر نے دمشق کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کیے ہیں:

"فان کانت الجنۃ فی الارض فدمشق لا شك فیھا، فان کانت فی السماء فھی مثلھا"

(ترجمہ: اگر دنیا میں جنت ہے تو یہی ہے، اور اگر وہ آسمان پر ہے تو وہ بالکل اسی کے مانند ہے۔)

حضرت خالد بن ولید رضؓ نے ارضِ دمشق کے متعلق ایک موقع پر عراق میں اپنے جاں باز ساتھیوں کے سامنے یہ الفاظ کہے:

"کیا دیکھ نہیں رہے ہو تم لوگ یہ غذائی سامان اپنی بہتات کی وجہ سے مٹی کا ایک ڈھیر معلوم ہوتا ہے۔ یقین جانو اگر ہماری غرض راہِ خدا میں جہاد نہ ہوئی اور ہماری جنگ صرف دنیاوی مقاصد کے پیشِ نظر ہوئی تو اس وقت ہم آپس میں لڑمرتے اور ان لوگوں کا خیال بھی نہ کرتے جو اس جہاد میں شریک نہیں ہیں۔"

چونکہ اس سرزمین کو عام طور پر بنو امیہ کے خلفاء کا دار الاقامہ ہونے کا فخر حاصل رہا اس لیے اس کی اہمیت اور جلال و جمال اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گیا۔ جامع دمشق انھیں سرگرمیوں کا عطر اور جذبات دینی کا ایک دلکش

Marfat.com

پیکر ہے۔

دمشق کی یہ جامع مسجد ابھی تک موجود ہے اور عام رائے کے مطابق یہ مسلمانوں کی خوبصورت ترین مذہبی عمارت اور دنیا کے تعمیری عجائب میں سے ایک ہے۔ آج دنیا میں دمشق کو جو شہرت حاصل ہے۔ اس میں اس مسجد کو بڑا دخل ہے۔ اسے عہد بنی امیہ کا ایک معجزنما سمجھنا چاہیئے۔

مشہور سیاح مقدسی لکھتا ہے کہ ملک شام کی ساری آمدنی متواتر سات سال تک اسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہوتی رہی۔ ابن جبیر کا بیان ہے کہ دیناروں سے بھرے ہوئے پورے نتو صندوق (جن میں سے ہر ایک صندوق میں دو لاکھ ۲۸ ہزار دینار تھے۔) اس پر خرچ کر دیے گئے۔

ابن بطوطہ کا کہنا ہے کہ اس شاندار عمارت کی تعمیر کے لیے دنیا کے مختلف حصوں سے سامان لایا جاتا تھا صرف جزیرہ قبرص سے اٹھارہ جہاز سونے چاندی کے ٹکڑوں اور قیمتی پتھروں سے لدے ہوئے آتے تھے بارہ ہزار مزدوروں اور معماروں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ یعقوبی کا بیان ہے کہ تعمیر کا یہ کام آٹھ یا نو سال میں انجام پایا[1]

اس کا طول ۵۰۰ فٹ اور عرض ۳۲۰ فٹ ہے اور ہشت پہلو ہے مسجد کی خاص جاذب نظر وہ منارہ ہے جس پر مؤذن اذان دیتا ہے۔ یہ قدیم ترین اور خالص اسلامی مناو ہے۔ جو اب تک برقرار ہے۔ ابن بطوطہ اور ابن جبیر کا بیان ہے کہ وہ دیوار جو قبلہ کی سمت ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ حضرت ہود کی تعمیر کردہ ہے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت

---

[1] دمشق اسلامی ثقافت کا گہوارہ۔ محمد رضوان علوی

Marfat.com

ہونے دنیا ترک کرنے کے بعد کامل چالیس تک اسی مقام پر اللہ کی یاد میں سجدوں پر سجدے کیے۔ مسجد کے وسیع صحن کو تین طرف سے برآمدے گھیرے ہوئے ہیں جن کے گرداگرد محرابیں ہیں۔ مغرب کے سمت میں قبلۃ الخزانہ ہے۔ مسجد کے لیے اوقاف کی آمدنی کثیر ہے۔ قبۂ ناطورہ (فوارہ والا گنبد) وضو کے کام آتا ہے۔

یہ مسجد اپنے زمانہ کا ایک معجزہ ہے۔ جو کہ اوپر سے نیچے تک چاندی، سونے اور قیمتی پتھروں سے (جن کی نظیر آج کی دنیا میں مفقود ہے) مزین ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اتنی زرق برق اور جگمگاتی عمارت کو سرکاری خزانے کے لیے ایک ناواجب بار قرار دیا تھا۔ اور یہ ارادہ کیا تھا کہ اسکے سارے قیمتی سامان کو خزانۂ خلافت میں داخل کر دیں۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائیں۔ رومی سیاحوں کی ایک ٹولی اس لیے دمشق آئی کہ اس مسجد کے عجائب کو قریب سے دیکھے۔ انھوں نے اس کا شمار بھی اس زمانہ کے عجائب عالم میں کیا۔ اس مسجد کو دیکھ کر انھوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا۔ کہ روم کے لوگ پیشینگوئی کیا کرتے تھے کہ اسلام کا غلبہ زیادہ دن تک نہ رہے گا۔ لیکن اس مسجد کو دیکھ کر انھیں رومیوں کی پیشینگوئی جھوٹی معلوم ہوئی اور انھیں اپنی بھی رائے بدلنی پڑی۔ انھوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ مسلمان واقعی ایک زندہ قوم ہیں۔ خلیفہ نے جب ان کی یہ باتیں سنیں تو انھوں نے اپنا وہ ارادہ (یعنی قیمتی چیزوں کو خزانۂ خلافت میں داخل کرنے کا) ترک کر دیا۔ اور اس مسجد کی دیکھ بھال کے لیے اتنی زمین وقف کر دی جس سے ایک لاکھ دینار سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔

اس عجیب و غریب مسجد کی تعمیر کا آغاز عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں

Marfat.com

۷۰۵ء میں شروع ہوا۔ لیکن اس کی تکمیل خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں ہوئی [1]

خصوصیات جامع دمشق

۱۔ اس سے قبل محراب اسی مسجد میں بنائی گئی اس سے قبل مسجدوں میں محراب بنانے کا رواج نہیں تھا۔

۲۔ اس کے مشرقی مینارہ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول آسمان سے اسی جگہ ہوگا۔

مولانا عبدالوحید خاں صاحب ایڈیٹر الرسالہ دہلی نے اپنے رسالہ میں حسب ذیل عبارت سپرد قلم کی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ قرب قیامت حضرت مسیحؑ دنیا میں آئیں گے۔ تو وہ جامع مسجد دمشق کے مینارہ پر اتریں گے اور کہیں گے سیڑھی لاؤ۔ سیڑھی لگائی جائے گی۔ پھر وہ اس پر قدم رکھ کر نیچے زمین پر قدم رکھیں گے۔

۳۔ اسی مشرقی مینارہ پر ایک پتھر پڑا ہوا ہے جس کے متعلق مشہور تاریخ یعقوبی یہ لکھتا ہے کہ ـــ یہ وہی پتھر ہے جس پر حضرت موسیٰ نے اپنا عصا مارا تھا جس سے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے۔

۴۔ اس مسجد سے متصل سلطان صلاح الدین یوسف کی قبر ہے۔

۵ ـــ اسی مسجد سے ملحق خلیفہ ولید کی لڑکی کی قبر ہے جس کی تربت کے کتبہ پر الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر سنہری حرفوں میں نہایت خوش خط لکھی ہوئی

---

[1] ماہنامہ (اردو) الرسالہ دہلی۔ مولانا عبدالوحید خاں اگست ۱۹۷۳ء ص ۹

Marfat.com

ہے۔ اور لفظ مقابر کے حرف ق میں ایک بیش قیمت کا آبگینہ لگا ہوا ہے جو کہ خلیفہ کی لڑکی کو اپنی زندگی میں بہت عزیز تھا۔

۶۔ یاقوت کا بیان ہے کہ سنگ مرمر کے ۸ ستونوں پر ایک قبہ قائم ہے۔ اس کو بیت المغربیہ کہتے ہیں۔ اوقاف کی آمدنی اسی جگہ جمع ہوتی تھی۔

۷۔ ابن بطوطہ نے تحریر کیا ہے کہ جامع دمشق کے اوقاف کی آمدنی ۲۵ ہزار شرخ دینار سالانہ تھی۔

۸۔ اس مسجد میں وہ بیش قیمت قرآن شریف کی جلد محفوظ ہے، جسے حضرت عثمان رضؓ خلیفہ سوم نے شام بھیجی تھی۔ یاقوت کا بیان ہے کہ یہ قرآن شریف حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

۹۔ اس مسجد میں ایک برچھی محفوظ ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ خالد بن ولید رضؓ کی ہے۔

Marfat.com

وقف جامع قرطبہ (اندلس)

اندلس جنوب و مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس میں آجکل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جداگانہ ملک جداگانہ سلطنتوں کے ساتھ واقع ہیں۔ سنہ ۹۱ھ میں طارق بن زیاد نے اس سرزمین پر بربریوں کی بیس ہزار فوج کے ساتھ لشکر کشی کی۔ اور گاؤتھ فرماں روا راڈرک کو شکست دی۔ اس طرح اندلس میں اسلامی عہد کا سنہری دور شروع ہوا۔ قرطبہ اسی اندلس کا دارالسلطنت تھا۔ یہیں امیر عبدالرحمن داخل نے اپنے عہد کی شہرہ آفاق جامع مسجد کی بنیاد رکھی جو جامع قرطبہ کے نام سے موسوم ہے۔

تاریخ اسپین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کے تعمیر کے لیے عیسائیوں سے ایک لاکھ دینار میں آراضی خریدی گئی۔ اور پھر امیر عبدالرحمن الداخل نے سنہ ۱۶۸ھ مطابق سنہ ۷۸۴ء میں اس کی بنیاد رکھی۔ اس کا نقشہ جامع اموی دمشق کے مطابق تیار کیا گیا۔ اور اس کی تعمیر میں ۲ لاکھ طلائی سکے صرف ہوئے۔ یہ مسجد ابتداً ڈھائی سو فٹ لمبی اور چھ سو فٹ چوڑی تھی۔ شمال سے جنوب تک انیس ۱۹ محرابیں اور ۱۹۳ استون سنگ مرمر کے نہایت خوبصورت تھے۔ انیس ۱۹ بڑے دروازے مشرق میں اور ۹ بڑے دروازے مغرب میں تھے۔ مسجد کا مینار ۲۴۰ فٹ بلند تھا۔ اس کے علاوہ چھت کی بلندی ۳۵ فٹ تھی جس پر تین سنہری بُرجیاں تھیں اور ان برجیوں پر بشکل انار طلائی مخروطی کلس تھا۔ محرابیں ایک ہزار چار سو سترہ سنگ مرمر کے بلند ستون پر قائم تھیں۔ ایک بلند ممبر خالص ہاتھی دانت کا تھا۔ جس میں ۳۶ ہزار مختلف رنگوں کی لکڑیاں اور اسکے ٹکڑے نہایت خوبصورت لگ رہے تھے۔ جو جواہرات سے مزین تھے۔ یہ ممبر لگاتار سات

Marfat.com

سال کی محنت کے بعد لاکھوں روپیوں کی لاگت سے تیار ہوا تھا مسجد میں روشنی کے لیے چھوٹے بڑے دس ہزار جھاڑ تھے جس میں تیل کا خرچہ ۳ سو من سالانہ تھا. گنبدوں کی تعداد شرقاً و غرباً انیس اور شمالاً جنوباً اکیس تھی. مسجد کا پورا فرش سنگ مرمر کا تھا۔

مسجد میں خدام کی مجموعی تعداد سات سو تھی جن میں ۳ سو محض صفائی پر اور باقی روشنی کرنے اور باغات کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔

بعد میں جیسے جیسے قرطبہ کی آبادی بڑھتی گئی اس مسجد کی توسیع کی جاتی رہی عبدالرحمٰن الداخل کے لڑکے ہشام نے ایک مزید شاندار مینار کا اضافہ کیا. اس کے بعد ہشام کے لڑکے عبدالرحمٰن سوم نے مسجد کو تقریباً دو چند وسیع کر دیا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے المستنصر نے اس کی تعمیر و ترقی میں دل چسپی لی. اس طرح یہ مسجد پون میل لمبی ہو گئی تھی جس میں باغیچہ بھی شامل تھا۔

مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کی محراب میں سورہ الحشر کی مشہور تین آیتیں اور سورۂ اخلاص وغیرہ لکھی ہوئی تھی۔

جامع مسجد قرطبہ امیر عبدالرحمٰن الداخل متوفی ۱۷۲ھ کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی. اس نے اس کے منبر پر خطبہ دیا اور اس میں نماز ادا کی۔ امیر کو مسجد کا بہت خیال تھا کہ اس کی رونق تا ابد قائم و دائم رہے. اسی لیے اس نے اس مسجد کے مصارف کے لیے بڑی جاگیریں وقف کیں۔

مسقوط قرطبہ کے بعد اس کی پہلی سی آب و تاب باقی نہ رہی. اب تو صرف آثار عمارت باقی ہیں. یہی مسجد قرطبہ ہے جس کی شان و شوکت کو دیکھ کر علامہ اقبال دم بخود رہ گئے تھے اور شدت تاثیر کے تحت اس مسجد سے متعلق ایک طویل نظم "مسجد قرطبہ" ۶۴ اشعار پر مشتمل لکھی جس کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں ؎

Marfat.com

"مسجد قرطبہ"[۱]

اے حرم قرطبہ عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود

تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل

تیری بنا پائیدار تیرے ستوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل

تیرے در و بام پر وادی ایمن کا نور
تیرا منار بلند جلوہ گہ جبرئیل

کعبۂ اربابِ فن سطوتِ دین مبیں
تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمیں

ہے تہ گردوں اگر حسن میں تیری نظیر
قلب مسلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں

آبِ روانِ کبیر[۲] تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانہ کا خواب

ہفت روزہ "اردو بلٹز" بمبئی نے اپنے یوم جمہوریہ اسپیشل ۱۹۷۳ء میں مساوات۔

لاہور کے حوالے سے یہ اطلاع دی تھی کہ اسپین کے سفیر مسٹر مارسیلینو ڈا ارز نے اعلان کیا تھا کہ اسپین میں عہد اسلامی کی مشہور یادگار مسجد قرطبہ بہت جلد مسلمانوں کے سپرد کر دی جائے گی۔ سفیر اسپین کے قول کے مطابق یہ قبضہ حکومت اسپین نے مسلمانوں کے لیے ایک خیر سگالی اقدام کے طور پر کیا ہے۔

---

۱ بال جبرئیل۔ علامہ اقبال۔

۲ وادی الکبیر: قرطبہ کا مشہور دریا جس کے قریب ہی مسجد قرطبہ ہے

وقف مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ (سعودی عربیہ)

اہلِ ہند کے لئے بالعموم اور اہلِ بنگال کے لیے بالخصوص یہ چیز باعث فخر ہے کہ مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر میں مدرسہ صولتیہ کے نام سے جو تاریخی اور مشہور عالم دینی درسگاہ ہے۔ اس میں کلکتہ کی ایک خاتون کا ہاتھ ہے جن کے نام پر مدرسہ کا نام رکھا گیا۔ یہ مخیر خاتون صولت النساء بیگم قصبہ پھرپرہ شریف (ضلع ہگلی) کی رہنے والی تھیں۔ اور صدر جمعیۃ العلماء ہند مغربی بنگال مولانا ابوبکر صاحب کی پھوپھی تھیں سنہ ۱۲۹۰ھ مسماۃ صولت النساء بیگم اپنی لڑکی اور داماد کے ساتھ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئیں۔ ہر نیک دل اور صاحب خیر مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ حرمین شریف (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) میں کوئی نیک کام اور صدقہ جاریہ قائم کر جائے۔ چنانچہ بی بی صولت النساء بیگم کو بھی مکہ معظمہ میں ایک مسافر خانہ بنانے کا جذبہ تھا۔ موصوفہ کے داماد اکثر مسجد حرم میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے درس میں شریک ہوتے تھے جو کہ سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ایک مجاہد سورما تھے اور انگریزوں کے مظالم کے باعث ہجرت کر کے مکہ میں آباد ہو گئے تھے صولت النساء بیگم کے داماد نے مشورہ کے طور پر اپنی خوشدامن کے ارادہ کا ذکر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے کیا۔ مولانا نے فرمایا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مسافر خانوں (رباطوں) کی کمی نہیں ہے۔ سب سے زیادہ ضرورت ایک مدرسہ کی ہے۔ مکہ معظمہ میں کوئی مستقل مدرسہ نہیں ہے۔ صولت النساء بیگم خود مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس تجویز سے اتفاق کیا۔ محلہ خندریسہ میں زمین خریدی گئی اور مدرسہ کی عمارت بننا شروع ہوئی۔ مرحومہ صولت النساء بیگم کی مالی اعانت اور امداد سے مدرسہ

Marfat.com

کی عمارت سنہ ۱۲۹۱ھ میں تیار ہوئی۔ اس وسیع عمارت میں ۵ بڑے کمرے۔ تین چھوٹے کمرے، وسیع صحن اور دیگر عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ مدرسہ کا نام صولت النساء بیگم کے نام پر رکھا گیا۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے اپنے نام سے مدرسہ کو منسوب نہیں کیا۔

مدرسہ کی دوسری مستقل عمارت کا دارالاقامہ (بورڈنگ) صوبہ بہار کے ایک بلند ہمت رئیس میر واجد حسین مرحوم (پٹنہ) کی یادگار ہے! اس عمارت کی ابتدا سنہ ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ مدرسہ کی اپنی ایک مسجد بھی ہے۔ مسجد کے گنبد پانی پت ضلع کرنال کے معماروں کی یادگار ہیں جو اس زمانہ میں فریضۂ حج کے سلسلہ میں مکہ مکرمہ میں تھے۔ مسجد کی عمارت سنہ ۱۳۰۴ھ میں مکمل ہوئی۔

مدرسہ کی اپنی پانچ مستقل عمارتیں ہیں کسی طالب علم سے کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے۔ بلکہ غریب الوطن اور مستقل طلبا رکو وظائف دیے جاتے ہیں۔ مدرسہ کا نظام تعلیم ۱۲ سال ہے۔

دس انتظامی شعبے ہیں۔ ایک شاندار کتب خانہ ہے۔ زمانہ حج میں مدرسہ بند ہو جاتا ہے اور مدرسہ کی عمارت میں حجاج کرام کو قیام کی اجازت ہوتی ہے[1]

نوٹ:۔ ندوۃ العلماء کے ناظم اور عالم اسلام کے نامور مصنف اور خطیب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو سنہ ۱۹۸۰ء میں فیصل ایوارڈ (یعنی اسلامی ممالک کا نوبل پرائز) ملا۔ اس ایوارڈ کے ساتھ موصوف کو لاکھوں کی رقم بھی ملی لیکن انھوں نے اعلان کیا کہ یہ ساری رقم افغانستان کے پناہ گزینوں۔ مکہ مکرمہ کے مدرسہ تحفظ القرآن اور مدرسہ صولتیہ میں تقسیم کر دی جائے[2]

---

[1] اللہ کے گھر میں۔ احمد سعید ملیح آبادی۔ اجالا پریس کلکتہ سنہ ۱۹۶۲ء [2] معارف فروری سنہ ۱۹۸۰ء

Marfat.com

وقف تاج محل آگرہ :-

تاج محل مغل سلطنت کے مشہور تاجدار شاہجہاں بن جہانگیر نے اپنی محبوب بیوی ممتاز محل کی یادگار میں اس کی قبر پر تعمیر کروایا۔ حالانکہ بعد میں وہ خود بھی اس میں دفن ہوا ممتاز کا اصل نام ارجمند بانو بیگم اور خطاب ممتاز محل تھا۔ یہ اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ وزیر جہانگیر بادشاہ کی پوتی تھی۔ ۱۰۰۳ھ/۱۵۰۹ء میں دیوان جی بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی۔ جہانگیر نے ۷ محرم الحرام ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۷ء کو اپنے بیٹے خرم (شاہجہاں) سے شادی کر دی۔

ممتاز محل کی وفات ذی الحجہ ۱۰۴۰ھ میں بمقام برہان پور (خاندیش) میں ہوگئی۔ وہ ایک معرکہ کے سلسلہ میں بادشاہ کے ہم سفر تھی۔ ممتاز محل کے چودہ بچے ہوئے۔ آخری لڑکی دہر آرا کی پیدائش کے وقت سخت بیمار پڑ گئی۔ اور ۱۷ ذیقعد ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء کو بمقام برہان پور (خاندیش) سفر آخرت اختیار کیا۔

ممتاز محل کی نعش اوّل بُرہان پور کے قریب باغ زین آباد میں بطور امانت دفن کی گئی اور چھ مہینے کے بعد ۱۷ جمادی الاوّل ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء کو اکبر آباد روانہ کی گئی۔ جہاں ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء کو پہنچ کر صحن باغ میں (جہاں اب تاج محل بنا ہوا ہے) دوبارہ بطور امانت سپرد کی گئی۔ بعدہٗ جب روضہ تعمیر ہوگیا تو اصل مقام پر منتقل کی گئی۔

آراضی تاج محل کی ملکیتی حقیقت

جس آراضی پر روضہ تاج محل واقع ہے۔ یہ پہلے راجہ جے سنگھ کچھواہہ والی آمبیر (جے پور) کی ملکیت تھی۔ جب روضہ کی تعمیر کے واسطے یہ مقام پسند کیا گیا تو راجہ مذکور نے بلامعاوضہ اس آراضی کو نذر کرنا چاہا۔

Marfat.com

مگر شاہجہاں نے اس امر کو منظور نہیں کیا۔ اور اس کے معاوضہ میں خالصہ سے ایک وسیع قطعہ راجہ انبیر کو عطا فرمایا[1]۔ شاہجہاں نے اپنی بیگم سے محبت کا اظہار اس بے نظیر عمارت کو بنوا کر کیا۔ اس روضہ کی تعمیر کے لیے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام ایشیا سے بڑے بڑے باکمال صناع اور کاریگر بیش قرار تنخواہوں پر بلائے گئے۔ عمارت کے مہتمم یا انجنیر میر عبدالکریم اور مکرمت خاں نامی امیر تھے۔ جن کے اہتمام میں بعد کو آگرہ کی دوسری شاہی عمارتیں بھی تعمیر ہوئیں۔ شاہجہاں نے دریائے جمنا کے کنارے ۱۶۳۱ء میں مقبرہ تاج محل کی بنیاد رکھی۔ اُستاد عیسیٰ خاں کا نقشہ منظور ہو کر مقبرہ کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ اور پوری تعمیر تقریباً سولہ سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی۔ کتبوں میں جو سن کندہ ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں تعمیر شروع ہو کر ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء میں ختم ہوئی۔ کل عمارت کی تعمیر میں صرف مزدوری پچاس لاکھ صرف ہوئی ہے، روضہ کے جملہ نورانی کتبے عبدالحق شیرازی الملقب بہ امانت خاں کی جادو نگاری کی یادگار ہیں۔ جو کہ خط نسخ و نستعلیق کا بے نظیر استاد تھا۔ صدر دروازہ نہایت عالیشان و خوشنما ہے۔ جس کی بلندی سَو فیٹ ہے۔ بیرونی پیشانی اور اطراف میں سورۃ الفجر نہایت جلی قلم سے سنگ مرمر سنگ موسیٰ کی پچے کاری سے کندہ ہے۔

تاج محل کا اصل چبوترہ ۲۳۸ مربع فیٹ خالص سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ جس کے چاروں کونوں پر چار مینار بنے ہوئے ہیں۔ ہر مینار کی بلندی ۱۵۰

---

[1] مرقع آگرہ۔ سعید احمد مارہروی الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء (صفحہ ۴۲)

Marfat.com

فیٹ ہے۔ تاج محل کے بائیں جانب ایک نہایت عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور دائیں طرف مسجد کے مقابلہ کی ایک عمارت بنائی گئی ہے جو کہ جماعت خانہ یا تسبیح خانہ کہلاتی تھی۔ ممتاز محل اور شاہجہاں کی اصل قبریں تہ خانہ کے اندر ہیں۔ درمیانی بڑے گنبد کی بلندی ۲۲۵ فیٹ ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے سیاح۔ نامور انجنیر۔ ماہر تعمیر تاج محل کی خوبصورتی نفاست۔ نزاکت دیکھ کر آج تک حیران ہیں۔ سطح ارضی پر تعمیر کے اس نادر الوجود نمونے اور محبت کے اس لافانی شاہکار کو جب میں نے پہلی بار دیکھا۔ تو میرے تاثرات حسب ذیل اشعار کے قالب میں ڈھل گئے۔

تاج محل

ہے لبِ جمنا بہ اندازِ عروسِ شرمسار
دو تمناؤں کا حاصل دو دلوں کی یادگار
یہ فضا یہ طاق یہ محراب یہ نقش و نگار
آرہی ہے آج بھی جن سے محبت کی پکار
شہ جہاں کے اشک یا ممتاز کا رنگین خواب
شوہر و بیوی کی پاکیزہ محبت کا جواب

(مؤلف)

تاج محل کی وقفی حیثیت :- تاج محل کے مستند حالات اور وقف

نوٹ :- تاج محل کے سلسلہ میں مزید تفصیلات مولانا معین الدین اکبر آبادی کی بے نظیر کتاب " تاریخ تاج " کے ضمیمہ صفحات ۱۲۹ لغایتہ ۱۳۲ میں ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

سے متعلق تاریخی حالات و تفصیلات مُلّا عبدالحمید لاہوری (جو کہ شاہجہاں کے ہم عصر مورخ تھے) کی مشہور زمانہ تصنیف "بادشاہ نامہ" میں ملتے ہیں۔ یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے زیر نگرانی کالج پریس کلکتہ میں ۱۸۶۶ء میں طبع ہو چکی ہے۔ اس کی جلد دوم صفحات ۳۳۰ و ۳۳۱ پر وقف نامہ تحریر ہے۔

بادشاہ نامہ مؤلفہ عبدالحمید لاہوری کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہاں بادشاہ نے تاج محل آگرہ کے لیے ایک عظیم وقف کیا۔ جس کی آمدنی چالیس لاکھ دام سالانہ تھی اس سلسلہ میں بادشاہ نامہ میں حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"خرچ تمامی عمارا تے کہ بہ تفصیل نگارش یافت و در مدتِ قریب دوازدہ سال بسرکاری مکرمت خاں و میر عبدالکریم صورت تمامیت گرفتہ پنجاہ لک روپیہ است و سی موضع را از مضافات پرگنۂ حویلی دارالخلافہ اکبرآباد و نگر چند کہ جمعش چہل لاکھ دام است بدیں تفصیل موضع دھنولی بزرگ سہ لک و بست ہزار درم داد بالی و سہ لک دام بودھانا یک لک و ہفتاد ہزار دام۔ پھولی یک لک شصت ہزار دام۔ ٹھیری یک لک و پنجاہ ہزار دام۔ اوڑہ یک لک پنجاہ ہزار دام۔ لمھ پور یک لک و چہل ہزار دام سرادندہ یک لک و بست ہزار دام۔ ادسرا ہشتاد ہزار دام۔ جومنی یک لک و بست ہزار دام۔ چار واخر یک لک دام۔ ادلجا یک لک دام۔ کرنہہ یک لک دام دینوترا یک لک دام۔ اڈوس یک لک دام۔ ہلتاد۔ ہزار دام۔ پچیری ہفت

ہزار دام - بھیٔی بزرگ سفت ہزار دام - مدینہ ہشت ہزار
دام دھاندھوپور بست ہزار دام شیخ پورہ پنجاہ ہزار دام
میہنڈی چہل ہزار دام - رائے پور چہل ہزار دام نورپور
اسی ہزار دام و حاصلش موافق دوازدہ ماہ یک لک روپیہ
و جہت فزونی پرداخت. بر تقدیر موافقت سال و ماہ
زیادہ ازیں نیز حاصل می شود بالخصوص ذکاکین بازارہا
و سراہائے معمورہ مزبور کہ دو لک روپیہ است وقف
ایں روضۂ منورہ مقرر ساختہ اند کہ اگر احیاناً بمرمت احتیاج
افتد از حاصل ایں موقوفات علاوہ مبلغ بقدر حاجت
بترمیم ایں بقاع صرف نمایند و باقی را در مصرف معمورہ
از علوفہ سالیانہ داران و ماہوارہ خوران واٰش و نانے
کہ بجہت سدمہ و خدمہ وعواکف و خوادم ایں مکان والا
سان و دیگر محتاجان و بے نوایان مقرر است خرچ کنند و
ہرچہ زیادہ آید در باب آں خلیفۂ وقت کہ تولیت ایں
بقعۂ فیض بوئے تعلق دارد و آنچہ مناسب داند بفعل آرد"[1]

شاہنامہ کی مندرجہ بالا عبارت وقف نامۂ شاہی کی حیثیت رکھتی ہے۔
جس میں جائداد موقوفہ کی تفصیل بھی درج ہے - اور شرائط تولیت بھی
دیے ہوئے ہیں -

مُلّا صاحب نے روضہ سے متعلق عمارتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

---

[1] بادشاہ نامہ مولفہ عبدالحمید خاں لاہوری

Marfat.com

"عزبی روضۂ منورہ برکرسی سنگ سرخ مسجدے است سرچشمۂ
از سنگ مزبور بطول ہفتاد درع وعرض سی مشتمل بہ سہ گنبد
کہ آں ہر سہ از دروں از سنگ سرخ است و از بیروں سنگ
مرمر در آں پرچیں نمودہ شکل جائے نماز نمازیاں گردانیدہ...
... صحن روح افزائش عبادت عبادت گاہ اوتاد و فضائے
دلکشائش سجدہ جائے عباد" مشرق کی طرف سے "شرقی روضۂ
مطہرہ مہمان خانہ است قرینۂ مسجد کہ در جمیع جزئیات وخصوصیات
مانند آنست مگر آں کہ دیوارش محراب ندارد و فرششش بہ
شکل جائے نماز نیست"

اس تفصیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ روضہ اور روضہ سے متعلق مشرق و مغرب کی جملہ عمارتیں مثل مسجد۔ عبادت۔ مہمان خانہ۔ سب بلا تخصیص مذہبی حیثیت کی حامل ہیں۔

مزید حالات کے ذکر میں ملا لاہوری لکھتے ہیں کہ یہ عمارت مکرمت خاں اور عبدالکریم کی نگرانی میں بارہ سال کے عرصہ میں پچاس لاکھ روپیہ کے صرف سے تیار ہو سکی۔ ان کے بنانے والے موجودہ تحقیق کے بموجب "سید احمد" تھے جن کے خاندان کے افراد اس وقت بھی لاہور میں موجود ہیں۔ بادشاہ نامہ روضہ کے اخراجات کی تفصیل بھی دیتا ہے۔

اس کے اخراجات کے لیے اکبرآباد کے پرگنہ "حویلی" اور نگر چند" کے تیس ۳۰ گاؤں کے محاصل بھی لکھے ہیں۔ ایک لاکھ روپیہ سالانہ اور روضہ کے گرد و پیش تعمیر شدہ دوکانوں اور عماروتوں کی آمدنی دو لاکھ وقف کی گئی۔

تاج محل کی تولیت:۔ وقف نامہ میں اس کا متولی خلیفۂ وقت کو

Marfat.com

نامزد کیا گیا۔ جس سے آج کل حکومتِ وقت مراد ہے[1]۔ تولیت کے متعلق بادشاہ نامہ میں یہ عبارت درج ہے۔

"در باب آن خلیفہ وقت کہ تولیت این بقعہ بوئے تعلق در دارد اینچہ مناسب داند بفعل آرد"

چنانچہ شاہجہاں جب زندہ رہا وہ اس وقف کا تنہا متولی رہا۔ اور اپنے زمانہ میں ممتاز محل کا فاتحہ (عرس) بہت دھوم دھام سے کراتا رہا۔ بادشاہ نے پہلے عرس میں ایک لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اور آئندہ کے واسطے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جب عرس کے زمانہ میں بادشاہ دارالخلافت میں موجود ہو تو پچاس ہزار روپیہ خیرات کیا جائے۔ ورنہ بارہ ہزار روپیہ کافی ہے۔ مسجد کے خطیب اور روضہ کے خُدّام عہد شاہی سے اب تک نسلاً بعد نسلٍ چلے آرہے ہیں۔ ان کی اولادیں اب بھی تاجگنج آگرہ میں موجود ہیں۔ بادشاہ وقت جب روضہ پر آتا تو خدّام کو انعام دیتا تھا۔ جو اُس زمانہ میں نذرانہ کے نام سے موسوم تھا۔

---

[1] چونکہ مسلم وقف ایکٹ کے ذریعہ حکومت نے اپنے یہ اختیارات مسلم وقف بورڈوں کے سپرد کر دیے ہیں اس لیے اب اس کا متولی وقف بورڈ ہوا

Marfat.com

مسلم امرأ و سلاطین

اور

اوقاف

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے مسلم امراء وسلاطین کے جود وسخا اور کار خیر میں طبعی میلان کا پتہ چلتا ہے جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تو وہ دیگر امور سلطنت سنبھالنے کے ساتھ ساتھ کار خیر کے لیے کچھ اوقاف ضرور قائم کرتا جس کے لیے مواضعات وقف کرنا۔ جاگیریں عطا کرنا اور مدد معاش ومعافی دینا شامل تھا۔

تِلکَ آثارِنا تدلّ علینا
فانظُروا بعدِنا الی الآثار

ترجمہ :- یہ ہماری یادگاریں اور محنت کی نشانیاں ہیں۔ جب ہم دنیا میں نہ رہیں تو ہماری نشانیوں ہی کو دیکھ کر ہمارا اندازہ کر لیا جائے۔

Marfat.com

اوقاف سلطان نورالدین محمود زنگی المتوفی ۵۶۹ھ

یہ دولت نوریہ کا بانی اور مصر و شام

کا مستقل فرماں روا تھا۔ ۵۴۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے پایہ تخت دمشق میں ایک عظیم الشان مدرسہ بنوایا جو کہ مدتوں تک بے نظیر خیال کیا جاتا رہا۔ یہ فخر بھی خاص نورالدین کی قسمت میں تھا کہ تمام دنیا میں پہلا دار الحدیث اسی کے نام سے قائم ہوا۔

علامہ ابن جبیر نے ۵۷۸ھ میں جب دمشق دیکھا تو خاص شہر میں ۲۰ کالج تھے۔ اور عام حکم یہ تھا کہ جو شخص مدرسہ قائم کرے اس کو تمام مصارف خزانۂ شاہی میں سے ملیں گے۔ مغربی طلباء کے لیے خاصۃً سات باغ اور کافی زمین وقف تھی جس کی سالانہ آمدنی پانچ سو اشرفیاں تھیں جو طلباء قرآن ختم نہیں کر سکتے تھے انھیں صرف سورۂ کوثر سے آخیر تک پڑھایا جاتا تھا۔ سلطان نورالدین نے خاص اپنے ذاتی مال سے مکاتب و مدارس پر جاگیریں وقف کی تھیں[1]۔

سلطان نورالدین کے یہ اوقاف اس کی وفات کے بعد بھی سینکڑوں سالوں تک قائم رہے جن کی آمدنی ۹ ہزار اشرفیاں تھیں۔

اسی پیکر جود و سخا سلطان نورالدین محمود زنگی نے دمشق میں ایک ایسا اسپتال قائم کیا تھا جس میں نایاب اور قیمتی دواؤں سے امیر و غریب یکساں طور پر فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور اس کے مصارف کے لیے عظیم وقف قائم کیا گیا تھا۔ اس اسپتال میں مریضوں کو اس قدر آرام و آسائش تھی کہ انواع و اقسام کے لذیذ کھانے دیکھ کر اکثر صحت مند لوگ فرضی مریض بن جایا کرتے تھے لیکن ایسے لوگوں کو دو ایک یوم مہمانداری

---

[1] روضتین فی اخبار الدولتین مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ ج اول صفحہ ۱۰

Marfat.com

کر کے رخصت کر دیا جاتا تھا۔ کیونکہ باکمال طبیب اصل بیماری کو تاڑ لیا کرتے تھے۔ اور رقعہ لکھ دیا کرتے تھے۔ اس طرح فرضی مریضوں کو دو ایک یوم سے زیادہ قیام کرنے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔

اوقاف سلطان صلاح الدین ایوبی

صلاح الدین بن نجم الدین ایوب تکریت میں ۵۳۲ھ میں پیدا ہوا۔ نجم الدین جب دمشق آیا تو صلاح الدین کی عمر سولہ سال تھی۔ تعلیم و تربیت امیرانہ طور وطریق سے ہوئی۔ نورالدین زنگی کی توجہ صلاح الدین کی طرف زائد تھی۔ نورالدین کی بہادری، شجاعت اور عبادت گذاری کا اثر صلاح الدین پر پڑے بغیر نہ رہا۔ نورالدین کے فیضِ صحبت و تربیت سے صلاح الدین میں وہ کمال پیدا ہوا جس نے آگے چل کر اسے صلاح الدین اعظم بنا دیا۔[۱]

خلیفہ مستکفی باللہ نے صلاح الدین کو خلعت عطا کیا اور پروانۂ حکومت مصر و شام مرحمت فرمایا۔

بنی فاطمہ خلفاء کا عظیم الشان خزانہ اسکے قبضہ و تصرف میں تھا۔ جو روپیہ بھی اس کے پاس آتا تھا تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ وفات کے وقت اسکے خزانوں میں کل ۴۷ درہم چاندی کے اور ایک ٹکڑا سونے کا تھا۔ قاضی ابن شداد نے اپنی پاک کمائی کا پیسہ سلطان کی تجہیز و تکفین میں صرف کیا۔[۲]

اس عالی ہمت اور فیاض حکمراں نے سارے ممالک محروسہ میں مدرسے اور

۱؎ صلاح الدین لین پول صفحہ ۱۱۹

۲؎ تاریخ نصر۔ تالیف انتظام اللہ شہابی ج ۷، ص ۲۳۱

Marfat.com

دارالعلوم قائم کیے۔ بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے اور شفاخانے بنوائے۔ علماء اور مشائخ اور صوفیاء کے وظائف مقرر کیے۔ اور ان کے لیے خانقاہیں بنوائیں، اور ان کے مصارف کے لیے بڑے بڑے اوقاف قائم کیے۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کا کوئی دینی و مذہبی کام ایسا نہ تھا جس کے لیے اُس نے وسیع اوقاف نہ کیے ہوں۔

مصر و شام فلسطین اور جزیرہ کے تمام شہروں میں سلطان اور اس کے متوسلین نے صدہا مدارس قائم کیے ان میں سے بعض ایسے عظیم الشان دارالعلوم تھے کہ ساری دنیائے اسلام میں ان کی شہرت تھی جس میں مشہور مدارس کے نام درج ذیل ہیں۔[1]

مدرسہ صلاحیہ، مدرسہ سیوفیہ، مدرسہ شرفیہ، مدرسہ قمحیہ، مدرسہ عالیہ مدرسہ فائزیہ، مدرسہ فاضلیہ، مدرسہ ارکشیہ، مدرسہ فخریہ، مدرسہ عاشوریہ مدرسہ قطبیہ، مدرسہ مہدیہ، مدرسہ شریفیہ، مدرسہ صالحیہ، مدرسہ مسروریہ، اور مدرسہ ناصریہ وغیرہ وغیرہ۔

مدرسہ عاشوریہ ایک ایوبی امیر کی بیوی نے قائم کیا تھا۔ مدرسہ قطبیہ سلطان کی بھتیجی ملک العول کی لڑکی مونسہ خاتون نے قائم کیا تھا۔

ان مدارس میں بعض مدارس ایسے عظیم الشان سروسامان سے آراستہ تھے کہ آج کے زمانہ میں اس کا یقین کرنا مشکل ہوگا۔ بانیٔ مدرسہ نے اسکے مصارف کیلئے وقف بھی کیے تھے۔ اور طلباء کے قیام و طعام اور دوسری ضروریات کی کفالت وقف ہی سے ہوتی تھی۔ چنانچہ ان کے تمام مدارس کیلئے باقاعدہ اوقاف تھے۔ مقریزی اور سیوطی نے ان کی پوری تفصیل لکھی ہے۔

اسکندریہ میں بھی بڑے بڑے مدارس تھے۔ مشہور سیاح ابن جبیر جس

---

[1] مقریزی جلد ۴ ص ۱۹۲، ۱۹۳۔

Marfat.com

نے سلطان کے زمانہ میں مصر و شام کی سیاحت کی تھی۔ اسکندریہ کے حالات میں لکھتا ہے کہ اس میں صدہا مدارس و اقامت گاہیں ہیں۔ مدارس میں طلباء کے لیے قیام و طعام کا انتظام ہے۔ جن کے مصارف اوقاف سے پورے کیے جاتے ہیں۔

ان مدارس کے علاوہ یتیموں اور غرباء کے بچوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ مدارس قائم کیے۔ جن کے جملہ مصارف اوقاف سے پورے کیے جاتے تھے۔

علماء کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے۔ ان کی مجموعی رقم تین لاکھ دینار سالانہ تھی۔

تمام بڑے بڑے شہروں میں صوفیاء و مشائخ کیلئے خانقاہیں بنوائیں۔ اور ان کے لیے اوقاف قائم کیے قاہرہ کی عظیم الشان خانقاہ فاطمی دور کے ایک محل میں تھی۔ سلطان نے اس کے متعلق ایک وقف علیحدہ قائم کیا۔ اس خانقاہ کے مقیم صوفیہ اور مشائخ کے جملہ مصارف وقف سے کیے جاتے تھے۔[1]

صلاح الدین نے اپنے زمانہ میں امور خیر کے لیے اتنے اوقاف کیے کہ تاریخ اسلام میں اس کی دوسری مثال نہیں ملتی۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ سلطان دین و دنیا دونوں میں سعید تھا۔ ابن جبیر لکھتا ہے کہ قاہرہ میں کوئی مسجد کوئی مزار کوئی اقامت خانہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے مصارف کیلئے اوقاف نہ ہوں۔

اسکندریہ کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو بڑی فارغ البالی حاصل ہے۔ ان سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا۔ سلطان کو اس شہر سے کوئی آمدنی نہیں ہے۔ اور اس کی جانب سے مختلف کام خیر کیلئے اوقاف ہیں۔[2]

---

[1] کتاب الروضتین ج ۲ ص ۱۲۸۔ [2] سفرنامہ ابن جبیر ص ۵۲

Marfat.com

صلحاء اور مزارات کیلئے علیحدہ اوقاف قائم کیے گئے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں مہمان ہوتے ان کے پورے مصارف اوقاف سے پورے کیے جاتے تھے۔ مساجد کے اوقاف کا اندازہ صرف اس سے کیا جاتا ہے کہ جامع عمرو بن العاص کے مصارف تیس ۳۰ اشرفی روزانہ تھے۔ دمشق میں اس کثرت سے اوقاف تھے۔ کہ شہر کی تقریباً پوری آمدنی امور خیر کے لیے وقف تھی۔[1]

سب سے بڑا وقف حرمین کے لیے تھا۔ جو آج تک قائم ہے۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ فاطمئہ مصر اپنے زمانہ میں فی حاجی ۷ ½ اشرفی ٹیکس وصول کیا کرتے تھے اور جو نادار اسکو ادا نہ کرسکتا تھا۔ اس کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ امرائے مکہ بھی اس ناجائز آمدنی کے خوگر تھے۔ سلطان نے اپنے زمانہ میں یہ ٹیکس بند کرکے امیر مکہ کیلئے جاگیر اور حرمین میں خدام کے لیے وظائف اور اہل حرمین کیلئے آٹھ ہزار روپب سالانہ غلہ مقرر کردیا تھا۔ جو موجودہ وزن کے اعتبار سے کم و بیش ۲۳ ہزار من کے قریب ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ یہ وقف ابتک قائم ہے اور حکومت مصر کی جانب سے حجاز کو یہ چیزیں بھیجی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اوقاف تھے۔ جن کے حالات جستہ جستہ تاریخوں میں مذکور ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے دمشق کے قلعہ کے دروازے پر دو پرنالے بنوائے تھے۔ جس میں ایک پرنالے سے دودھ اور دوسرے پرنالے سے شربت جاری کیا جاتا تھا۔ ہفتہ میں دوبار ضرورت مند مائیں آتی تھیں اور جتنا جی چاہے دودھ و شربت اپنے بچوں کیلئے لے جایا کرتی تھیں صلاح الدین نے جو بھی رفاہی ادارے قائم کیے یا ان کے لیے عمارتیں تعمیر کرائیں لیکن یہ خواہش کبھی نہیں کی کہ

---

[1] " " ص ۵۶

Marfat.com

کسی بھی عمارت پر اس کا نام لکھا جائے۔[1]

اوقاف دولت طولونیہ (مصر) ۲۵۴ھ سے ۲۹۲ھ

دولتِ طولونیہ کا بانی احمد بن طولون تھا۔ طولون ایک ترکی غلام تھا۔ ۲۰۰ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون الرشید کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا، طولون نے مامون کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مامون نے بھی مساوات اسلامی کا وہ نمونہ دکھایا کہ غلام کو امراء کے پہلو میں جگہ دی۔ احمد اس کا لڑکا تھا جو آگے چلکر ابن طولون کے نام سے مشہور ہوا۔[2]

ابن خلکان کا بیان ہے کہ احمد بن طولون میں عدل۔ بدوی فیاضی شجاعت و بہادری حسن سیرت، فراست وغیرہ تمام اوصاف جمع تھے۔ اس کا دسترخوان عوام و خواص کے لیے وسیع تھا۔ وہ ایک ہزار دینار یومیہ خیرات کرتا تھا۔

فسطاط میں ابن طولون نے بڑے پیمانے پر بیمارستان قائم کیا مصر کا یہ پہلا شفاخانہ جس سے متعلق اطباء کے لیے مکانات بنے ہوئے تھے۔ اس شفاخانے کے مصارف کے لیے دوکانیں بنا کر ان کی آمدنی وقف کر دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ نخاس کی ساری آمدنی وقف کر دی گئی تھی۔ تاکہ مصارف بیمارستان پورے کیے جائیں ابن طولون اطباء اور ان کے معالجات کو ملاحظہ کرنے کے لیے خود آتا تھا۔

---

[1] المسلمون۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی مطبوعہ دمشق

[2] دائرۃ المعارف ج ۱۷، ص ۱۰۴

اس نے بڑی شان و شوکت کی عظیم ترین جامع مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد جبل مقطم پر تعمیر ہوئی۔ بروقت تعمیر یہاں خزانہ بھی برآمد ہوا۔ دو سال کی کوشش سے ۲۴۳ھ میں یہ مسجد بنکر تیار ہوئی۔ اسکے مصارف کیلئے ابن طولون نے عظیم وقف بھی قائم کیا[1]

وقف ملک المنصور:۔ اپنے وقت کا سلطان تھا۔ اسے کار خیر سے بہت دلچسپی تھی۔ اس نے قاہرہ میں ایک عظیم الشان بیمارستان (HOSPITAL -) بنوایا تھا۔ جس میں عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ وارڈ تھے۔ ہلکی پھلکی موسیقی سے بھی ان مریضوں کے نفسیاتی علاج کی طرف توجہ دی جاتی تھی۔ مرض سے پیدا شدہ ذہنی تکالیف سے توجہ ہٹانے کے لیے مریضوں کو کہانیاں اور لطیفے سنانے والے مقرر تھے۔ ان تمام مصارف کے لیے بہت بڑی جاگیر وقف کی تھی۔

اس وقف کی آمدنی سے بیمار کو گھر واپس جاتے وقت اس قدر سرمایہ بھی دیا جاتا تھا کہ وہ بیماری کے بعد کی کمزوری کا زمانہ فارغ البالی سے بسر کر سکے اور وہ فوراً اسی معاش میں پڑکر دوبارہ بیمار نہ پڑ جائے[2]

وقف عضد الدولہ بغداد:۔ خاندان دیلمی کے مشہور بادشاہ عضد الدولہ نے بغداد میں "بیمارستان عضدی" کے نام سے ایک دار الشفاء تعمیر کرایا تھا۔ اور اسکے اخراجات کے لیے ساڑھے سات لاکھ سالانہ کی جاگیر وقف کی تھی۔

---

[1] تمدن عرب ص ۲۱۹

[2] اختصار و تہذیب۔ ڈاکٹر ملک محمود علی لاہور ۱۹۶۰ء

Marfat.com

اس اسپتال میں ۲۴ اطباء مقرر تھے۔ ان کے علاوہ ہر دوشنبہ و جمعرات کے دن شہر کے بڑے بڑے اطباء اس اسپتال میں آتے اور پیچیدہ و مہلک امراض کی تشخیص کرتے تھے۔

اوقاف مدرسہ نظامیہ بغداد:- دولت سلجوقیہ کے وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس نے چھ لاکھ دینار کی رقم خاص اس فیاضانہ کام کے لیے خزانہ شاہی سے مقرر کی تھی۔ اس نے کل جاگیرات میں سے دسواں حصہ مدارس کے مصارف کیلئے وقف کر دیا تھا۔[1]

گبن صاحب اس مدرسہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک سلطان کے وزیر نے بغداد میں مدرسہ قائم کرنے کیلئے دو لاکھ دینار وقف کئے۔ اور پندرہ ہزار دینار سالانہ اسکے صرفہ کیلئے مقرر کیے۔ غریب طلباء کیلئے کافی وظائف مقرر تھے۔ ۴۵۷ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۱۰ ذی قعدہ ۴۵۹ھ کو بڑی شان و شوکت سے اس کا افتتاح ہوا۔

اس مدرسہ کی عظمت کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ کہ سعدی شیرازی اس کے آخیر زمانہ کے طالب علم تھے اور امام غزالی۔ امام طبری، ابو المعالی قطب الدین شافعی وغیرہ اس میں نائب مدرسین کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔

جب نظام الملک نے مدرسین پر کثیر رقم صرف کر دی۔ تو سلطان ملک شاہ کو فکر پیدا ہوئی اور اس نے نظام الملک کو بلایا ـــــ اور دونوں میں حسب ذیل مکالمہ ہوا۔ جو ہدیۂ ناظرین ہے پیارے باپ جتنا روپیہ آپنے مدارس پر خرچ دیا ہے۔ اس قدر زر کثیر سے تو ایک قوم مرتب ہوسکتی ہے۔ جن لوگوں پر آپ فیاضیاں

---

[1] آثار البلاد۔ علامہ قزوینی [2] اعلام تاریخ مکہ ذکر مدرسہ نظامیہ

Marfat.com

کر رہے ہیں۔ ان سے کیا بڑا کام نکل سکتا ہے۔ نظام الملک نے کہا جانِ پدر میں تو بوڑھا ہوں لیکن تم ایک نوجوان ترک ہو۔ اگر تم بازار میں بیچنے کے لیے کھڑے کیے جاؤ تو امید نہیں کہ تیس دینار سے زیادہ قیمت ملے۔ اس پر خدا نے تم کو اتنا بڑا ملک عنایت کیا کیا اس کا اتنا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

نظام الملک نے مزید کہا کہ تمھاری فوج کے تیر تو چند قدم تک ہی کام دے سکتے ہیں۔ لیکن جو فوج میں تیار کر رہا ہوں اس کی دُعاؤں کے تیر تو آسمان کی سپر سے بھی نہیں رک سکتے۔ ملک شاہ بے ساختہ بولا کہ مرحبا میرے پیارے باپ۔ ایسی فوجیں جس قدر ممکن ہو۔ تیار کرنی چاہیئے[1]۔

نظام الملک طوسی نے اصحاب شافعی کے لیے علیحدہ ایک عظیم الشان وقف قائم کیا تھا۔ اس کی آمدنی شافعی مدارس اور شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والے حفاظ، قُراء، واعظین اور اساتذہ کے لیے وقف کی گئی تھی[2]۔

اوقاف فیروز شاہ تغلق

یہ بادشاہ ۷۵۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے عہد میں ایک بہت بڑا شفاخانہ جس کو صحت خانہ بھی کہتے ہیں۔ قائم کیا۔ اس میں طبیب، جرّاح اور کحّال مقرر کیے اور مریضوں کی دوا کیا۔ اور اس شفاخانہ کے لیے بہت سے گاؤں وقف کیے تھے[3]۔

---

[1] اعلام تاریخ مکہ ذکر مدرسہ نظامیہ [2] المنتظم ج ۹ ص ۶۶

[3] تاریخ فیروز شاہی حصہ دوم ص ۳۵۳

Marfat.com

تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ فیروز شاہ تغلق نے ایسے ۵ شفاخانے قائم کیے تھے۔

فیروز شاہ نے نادار لڑکیوں کی شادی کے مصارف کے لیے ایک مستقل محکمہ قائم کیا تھا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ ایک ہزار نادار لڑکیوں کی شادیاں ایک سال میں ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے متدین اور ایمان دار عہدیدار مقرر کر دیئے تھے۔ جو اس سلسلہ میں پوری تفتیش کر کے مالی امداد دیا کرتے تھے۔ اس کام کے لیے مستقلاً گاؤں وقف کر دیے گئے تھے۔

ہندی قرون وسطیٰ کے جس سلطان نے اپنی مذہبیت کا سب سے زیادہ گہرا نقش معاصرین کے ذہنوں پر چھوڑا وہ فیروز شاہ تغلق تھا۔ علماء و مشائخ عوام و خواص سب ہی اس کے مذہبی جذبات اور دینداری کے قائل تھے۔

سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنے عہد حکومت میں متعدد مزارات تعمیر کرائے اور بے شمار مزارات کی مرمت کرائی مثلاً [1]

۱۔ سلطان معز الدین سام کے مقبرے کی مرمت کرائی۔ صندل کے دروازے لگائے گئے۔

۲۔ سلطان التمش کے مقبرہ کے ستون درست کرائے۔ مقبرہ کا صحن پختہ کرایا۔

۳۔ ملک پور میں خانقاہ تعمیر کرائی۔

۴۔ علاء الدین خلجی کے مقبرہ میں صندل کے دروازے لگوائے۔ آبدار خانہ

---

[1] سیرت فیروز شاہی ص ۹،

Marfat.com

ومسجد کی دیواریں درست کرائیں۔[۱]

۵۔ دارالامان جہاں تغلق خاندان کی قبریں تھیں۔ صندل کے دروازے لگائے گئے۔ اور ان کے مصارف کے لیے اوقاف قائم کیے گئے۔[۲]

۶۔ بہسوان میں مخدوم لعل شہباز قلندر کی خانقاہ تعمیر کرائی۔[۳]

۷۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا مقبرہ تعمیر کرایا۔

۸۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے مقبرے کے دروازے اور جالیاں صندل کی لگوائی گئیں۔

فیروز شاہ نے علماء، مدرسوں، مفتیوں، حافظوں، ارباب مساجد، اور آستانہ داروں کو لاکھوں کی تعداد میں وظائف تقسیم کیے۔ اس کے عہد میں حصول علم دین کے لیے جو بڑے مدارس چل رہے تھے۔ مورخین نے ان کی تعداد تیس[۳] بتائی ہے۔ مدرسہ فیروز شاہی۔ مدرسہ سری۔ مدرسہ شاہزادہ بزرگ فتح خاں خاص طور سے مشہور ہیں۔ مدرسہ فیروز شاہی سب سے اہم تعلیمی مرکز تھا۔ جس میں دمشق کے قالین ہر طرف بچھے ہوئے تھے، طلباء کو مالی امداد و وظائف دیے جاتے تھے۔ مدارس کے لیے اوقاف قائم تھے۔

فیروز شاہ نے محمود شمس کے ہاتھوں دوبار خلافت کو ہندوستان کے اوقاف مساجد و رباطات و مدارس کی پوری تفصیل ۱۳۶۹ء میں روانہ کی۔[۴]

---

[۱] فتوحات فیروز شاہی، ص ۱۳، ۱۴ [۲] فتوحات فیروز شاہی۔ ص ۱۵

[۳] اورنٹیل کالج میگزین فروری ۱۹۳۵ء

[۴] سیرت فیروز شاہی۔ ص ۱۴۱۔

Marfat.com

خلیفہ کی جانب سے فیروز شاہ کو ایک وقف نامہ بھیجا گیا۔ جس میں فیروز شاہ کو ہندوستان کی سلطنت و امارت پر بلا شرکت غیرے پورا حق دیا گیا۔ بادشاہ نے اس کتابچہ کے نسخے اطراف و اقصائے بلاد میں تقسیم کر دیے گئے۔ صاحب سیرت نے لکھا ہے۔ کہ اس قسم کا وقف نامہ اس سے پہلے کسی بادشاہ کو دربار خلافت سے حاصل نہیں ہوا تھا۔[1]

فیروز شاہ تغلق کی تعلیمی سرپرستی اور اس سے متعلق اوقاف کا تذکرہ ان الفاظ میں فتوحات فیروز شاہی میں کیا گیا ہے۔

> " و دیگر بقاع خیر بادشاہان ماضیہ را از مسجد و خانقاہ و مدرسہ و چاہ و حوض و پُل و مقبرہ کہ مندرس شدہ بود بتجدید معمور ساختم و اوقاف مقرر کردم "

مدرسہ فیروز شاہی دہلی کا سب سے مشہور اور اپنے عہد کا بہترین مدرسہ تھا جس کو فیروز شاہ نے ۷۵۳ھ میں فیروز آباد دلی میں قائم کیا تھا۔ اس کے لیے کچھ اوقاف قائم کر دیے گئے تھے جس سے طلباء کی کفالت کی جاتی تھی۔

اوقاف شیر شاہ سوری المتوفی ۹۵۲ھ

یہ جہانبانی میں ایک امتیازی مقام رکھنے والا حکمراں جس طرح نظام عدل اور عوامی خدمات کے لیے مشہور رہا ہے۔ اسی طرح اوقاف کے لیے اس کی خدمات اور قربانی لازوال ہیں۔ کلکتہ سے پشاور تک جانے والی مشہور

---

[1] سیرت فیروز شاہی۔ ص ۴۱

Marfat.com

زمانہ پختہ سڑک اسی بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے جو کہ (GRAND TRUNK ROAD) کے نام سے موسوم ہے۔

اس بادشاہ نے انتظامات اوقاف کے سلسلہ میں ایک فرمان جاری کیا تھا۔ کہ گانوں والے اپنے اپنے گانوں میں ایک مسجد تعمیر کریں۔ اور ہر مسجد کے لیے ایک قابلِ کاشت آراضی وقف کردی جائے۔ گانوں کا مُلّا اس کی حفاظت و نگرانی کرے۔ اور اوقاف کی آمدنی و مصارف کا باقاعدہ حساب رکھا جائے۔ اور وقف کے رجسٹر میں شادی بیاہ اور وراثت کے معاملات نہ درج کیے جائیں۔

شیر شاہ سوری نے سترہ سو مسافر خانے بنوائے۔ ہر مسافر خانے میں ہندؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے قیام کا انتظام ہوتا تھا۔ ہر مسافر خانہ اور سرائے کے دروازے پر سبیل ہوتی جس سے ہر شخص پانی پی سکتا تھا۔ ان مسافر خانوں میں ٹھنڈا و گرم پانی۔ کھانا۔ سونے کے لیے بستر اور جانوروں کے لیے چارے کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ان مسافر خانوں میں ہر اترنے والے کو کھانے پینے کے علاوہ اس کی ضرورت کا سامان بلا قیمت فراہم کیا جاتا۔ اس لیے مسافروں کو اپنے ساتھ زادِ سفر رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ہر مسافر خانہ میں ایک مسجد ہوتی جس میں باتنخواہ امام و موذن ہوتے۔ ہر سرائے میں پولیس اور کوتوال ہوتے اور ایک فوج بھی رہتی تھی[1]

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے مشہور مقدمہ میں شیر شاہ سوری کے

---

[1] ہندوستان اسلامی عہد میں۔ مولانا حکیم سید عبدالحی (مقدمہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ ص ۸)

Marfat.com

متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

یہ عبقریت (GENIUS) شیر شاہ سوری (م ۹۵۲ھ) کی قانون سازی ملک کے استحکام اور رفاہِ عام کے شعبہ میں ظاہر ہوئی یہ دستور ساز شخصیت شمال مغرب کے آخری سرے نہر نیلاب سے مشرق کے انتہائی کنارے سنار گانوں تک اپنے نقوش چھوڑ گئی۔ جس نے شاہراہوں اور گزرگاہوں پر دوکانیں اور سرائیں تعمیر کروائیں۔ اور قافلوں و مسافروں کی راحت رسانی اور حفاظت کے ہر ممکن انتظامات کیے۔ اور پورے ملک کے لیے یکساں حکیمانہ و عادلانہ قانون تیار کیا۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ سب کارنامہ ۵ سال کی مدت میں انجام پایا۔[۱]

شیر شاہ نے آگرہ سے مندو تک جس کی مسافت تین سو کوس کی ہے سرائیں اور مساجد تعمیر کیں اور راستہ میں میوہ دار درخت لگوائے۔[۲]

اوقاف جلال الدّین اکبر (مغل اعظم)

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اکبر بادشاہ نے جہاں فتح پور سیکری و سکندرہ کی عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں اور ٹوڈرمل کے ذریعہ اصلاحات اراضی کی اسکیمیں نافذ کیں۔ وہیں اوقاف کے معاملات میں ذاتی دلچسپی کا مظاہرہ بھی کیا اور عظیم اوقاف بھی قائم کیے۔

---

[۱] تاریخ فرشتہ

[۲] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۲۶۸۔

Marfat.com

مغلیہ سلطنت کے اس تاجدار کو اوقاف کے قیام۔ ان کی ترقی وحفاظت سے اتنا شغف تھا کہ وہ بہ نفس نفیس اوقاف کے معاملات میں دلچسپی لیا کرتا تھا۔ تاریخ کے اوراق میں اوقاف سے متعلق اکبر بادشاہ کا یہ واقعہ درج ملتا ہے۔

ایک مرتبہ بادشاہ کو ایک وقف کے متعلق کچھ شکایات وصول ہوئیں۔ جس کے متولی شیخ محمد ہاشم تھے۔ چنانچہ اکبر بادشاہ نے اپنے مشہور نورتن ابوالفضل کو شکایات کی تحقیقات پر مامور کیا۔ اور جب تحقیقاتی رپورٹ میں متولی شیخ ہاشم کے خلاف شکایات درست پائی گئیں۔ تو بادشاہ نے متولی کو عہدۂ تولیت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اس خالی جگہ پر شیخ بخاری کو بہ حیثیت متولی مقرر کر دیا۔

یہ واقعہ بھی درج ملتا ہے کہ رشوت خوری کے جرم کا ارتکاب کرنے والے قاضیوں کو اکبر بادشاہ نے ایک مرتبہ علیحدہ کر دیا تھا۔

اس امر کے بیّن ثبوت ملتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے متعدد فقراء، صوفیاء اور ان سے متعلق مدارس و درگاہوں و نیز دوسرے مذہبی کاموں کے لیے شاہی فرمان کے ذریعہ اراضیات معافی عطا کیں [1]۔

نوٹ:۔ ایسے کچھ فرامین اکبری میری نظر سے بھی گذرے ہیں۔

وقف درگاہ فتح پور سیکری

سیکری آگرہ سے ۱۲ کوس کے فاصلہ پر ایک گانوں کا نام ہے۔ اسی آبادی سے متصل پہاڑی پر ایک بزرگ شیخ سلیم رہتے تھے۔ جن سے اطراف کے لوگ بہت

---

[1] آئین اکبری۔

Marfat.com

عقیدت رکھتے تھے۔ چونکہ ۲۸ سال کی عمر تک اکبر کی کوئی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ لڑکے کے زندہ رہنے کے لیے درویشوں اور گوشہ نشینوں سے روحانی امداد کا طالب رہتا تھا۔ اسی لیے اس نے یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا اس کو لڑکا عطا کرے گا تو آگرہ سے اجمیر تک خواجہ معین الدین چشتی کے روضہ کی زیارت کے لیے پا پیادہ جائے گا۔ اسی سلسلہ میں اس نے سلیم چشتی سے نیاز مندانہ تعلقات پیدا کیے۔

شیخ سلیم کی دعاؤں کے صلہ میں اللہ نے اکبر کو فرزند عطا کیا جب جہانگیر کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو اکبر نے جودھا بائی (والدہ جہانگیر) کو شیخ سلیم کے مکان پر بھیج دیا تاکہ وہاں ولادت ہو۔ چنانچہ جب جہانگیر پیدا ہوا تو اس کا نام شیخ سلیم کے نام پر سلیم رکھا۔ اکبر نے اس تقریب کی وجہ سے اس موضع کو مبارک خیال کر کے اپنا پائے تخت بنایا۔ اور چودہ پندرہ سالوں میں اسے پہاڑوں اور جنگلوں سے صاف کر کے اس کو ایک عظیم الشان شہر بنا دیا۔ جو بہت سے باغوں اور عمارتوں پر مشتمل تھا۔ ایک مدت تک اس کا یہی نام رہا۔ لیکن فتح گجرات کے بعد فتح پور کے نام سے موسوم ہوا۔[1] تاہم سیکری کا لفظ بھی اس کا ایک لازمی جز ہے۔

ابوالفضل اس شہر کی تعمیرات کے متعلق لکھتا ہے کہ بادشاہ کے آنے سے سیکری دنیا کا منتخب شہر ہو گیا۔ پتھر کا ایک قلعہ تعمیر ہوا۔ جس کے دروازے پر پتھر کے دو ہاتھی نصب تھے۔ بلند عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ اگرچہ دولت خانہ

---

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نول کشور ص ۲۔

Marfat.com

شاہی اور دوسرے امراء کی عمارتیں پہاڑی کے اوپر ہیں لیکن میدان بھی عمارتوں اور باغوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

شاہی حکم سے پہاڑ کے اوپر ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ تعمیر کی گئی۔ آئین اکبری میں لکھا ہے کہ:

"بفرمان گیہان خداوند مسجدے و مدرسہ و خانقاہ ہے۔
برفراز آن کوہ انجام یافت جہاں دیداں غلط نشان کم
دہند[1]"

یکے از عاظم آثار کہ در عہد دولت و زماں حضرت عرش آشیانی (اکبر) بظہور آمدہ ایں مسجد و روضہ است' لیسے اغراق عمارتے است نہایت عالی تمکین کہ مثل ایں مسجد در ہیچ بلادے نیست' عمارتش ہمہ از تنگ در کمال صفا اساس نہادہ پنج لک روپیہ از خزانہ عامرہ صرف شدہ تا باتمام رسیدہ[2]

لالہ سِل چند نے اپنی کتاب تفریح العمارات میں لکھا ہے:

"اکبر نے اجمیر سے واپس آکر فتح پور کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ یہاں بہت سی عمارتیں بنوائیں جن میں مدرسہ و خانقاہ وغیرہ بھی داخل ہے۔"

آگرہ گزٹ میں حسب ذیل عبارت اس سلسلہ میں درج ملتی ہے:

"جب ۱۵۶۹ء میں اکبر نے رنتھنبور کا قلعہ فتح کیا تو شیخ سلیم چشتی کے پاس حاضر ہوا جن کی دعاؤں سے اس کے ایک لڑکا پیدا

---

[1] آئین اکبری ج ۲ ص ۸۰۴ [2] تزک جہانگیری مطبوعہ نول کشور ص ۲۶۴

Marfat.com

ہوا جس کا نام سلیم رکھا گیا جو بعد میں جہانگیر کے نام سے موسوم ہوا۔ اسکے بعد ہی اکبر نے فتح پور سیکری کی عمارتوں کی بنیاد رکھی وہ ۱۵۸۵ء تک فتح پور سیکری میں ٹھہرا اس کے بعد وہ آگرہ منتقل ہو گیا[1]

اکبر اعظم نے مسجد مدرسہ و خانقاہ کے مصارف کے لیے مسلم مواضعات فتح پور سیکری و جاجیو، مہدؤ سردلی اور بھروتی معہ نگلہ وقف کر دے۔ یہ وقف اس وقت بھی موجود ہے۔ اور آج کل اس کا انتظام و انصرام براہ راست یوپی سنی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ کی نگرانی میں ہے۔

اوقاف جہانگیر بادشاہ

اس مغلیہ تاجدار نے نہ صرف نظم سلطنت اور عدل گستری میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ قدیم اوقاف کو قائم رکھنے۔ ان کی حفاظت کرنے اور جدید اوقاف کو وجود میں لانے میں بھی گہری دلچسپی لی جس کی تصدیق اسکے جاری کردہ فرامین سے ہوتی ہے۔

جہانگیر بادشاہ کے حکم سے بلغور خانے (یعنی اپاہج گھر) ڈھاکہ، الٰہ آباد لاہور، دہلی، آگرہ اور احمد آباد میں قائم کیے گئے تھے۔ جہانگیر نے تمام شہروں میں شفاخانے قائم کیے تھے۔ جن میں ایک مسلمان اور ایک غیر مسلم ڈاکٹر و جراح مقرر کیے گئے تھے۔ مریضوں کو صحت کے بعد ضروریات کیلئے

---

[1] آگرہ گزٹ ص ۱۴۷

Marfat.com

ایک فوری رقم بھی دی جاتی تھی۔

۱۰۲۱ھ میں جہانگیر نے لاہور اور کشمیر سڑک بنانے اور ہر منزل پر ایک محل تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ گیارہ منزلوں میں گیارہ محل تعمیر کیے گئے۔ اس سے تمام بڑے بڑے شہروں مثلاً احمد آباد، الہ آباد، لاہور، آگرہ اور دہلی وغیرہ میں غلہ خانے قائم کیے جن سے فقیروں بیچاروں اور مسافروں کو غلہ اور کھانا ملا کرتا تھا۔ جہانگیر تزک جہانگیری میں لکھتا ہے۔ کہ میں نے قاعدہ مقرر کیا ہے کہ راتوں کو ارباب استحقاق و درویش میرے سامنے پیش کیے جائیں تا کہ میں ہر ایک کی خواہش کے مطابق زمین۔ روپیہ اور پوشاک عطا کروں۔ چنانچہ اس وقت تک اس نے فقراء و ضرورت مندوں کو ۵۵ ہزار روپیہ نقد۔ ایک لاکھ نوے ہزار بیگھ زمین اور چودہ گانوں ۲۶ مل اور ایک ہزار کھلیان عطا کیے۔

نوٹ:۔ یہ فیاضیاں صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھیں بلکہ ان سے غیر مسلم بھی متمتع ہوتے تھے[۱]
چنانچہ جہانگیر لکھتا ہے:

کہ ہر دوار ایک ہندوؤں کی متبرک تیرتھ گاہ ہے۔ بہت سے برہمن اور تجرد پسند لوگ اس جگہ اپنے مذہب کے مطابق خدا پرستی کرتے ہیں۔ میں نے ہر ایک کو ان کے استحقاق کے مطابق نقد و جنس بطور صدقہ دیے ہیں۔

جہانگیر کو ایک مرتبہ اطلاع ہوئی کہ فقرائے کشمیر جاڑوں کے موسم میں سخت

---

[۱] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور پریس ص ۱۲۵

Marfat.com

تکلیف برداشت کرتے ہیں تو ان نے حکم دیا کہ صوبہ کشمیر کا ایک گانوں (جس کی مالی گزاری تقریباً ۸ ہزار روپیہ تھی) ملّا طالب اصفہانی کے سپرد کر دیا جائے کہ وہ اس کی آمدنی سے فقراء کے لباس اور مسجدوں میں پانی گرم کرنے کا انتظام کرے۔[1]

جہانگیر نے مدرسہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لیے زمینیں وقف کر دیں شیخ نے اس میں مدت تک درس دیا۔ یہ مدرسہ دہلی کا پہلا مدرسہ تھا جس میں حدیث کی تعلیم شروع ہوئی۔[2]

جہانگیر نے رفاہ عامہ کے کاموں میں ایک خاص نظام قائم کیا اور حکم دیا۔

> "ہر جاکہ مسافر تاجر و مقیم بالدار فوت شود و وارث او حاضر نباشد مال او را امانت نگاہ دارند و در صورت مفقودالاثر بودن وارث مال ترکہ میت را۔
> صرفہ تعمیر و احداث مساجد و پل مدرسہ و سرائے نمائند۔"[3]

۱۰۔ وقفات شاہ جہاں بادشاہ متوفی ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء

خاندان مغلیہ کا وہ تاجدار جس کے ذوق تعمیر نے اس کو شہرت دوام

---

[1] تزک جہانگیری ج ۱ ص ۳۵۲

[2] ہندوستان اسلامی عہد میں ص ۱۶۱، ۱۶۲

[3] خافی خاں حصہ اول ص ۲۴۹

Marfat.com

عطا کردی۔ سرزمین ہند پر اس کے چھوڑے ہوئے نقش و نگار آج بھی اس کی سخاوت۔ دریا دلی اور ذوقِ لطیف کے گواہ ہیں اس میں انفاق فی سبیل اللہ میں بہت دلچسپی لی۔ اپنے اجداد کے اوقاف کو نہ صرف یہ کہ قائم رکھا بلکہ ان میں اضافہ کیا۔ خواجہ معین الدین رح اجمیری کی درگاہ کے سلسلہ میں اس کے جاری کردہ فرامین اس کی جود و سخا کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جامع مسجد دہلی اور تاج محل کے سلسلہ میں اس نے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں۔ جن کے لیے باقاعدہ وقف نامے تحریر کیے اور فرامین جاری کیے۔ جن کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقف جامع مسجد دہلی

دہلی کی جامع مسجد کی تعمیر شہنشاہ شاہجہاں کی دینی کوششوں کی ایک زندہ یادگار ہے۔ یہ ۶ سال کے عرصہ میں دس لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر ہوئی۔ شاہجہاں نے اس کے لیے اوقاف بھی قائم کیے۔ اس کے علاوہ اس مسجد کے ساتھ ساتھ رفاہ عامہ کے لیے دوسری عمارتیں بھی بنوائی گئیں۔ مسجد کے دروازوں اور محرابوں میں سنگ سیاہ کی پٹیوں سے آیات کریمہ اس طرح سے نقش ہیں جن کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی [1]

جامع مسجد کے جنوبی رُخ پر ایک عظیم مدرسہ بھی شاہجہاں نے بنوایا تھا۔ جس کا نام دارالبقا تھا جس کے نگراں مولانا یعقوب بنانی تھے۔ یہ مدرسہ کچھ

---

[1] آثار الصنادید

Marfat.com

عرصہ کے بعد ویران ہو گیا۔ مفتی صدر الدین آزردہ نے اپنے خرچ سے اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ اور علماء کو درس کے لیے وظائف دیئے مفتی صاحب مدرسہ دار البقاء کے ۲۵ طلباء کو خود درس دیتے اور ان کی کفالت بھی کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی (غدر) میں اس کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔[1]

مسجد جامع کی شمالی سمت پر شاہی شفاخانہ قائم تھا جہاں غرباء و مساکین کو مفت دوائیں دی جاتی تھیں۔

علامہ اقبال کے حسب ذیل اشعار سرزمین دہلی کی عظمت کے شاہد ہیں ؎

سرزمیں دلی کی مسجودِ دلِ غم دیدہ ہے
ذرہ ذرہ میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے
پاک اس اجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں
سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار
دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد[2]

مسجد جامع۔ شاہی شفاخانہ اور مدرسہ دار البقا کے مصارف کے لیے شاہجہاں بادشاہ نے عظیم اوقاف بھی قائم کیے تھے جو کہ گردش زمانہ کی نذر ہو گئے۔

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۷، ص ۲۲۱
[2] بانگ درا۔ علامہ اقبال

Marfat.com

وقف جامع مسجد آگرہ

اس مسجد کو شاہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔

جہاں آرا بیگم ممتاز محل کے بطن سے شاہجہاں کی دوسری بیٹی تھیں جو کہ بیگم صاحبہ کے خطاب سے موسوم تھیں۔ بہ شنبہ کے دن ۲۳-۱۰۲۳ھ/۱۴/۱۶۱۴ء میں پیدا ہوئیں۔

شاہجہاں کو اپنی اولادوں میں سب سے زیادہ انھیں سے محبت تھی۔ ان کو دس لاکھ سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ دارا شکوہ کی اعلانیہ طرفدار تھیں۔ شاہجہاں کی وفات کے بعد قلعہ دہلی میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ ۳ر رمضان ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اور درگاہ نظام الدین اولیاء دہلی کے احاطہ میں اصل روضہ کے مغربی و جنوبی گوشہ میں اس حجرہ میں دفن ہوئیں۔ جو اپنی زندگی ہی میں تعمیر کرایا تھا لوحِ مزار پر یہ بیت کندہ ہے۔

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا
کہ قبر پوش غریبان ہمیں گیاہ بس است

(ترجمہ) سبزہ کے سوا مرا مزار کسی شے سے نہ ڈھکا جائے۔ کیونکہ ہم غریبوں کی قبر پوشی کے لیے سبزہ (گھاس) ہی کافی ہے۔

جہاں آرا بیگم نے تمام عمر شادی نہیں کی اور اپنی تمام عمر عبادت و ریاضت میں گذار دی۔ جب شاہجہاں بادشاہ نے آگرہ میں جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو جہاں آرا بیگم نے باپ سے التجا کی کہ یہ کارِ خیر میرے سپرد کردیا جائے تاکہ اس کے نامۂ اعمال میں اس کا ثواب لکھا جائے۔ بادشاہ نے یہ التجا قبول کرلی۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ جہاں آرا نے وہ تمام دولت و سرمایا جو اس کے جہیز کے لیے جمع کیا گیا تھا اپنے والد سے مانگ کر اس مسجد کی تعمیر میں صرف

Marfat.com

کر دیا۔ چنانچہ ۵ سال کے عرصہ میں یہ مسجد ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء میں تکمیل کو پہنچی۔ دونوں طرف تین تین حجرے عورتوں کے لیے بنائے گئے، جن میں بیرونی جانب جالیاں لگی ہیں۔ اس کا مشرقی دروازہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں گرا دیا گیا تھا۔ اور یہ مسجد مقفل کرا دی گئی تھی۔ اس کے دروازے سات آٹھ سالوں تک نمازیوں کے لیے بند رہے۔ لیکن ۱۶ مئی ۱۸۶۴ء کو جان لارنس صاحب گورنر جنرل ہند کے حکم نمبر ۲۹۸ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۸۶۴ء کے بموجب مسجد کا دخل مولانا قمر الاسلام کو دے دیا گیا۔ اس جلسہ میں سر سید احمد خاں بھی شریک ہوئے تھے۔

اس مسجد کے تین طرف پختہ دوکانیں ہیں جن کی آمدنی سے مسجد کے مصارف چلتے ہیں۔ اس مسجد کے جنوب میں ایک قطعہ آراضی افتادہ ہے۔ جس میں جہاں آرا مارکیٹ تعمیر کرائے جانے کا پروگرام زیر غور ہے۔ مسجد ہذا متصل پہلے ایک مسافر خانہ کی بھی عمارت تھی جس میں مسافر ٹھہرا کرتے تھے۔ اور اس کے مصارف سے پورے کیے جاتے تھے۔ مگر اب اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا ہے۔[1]

اس مسجد سے متعلق ایک عربی مدرسہ بھی زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے جو کہ مدرسہ عالیہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں اردو۔ فارسی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس کے مہتمم مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب ہیں۔

اب وقف کا شمار یو، پی کے بڑے اوقاف میں ہوتا ہے۔ آج کل اس وقف کا انتظام براہِ راست زیر انتظام یو، پی سُنّی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ ہے۔

---

[1] مرقع آباد۔ سعید احمد مارہروی۔

Marfat.com

نوٹ:

گزیٹیر آگرہ جلد ۸ مرتبہ ایچ۔ آر۔ نیول (H.R. Neul) آئی۔ سی۔ ایس مطبوعہ گورنمنٹ پریس الہ آباد ۱۹۰۵ء میں اس مسجد کے تفصیلی حالات درج ہیں۔

اوقاف شہنشاہ عالمگیر متوفی ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء

اورنگ زیب کا دور علم و ثقافت دینی سرپرستی کے لحاظ سے تاریخ کا ایک سنہری دور کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ یہ علماء کی قدردانی اور ان کی سرپرستی پر دل کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے گجرات کے دیوان مکرمت خاں نیز قلمرو کے دوسرے افسروں کو یہ حکم بھیجا کہ میزان سے لیکر کشاف تک جتنے طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان سب کو اساتذہ اور مقامی صدر کی منظوری سے مالی امداد دی جائے۔

تاریخ فرخ بخش کا مورخ لکھتا ہے:

"عالمگیر طلبہ کو ان کی تعلیم و تدریس کے دوران یومیہ وظائف دیا کرتا تھا۔ چنانچہ میزان پڑھنے والوں کو ایک آنہ یومیہ اور منشعب کے طلباء کو ۲ یومیہ اور وظائف، شرح وقایہ کے طلباء کو ۸ یومیہ دیا جاتا تھا۔"

۱۶۷۶ء میں عالمگیر نے گجرات کے مدارس کے لیے گرانقدر رقم کی منظوری دی۔ اکرام الدین حیدر نے احمد آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کی تعمیر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ وہ بادشاہ سے امداد کا طالب ہوا۔ چنانچہ عالمگیر نے اس کی درخواست پر دو مواضعات سوندرہ

Marfat.com

اور سیتھا بطور جاگیر مدرسہ کو وقف کردیے[1]

ایک طرف بادشاہ اور ان کی حکومتیں امراء اور ان کی جاگیریں بے شمار مکاتب و مدارس کی خود کفیل تھیں۔ اور دوسری طرف ملک میں تعلیمی اوقاف کی وہ بھرمار تھی کہ وہ اوقاف اگر آج بھی موجود ہوتے تو شاید ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی تعلیم کے لیے کسی حکومت کا محتاج ہونے کی ضرورت نہ ہوتی۔ بنگال کے لیے کہا گیا ہے کہ اس کے پورے رقبہ کا چوتھائی حصہ تعلیمی و مذہبی اوقاف پر مشتمل تھا۔ ان ہی اوقاف کی آمدنی سے تمام تعلیمی ادارے چلتے تھے۔

نوٹ۔

یہ بات غالباً بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ہندوستان کے مشہور مقدس مقام "بودھ گیا" جہاں ہندوستان کے مصلح اعظم مہاتما بودھ کو گیان حاصل ہوا تھا اس کی عظیم الشان بودھ خانقاہ کے متعلق جو کئی لاکھ کی جائداد وقف ہے۔ وہ تمام تر اسلامی سلاطین کے فیضِ کرم کا نتیجہ ہے۔ اور اس وسیع جائداد میں سب سے بڑا عطیہ شہنشاہ عالمگیر کا ہے۔

عالمگیر اور دوسرے سلاطین کے فرمان اب تک بودھ گیا کے متوالی خاندان میں محفوظ ہیں[2]

---

[1] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔

[2] ملا جیون کے معاصر علماء ص ۲۹

وقف مدرسہ مُلّا جیون رح (قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ)

یہ عہد عالمگیری کا وہ مشہور مدرسہ تھا۔ جسکی بنیاد خود مُلّا احمد جیون رح متوفی ۱۱۳۱ھ (جنھیں عالمگیر کی استاد ہونے کا بھی شرف حاصل تھا) نے اپنے ہاتھوں سے قصبہ امیٹھی (جو اس وقت مدینۃ الاولیاء کے نام سے مشہور تھا) ضلع لکھنؤ یو،پی میں رکھی تھی۔ جس وقت اس تاریخی مدرسہ کا وجود عمل میں آیا۔ اس وقت ہندوستان کی علمی حالات کسی عروج پر تھے۔ اس کی ایک جھلک ہدیۂ قارئین ہے۔

"۔۔۔ پورے ہندوستان میں دینی تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ طلباء سے کسی قسم کی فیس یا اجرت نہیں لی جاتی تھی۔ اعلیٰ معیار تک پہنچنے کے لیے ضروری تھا کہ طلباء کی ابتدائی تعلیم پر بھی خاص طور سے زور دیا جائے۔ چنانچہ کوئی گاؤں یا قریہ ایسا نہیں تھا جہاں مسجد کے ساتھ مکتب نہ ہو۔

صوفیائے کرام کی خانقاہیں ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کو صرف عبادت، ریاضت ہی کے لیے نہیں مخصوص رکھا جاتا تھا۔ بلکہ طلباء کی روحانی و مادی تعلیم بھی ان کی اولین فرض تھا۔

بڑے بڑے مدارس میں ذریعہ تعلیم عربی و فارسی تھا۔ زراعت ہندسہ تشریح الاعضاء۔ تاریخ۔ ریاضیات۔ طبعیات وغیرہ علوم فارسی میں پڑھائے جاتے تھے۔ سنسکرت کے طلباء کو دیاکرن (GRAMMER) نیائے

ویدانت اور پاتنجل کے مضامین پڑھائے جاتے تھے

عربی کی تعلیم لازمی تھی جس کے ذریعہ صرف ونحو بلاغت ادب ، منطق ، فقہ ، اصول فقہ ، تفسیر ، حدیث تصوّف اور فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ غیر مسلم طلباء کے لیے بھی مدارس کے دروازے کھلے رہتے تھے۔ اور ان کے دھارمک مضامین بھی نصاب تعلیم میں شامل تھے۔

ایک طرف بادشاہ اور ان کی حکومتیں۔ امراء اور ان کی جاگیریں۔ بے شمار مکاتب و مدارس کی خود کفیل تھیں تو دوسری طرف ملک میں تعلیمی اوقاف کی وہ بھر مار تھی۔ کہ وہ اوقاف اگر آج بھی موجود ہوتے۔ تو شاید ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی تعلیم کے لیے کسی حکومت کا محتاج ہونے کی ضرورت نہ تھی ۔" [1]

اس مدرسہ کو شمالی ہندوستان میں یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا۔ جس میں ۳ ہزار طلباء زیر تعلیم تھے غیر ملکی طلباء کی بھی کافی تعداد اکتساب علم کے لیے مدرسہ میں موجود رہتی تھی۔ طلباء کے قیام وطعام کا انتظام مدرسہ کی جانب سے تھا۔ مدرسین و طلباء کی رہائش و درس و تدریس کے لیے میلوں رقبے میں سلسلہ در سلسلہ کمرے و حجرے بنے ہوئے تھے۔ اس مدرسہ کے عروج کا

---

[1] ملا جیون کے معاصر علماء ۔ اشفاق علی باہ اول دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۴

یہ عالم تھا کہ خود سلطنت مغلیہ کے شاہزادگان خصوصی طور سے اکتساب علم کے لیے آئے تھے اس مدرسہ کے مصارف کے لیے عالمگیر نے کئی لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کی تھی۔ قاضی خادم علی صاحب نے اپنی کتاب ریاض عثمانی میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ مدرسہ کے سلسلہ میں جو جاگیر عالمگیر نے دی تھی اس کا فرمان ان کے پاس موجود ہے۔ ملا جیون کے بعد ان کے سعادت مند صاحب زادے ملا محمد قادری نے اس مدرسہ کی نظامت سنبھالی اور اس کی آن بان باقی رکھی۔ عہد مغلیہ کے آخری ایام تک اس مدرسہ کے عروج کی کہانی ملتی ہے۔ صاحب ریاض عثمانی نے لکھا ہے کہ نواب سعادت علیخاں نے اپنے زمانہ میں اس مدرسہ کی جاگیر ضبط کرلی۔ باقی جو کچھ رہا تھا اسے ۱۸۵۷ء کے غدر میں عظیم نقصان پہنچا اس طرح گردش زمانہ نے اس مدرسہ کی تمام رونقیں چھین لیں۔ اب صرف اس کے نشانات و آثار باقی ہیں۔ مرزا یار جنگ سمیع اللہ بیگ (امیٹھوی) نے اپنی مشہور کتاب "ہند عہد اورنگ زیب میں" اس مدرسہ کی متعلق حسب ذیل تاثرات کا اظہار کیا ہے:

> "اس قصبہ امیٹھی میں ایک ویران سنسان مقام ہے جہاں کچھ عرصہ پہلے بلا سقف دیواریں کھڑی تھیں اور اب تو صرف بنیاد کے نشانات رہ گئے ہیں۔ پرانے لوگ اسی کو وہ مقام بتاتے ہیں جہاں طلبائے دور دراز مقامات سے آکر قیام کرتے تھے۔ اور ملا جیون اس میں درس دیا کرتے تھے۔ یہ اس قصبہ کے ان کھنڈرات میں سے ہے جس کو ہم لوگ (اہل قصبہ) حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں۔ ہم اس کو اپنے قصبہ کا پرانا

Marfat.com

کالج سمجھتے ہیں۔[1]

قصبہ کے جس حصّہ میں یہ مدرسہ قائم تھا اس علاقہ کا نام ہی اب مدرسہ کے نام سے موسوم ہوگیا ہے۔ اب صرف درگاہ و مسجد اندرون فصیل باقی ہے جس میں ملازادگان کی قبور ہیں۔

گردشِ زمانہ کے ہاتھوں اب ساری جائداد موقوفہ تباہ ہوچکی ہے۔ بموجب بندوبست ۱۸۶۲ء صرف حسب ذیل اندراجات کاغذات سرکاری میں باقی رہ گئے ہیں۔

خسرہ نمبر ۹۱۲ = ایک مسجد و ایک چاہ پختہ

خسرہ نمبر ۹۱۳ = مدرسہ پختہ

خسرہ نمبر ۹۴۲ = درگاہ مُلّا احمد جیون

وقف درگاہ مُلّا احمد جیون۔ یو۔پی سنّی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ میں ۳۹۸ پر بحیثیت وقف علی الخیر درج ہے۔

پرنس غلام محمد وقف اسٹیٹ کلکتہ۔ (مغربی بنگال)

مغربی بنگال کا یہ بہت بڑا اور اہم وقف ہے۔ غلام محمد ٹیپو سلطان (شیر میسور) کے بارھویں لڑکے تھے۔ یہ فطرۃً بہت نیک خصلت عبادت گذار اور فیاض و سخی تھے۔ داد و دہش انھیں ورثہ میں ملی تھی۔ ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد غلام محمد اور ان کے خاندان کے جلا افراد کو انگریزوں نے بنگال جلاوطن کر دیا تھا۔ جہاں کلکتہ شہر سے باہر کچھ فاصلہ پر (TOLLY GAUNGE) کے مقام پر انھیں

---

[1] ہند عہد اورنگ زیب میں۔ مرزا سمیع اللہ بیگ

Marfat.com

سکونت کی جگہ دی گئی۔ غلام محمد صاحب ابتدا ہی سے دینی امور میں گہری دلچسپی لیتے تھے اور امور خیر میں انھیں ثواب آخرت کی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ چنانچہ جود و سخا کے اس پیکر نے ۸ ر اگست ۱۸۷۲ء کو باقاعدہ ایک دستاویز وقف نامہ لکھ کر ایک عظیم وقف کی بنیاد ڈالی۔

اس وقف کی آمدنی سے شاہی مسجد واقع پرنس انور روڈ (Tolly Gunge) اور مسجد ٹیپو سلطان واقع دھرم تلا اسٹریٹ کلکتہ کے مصارف پورے کیے جاتے ہیں یہ دونوں عبادت گاہیں اپنی قدامت۔ پائداری اور فن تعمیر کے لیے بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ اس وقف کی آمدنی سے دیگر امور خیر بھی انجام دیے جاتے ہیں۔ اس وقف کے پاس وسیع آراضیات اور بلڈنگ ہیں جو کہ موجودہ بازاری حیثیت کے اعتبار سے بہت قیمتی ہیں۔ (TOLLY GUNGE) کلب۔ رائل کلکتہ گولف اور (TOLLY GUNGE) ریس کورس اس وقف کے کرایہ دار ہیں۔ اسے بدقسمتی ہی سمجھنا چاہیے کہ غلام محمد صاحب کی وفات کے بعد شاہی خاندان کے افراد میں وراثت کی رسہ کشی شروع ہوگئی۔ اور معاملہ کلکتہ ہائیکورٹ تک پہنچا۔ آخر کار عدالت ہائی کورٹ نے ۱۹۴۴ء میں اپنے فیصلہ کے ذریعہ پرنس حیدر علی کو وقف ہذا کا متولی تسلیم کرلیا۔ اور یہ اس کا انتظام کرتے رہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ نے ۱۸ ر فروری ۱۹۸۳ء کو حیدر علی کے لڑکے آصف علی شاہ[1] کو وقف ہذا کا جدید متولی مقرر کردیا۔ اور اس وقف کا انتظام کے لیے ایک جامع اسکیم بھی مرتب کی۔ جس کی رو سے اس کا انتظام و انصرام کیا جارہا ہے اب اپنی نوعیت، آمدنی اور تاریخی حیثیت کی وجہ سے اس وقف کی بڑی اہمیت ہوگئی ہے۔

---

[1] پرنس آصف علیشاہ ہی اس وقت اس وقف کے متولی ہیں۔

Marfat.com

ہندوستان کی ریاستیں

(۱)

اوقاف

"انفاق فی سبیل اللہ اور کارِ خیر کے میدان میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے وہ عظیم الشان اور محیّر العقول کارنامے انجام دیئے جو بڑی بڑی سلطنتوں کو نصیب نہ ہو سکے۔ ہم یہاں پر صرف ریاست بھوپال، ریاست رام پور اور ریاست کشمیر کے اوقاف کا مختصر تعارف پیش کر رہے ہیں۔ بقیہ ریاستوں کے متعلق تفصیلات ہم آئندہ تالیف (دوسری جلد) میں پیش کریں گے۔

Marfat.com

دنیائے اوقاف میں ریاست بھوپال کے کارنامے

ریاست بھوپال وسط ہند میں رقبہ و مالیہ کے اعتبار سے گو کہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی لیکن اپنی دینی و مذہبی روایات و علوم اسلامی کی شاندار خدمات کی بنا پر عالمگیر شہرت کی مالک تھی۔ اس اسلامی ریاست کے زیر سایہ شرعی دار القضاء۔ محکمۂ افتاء۔ محکمۂ مساجد اور شعبہ ہائے تصنیف و تالیف قائم تھے۔ عربی مدارس کے قیام میں اس ریاست کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ چنانچہ مدرسہ جہانگیری۔ مدرسہ صدیقی۔ مدرسہ سلمانیہ۔ مدرسہ احمدیہ۔ مدرسہ عبیدیہ وغیرہ اسلامی تعلیم و تربیت کے لیے مشہور تھے۔ مدرسہ جہانگیری اور مدرسہ عبیدیہ تاج المساجد کے احاطہ میں قائم تھے۔ تمام طلباء اساتذہ اور عملہ کو جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی رمضان بھر سرکاری مہمان قرار دیا جاتا تھا۔ اور ان کی افطاری۔ کھانے اور سحری کے انتظامات شاہجہاں بیگم فرماں روائے بھوپال کی جانب سے ہوتے تھے۔ ان مدارس و نیز امور خیر کے مصارف کے لیے باقاعدہ اوقاف قائم کیے گئے تھے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ریاست بھوپال کی زمام اقتدار جب تک حوصلہ مند نوابین کے ہاتھوں میں رہی اس سرزمین کی تاریخ پر جنگ و جدال کے سوا کوئی نقش نمایاں نہ ہو سکا۔ لیکن جونہی بیگمات بھوپال کا عہد زریں شروع ہو علم و ادب کی بزم آرائیوں نے رزمیہ معرکوں کی جگہ لے لی۔ اور اس مختصر علاقہ میں روشنی کے مینار کی طرح ہندوستان کے قلب میں ضو فشانیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

اس ریاست کو مولوی جمال الدین خاں جیسے علم پرور اور اولوالعزم وزیر

Marfat.com

اور نواب صدیق حسن خاں صاحب جیسے متبحر عالم اور کثیر التصانیف رئیس میسّر آئے شیخ حسین بن الحسن انصاری یمنی جیسے امام فقہ وحدیث اور استاذ الاساتذہ بھی اسی ریاست کو میسّر آئے۔ جن سے سارے ہندوستان نے فائدہ اٹھایا۔ شاہ ولی اللہ رح کی معرکۃ الآرا تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" و "ازالۃ الخفاء" علامہ ابن حجر کی "فتح الباری"، "شرح البخاری"۔ تفسیر ابن کثیر اور "نیل الاوطار" اسی ریاست کی بدولت بصرف کثیر طبع ہوئیں۔ اس کے علاوہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی تقریباً تین سو تصانیف بھی اسی ریاست کے دور میں شائع ہوئیں۔

علامہ شبلی نعمانی جو کہ ہندوستان کے مایہ ناز عالم و مورخ اور اپنی سحر آفریں انشاپردازی میں وحید العصر تھے۔ سیرۃ النبی کے نام سے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک لکھنا چاہی اور اس کی تدوین و نشر و اشاعت کے لیے مالی امداد و اعانت کی ضرورت پیش آئی تو اللہ جل شانہ نے سلطان بیگم فرماں روائے بھوپال کے نصیب میں یہ سعادت مقدر فرمائی اور وہ علامہ شبلی نعمانی کی معاون بن گئیں۔ جس کو علامہ شبلی نے یوں سراہا ہے۔

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں بہرصورت
کہ ابرِ فیض سلطان جہاں بیگم زرافشاں ہے رہی
رہی تالیف و تنقید و روایت ہائے تاریخی
تو اس کے واسطے حاضر مرا دل ہے مری جاں ہے
غرض دو ہاتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل
کہ جس میں اک فقیر بے نوا ہے ایک سلطاں ہے

لے تاج المساجد مطبوعہ علوی پریس بھوپال

Marfat.com

اسی طرح نوابین بھوپال نے کثرت سے مساجد بھی تعمیر کیں اور ان کے لیے اوقات بھی قائم کیے۔ خود بانی ریاست سردار دوست محمد خاں نے جب شہر بھوپال اور قلعہ فتح گڑھ تعمیر کرایا۔ تو اسکے ساتھ مسجدیں بھی تعمیر کرائیں اور امور خیر کے لیے اوقاف بھی قائم کیے۔ اور یہ سلسلہ آخیر تک جاری رہا۔ ان مساجد کے انتظام کے لیے ایک جداگانہ شعبہ "محکمہ مساجد" کے نام سے قائم کیا گیا۔ جس کے مصارف خزانۂ ریاست سے ہی ادا کیے جاتے تھے۔ بسنہ ۱۹۴۹ء میں جب ریاست بھوپال انڈین یونین میں ضم ہونے لگی تو نواب بھوپال اور حکومت ہند کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ حکومت ہند دولاکھ روپیہ سالانہ گرانٹ دیا کرے گی۔ جس سے رابطہ ہائے بھوپال واقع مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و نیز دینی درسگاہوں، مساجد اور محکمات قضاء و افتاء کے مصارف پورے کیے جائیں گے۔ اس گرانٹ سے مصارف کرنے و نیز انتظامات کرنے کے سلسلہ میں ایک کمیٹی بنا دی گئی جو کہ "مساجد کمیٹی بھوپال" کہلاتی ہے بسنہ ۱۹۴۹ء میں جو گرانٹ مقرر ہوئی تھی۔ اسے اب حکومت مدھیہ پردیش نے بڑھا کر ۳ لاکھ روپیہ سالانہ کر دیا ہے اور پہلے ائمہ و معززین کی وغیرہ کو جو مشاہرات ۲۵ روپیہ تا ۲۵۰ روپیہ ماہانہ ملتے تھے۔ وہ اب ۲۵۰ روپیہ ماہوار ۳۰۰ ماہوار کر دیے گئے ہیں۔ مفتی شہر کا مشاہرہ ۹۰۰ روپیہ ماہوار اور قاضی شہر کا مشاہرہ ۱۳۵۰ روپیہ ماہوار کر دیا گیا ہے۔

ریاست بھوپال نے اوقاف کے انتظام کے لیے باقاعدہ دو علیحدہ علیحدہ محکمہ جات قائم کر دیے تھے یعنی اوقاف اہل اسلام اور اوقاف اہل ہنود، ان محکمہ جات کا سربراہ اوقاف اہل اسلام کے لیے مسلمان اور اوقاف اہل ہنود کے لیے غیر مسلم ہوتا تھا[1]

[1] ریاست بھوپال میں مساجد و اوقاف۔ قلمی نسخہ

Marfat.com

سلطان جہاں بیگم نے بعد میں احمد آباد نامی بستی بسائی اور وہاں مسجد بھی تعمیر کرائی جس کے لیے مصارف کے لیے خصوصی انتظام بھی کیا۔ آخری فرماں روا، نواب حمید اللہ خاں صاحب نے احمد آباد میں قصر سلطان تعمیر کرایا اور اسی کے ساتھ صوفیہ مسجد بھی تعمیر کرائی۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے جب نور محل تعمیر کرایا تو اسکے ساتھ مسجد بھی تعمیر کی۔ ان کی لڑکی صفیہ بیگم نے بھی قریب ہی میں ایک مسجد تعمیر کی جو کہ ان کے نام سے موسوم ہے۔

منشی حسین خاں نے سرائے بنوائی۔ اور باغ لگوایا تو اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی۔ راجہ سید عبد العلی نے پیر دروازہ کے قریب محل تعمیر کرایا۔ تو اس کے ساتھ ہی ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ حکیم نور الحسن افسر الاطبا ریاست نے بھی اپنے مکان کے ساتھ ساتھ مسجد بھی تعمیر کرائی۔

ایک دستور یہ بھی رہا ہے کہ شہر پناہ کے ہر دروازے کے اندر کی طرف ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جاتی تھی۔ چنانچہ امامی دروازہ، پیر دروازہ، جمعراتی دروازہ، اتوارہ دروازہ، بدھوارہ دروازہ، گنوری دروازہ اور پرانے قلعہ کے دروازہ کے قریب مساجد تعمیر کرائیں۔ ہر سرکاری دفتر کے قریب ایک مسجد اور کلکٹریٹ۔ تھانہ اور تحصیل سے متصل مساجد تعمیر کرائی جاتی رہی ہیں۔

اس کے علاوہ جتنے باغ بھی لگائے جاتے تھے ان میں خوبصورت مساجد تعمیر کرائی جاتی تھیں۔ چنانچہ باغ مقبرہ شریف، باغ، بڑا باغ، باغ راحت افزا، باغ فرحت افزا، باغ نشاط افزا، باغ امراؤ دولہا، گنوری باغ، عیش باغ، نور باغ، باغ لیسین محمد خاں وغیرہ وغیرہ میں مسجدیں تعمیر کرائی گئیں۔

مندرجہ بالا تمام مساجد وقف تھیں۔ ان کے مصارف کے لیے

Marfat.com

اوقاف کا انتظام بھی لیا گیا تھا۔ ان میں کچھ مسجدیں ہی ایسی تھیں جن کا انتظام خود ان کے بنانے والے کے ہاتھ میں تھا لیکن زیادہ تر مساجد کا انتظام خود حکومت بھوپال نے سنبھال رکھا تھا اور اس کے لیے علیحدہ ایک محکمہ قائم کر دیا گیا تھا جو کہ "محکمہ مساجد" کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے [۱]

ریاست بھوپال میں یہ دستور بن گیا تھا کہ جب بھی امراء و سلاطین میں سے کوئی محل، سرائے یا دارالاقامہ وغیرہ تعمیر کراتا تو اس کے ساتھ مسجد خاص کر تعمیر کراتا۔ اور اس کے لیے اوقاف بھی خاطر خواہ قائم کیے جاتے تھے۔ تاکہ انتظامی معاملات نگرانی و دیکھ بھال میں مالی پریشانی پیدا نہ ہو۔

نوابین بھوپال کے ابتدائی عہد میں ریاست کی راجدھانی اسلام نگر میں تھی (جو کہ شہر بھوپال سے ۷ میل کے فاصلہ پر ہے۔) وہاں محل کے ساتھ ساتھ متعدد مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ اور ان کی ضرورتوں کے لیے اوقاف کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ نواب گوہر بیگم (عرف قدسیہ بیگم) کی رہائش اسی محل میں تھی جو بھوپال کے بڑے تالاب کے مشرق میں واقع ہے۔ اور گوہر محل کہلاتا ہے۔ اس محل کے ساتھ قدسیہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اس کے مصارف کے لیے وقفیہ جائداد کا انتظام کیا گیا قدسیہ بیگم کی لڑکی نواب سکندر بیگم کی سکونت اس محل میں تھی جو صدر منزل کے سامنے واقع ہے جس میں پہلے میونسپلٹی کے دفاتر تھے۔ اس محل کا صدر دروازہ اقبال میدان (کھرنی والے میدان) میں کھلتا ہے۔ اس محل سے متعلقہ محل کے قریب ہی مسجد ماضی صاحبہ واقع سیڑھی گھاٹ ہے۔ سکندر جہاں بیگم کی جانشین ان کی لڑکی

---

[۱] ریاست بھوپال میں مساجد و اوقاف۔ قلمی نسخہ۔

Marfat.com

نواب شاہجہاں بیگم ہوئیں۔ ان کی سکونت ابتدا میں شوکت محل میں تھی۔ اس سے متعلق مسجد کا نام شمس المساجد عرف بیر مسجد تھا۔ علاوہ ازیں نواب جہاں بیگم نے بعد میں محلہ شاہجہاں آباد بسایا۔ اور خود اپنی سکونت کے لیے تاج محل نامی عالیشان عمارت تعمیر کی۔ تاج محل کی حدود میں ایک طرف زینت المساجد تعمیر ہوئی اور دوسری طرف وہ مسجد تعمیر ہوئی جو بے نظیر کے قریب واقع ہے۔ لیکن تاج محل کے شایان شان شاہجہاں بیگم نے جو عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ اس کا نام تاج المساجد ہے اور وہ دنیا کی چند سب سے بڑی مسجدوں میں سے ایک ہے[1]۔

شاہجہاں بیگم کی جانشین ان کی لڑکی نواب سلطان جہاں بیگم ہوئیں۔ انھوں نے اپنے لیے صدر منزل نامی محل تعمیر کرایا اور اسی کے ساتھ آصفیہ مسجد کی تعمیر کرائی جو صدر منزل کے شمال میں واقع ہے اور صدر منزل کے اندر سے اس مسجد میں جانے کا راستہ بھی موجود ہے۔ اس مسجد کا بیرونی دروازہ مالی پورہ کی طرف ہمایوں منزل کے پاس ہے۔

وقف تاج المساجد بھوپال

تاج المساجد کی تعمیر ۱۸۸۵ء میں نواب شاہجہاں بیگم فرماں روائے بھوپال (جو کہ نواب صدیق حسن خانصاحب کی شریک حیات اور مسلم یونی ورسٹی علیگڑھ کی پہلی چانسلر نواب سلطان جہاں بیگم کی والدہ تھیں) نے شروع کی۔ ۱۴ سال تک شاہانہ فیاضیوں کے ساتھ یہ مسجد بنتی رہی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں شاہجہاں بیگم نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اور اس کی تعمیر جاری نہ رہ سکی۔ اور ۷۰ سال تک یہ مسجد

---

[1] تاج المساجد کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

نامکمل پڑی رہی ۱۹۷۱ء میں مولانا محمد عمران خاں ندوی اور ان کے دیگر رفقاء نے اس نامکمل کام کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تائید غیبی امداد فرمائی اور اب مسجد کی تعمیر بحمداللہ اپنے آخری مراحل کی طرف رفتہ رفتہ گامزن ہے تاج المساجد کے اردگرد جو قطعات آراضی واقع ہیں۔ ان کے بارے میں سالہا سال سے کارروائی چل رہی تھی۔ چنانچہ اب حکومت مدھیہ پردیش کی حسن تدبیر سے یہ آراضی ایک خاص معاہدہ کے تحت معقول شرائط کے ساتھ مسجد کو مل گئی ہے۔[1]

نواب سلطان جہاں بیگم فرماں روائے بھوپال نے اپنی تصنیف حیات شاہجہانی میں اس مسجد کے متعلق یہ عبارت سپرد قلم کی:

"تمام فرماں روائے بھوپال نے مساجد تعمیر کرائیں لیکن سرکار عالیہ شاہجہاں بیگم کی بنوائی ہوئی مساجد سب سے زائد ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عظیم الشان وسیع اور بلند مسجد تاج المساجد ہے جو کہ جامع مسجد دہلی کے نمونہ پر ہے۔ اور اپنے بانی کے حوصلے اور مذہبی عظمت کی مظہر ہے ــــ"

یہ مسجد شہر سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے ویران تھی۔ لیکن اب ایسی آباد ہوگئی ہے کہ اس کی آبادی خود اس کی آغوش میں ہے۔ ایسی آبادی جو اس مسجد کو نماز باجماعت سے آباد کیے ہوئے ہے اب تفسیروں، درس حدیث، علم فقہ، حفظ کلام اللہ، تجوید قرأت کی مشق اور ہمہ گیر انداز پر سالانہ دعوت وارشاد کے

---

[1] تاج المساجد مطبوعہ علوی پریس بھوپال۔

Marfat.com

اہتمام سے اس مسجد کا گوشہ گوشہ آباد ہے۔

آج کل تو آثار قدیمہ سے متعلق حاصل شدہ اراضی کے حصہ پر جدید ترین وضع کا ایک نیا بازار تعمیر ہو رہا ہے۔ جس کا سنگِ بنیاد عزت مآب جناب فخرالدین علی احمد صاحب صدر جمہوریہ ہند نے رکھا۔ انشاء اللہ آئندہ ان دونوں کی آمدنی امورِ خیر کی انجام دہی کے لیے کفیل ہوگی۔

دارالعلوم تاج المساجد بھوپال

تاج المساجد کی تاریخ اُس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب تک کہ اس کے ساتھ دارالعلوم تاج المساجد کا ذکر نہ کیا جائے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں مختصر تعارف ہدیۂ ناظرین ہے۔ چونکہ بھوپال اس عریض و وسیع ہندوستان کے درمیان اس طرح واقع ہے کہ اس کو ہندوستان کا قلب و جگر کہہ سکتے ہیں۔ بیشتر صوبوں کے قریب ہے۔ اور کم از کم یو پی کی درسگاہوں کے لیے جنوبی اور جنوب مغربی ہندوستان کے حق میں ایک درمیانی کڑی اور معتمد رابطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ مناسب طے کیا گیا ہے کہ بھوپال میں علوم مشرقی کی تعلیم کا جو سلسلہ صدیوں سے جاری رہا ہے۔ اُسے آئندہ بھی جاری رکھا جائے۔ لہٰذا ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم کا افتتاح کیا گیا۔

اس تعلیمی ادارے کی بنیاد حضرت علامہ سلیمان ندوی کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی۔ ابتدا میں یہ درسگاہ مالی وسائل کے لحاظ سے تہی دست تھی۔ لیکن بعد میں الحمدللہ بے سروسامانی کی وہ کیفیت باقی نہ رہی۔ اور اب دارالعلوم تاج المساجد کا کارواں ربع صدی کا فاصلہ طے کر چکا ہے۔ اسے تاج المساجد کی تکمیل کو بھی اپنے مقاصد حیات میں شامل کر لیا ہے۔

Marfat.com

نوٹ :- جس وقت تاج المساجد کی تعمیر مکمل ہو جائے گی اس کا مستقبل ایک رفیق کی زبان میں اس طرح ہو گا۔

when completed, the mos-que should prove an asset to the city of BHOPAL, and the state of M.P in particular and to the country in general. Besides being a unique Piece of tourist attraction, the mosque will serve as a standing monument to the magnanimity of the human soul and the devotion of the faithfull. the mosque also serves as the venue of a 3-days IJTEMA congragation held every year which draws over 25,000 people from every nook and corner of the country and abroad-[1]

دارالعلوم بھوپال کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اسے تاج المساجد جیسی خوش سواد، خوش منظر، عظیم الشان اور وسیع تر مسجد مل گئی۔ اب اس مسجد میں دارالعلوم بھی ہے۔ طلباء دین کی اقامت گاہیں بھی ہیں۔ اس طرح اب یہ مسجد تعلیم و

---

[1] تاج المساجد۔ ممبران مجلس شوریٰ دارالعلوم تاج المساجد۔ مطبوعہ علوی پریس بھوپال۔

Marfat.com

تربیت کا ایک بڑا مرکز بھی بن گئی ہے۔ اور دار العلوم بھوپال میں ایسے کارکن موجود ہیں جو قدیم علمی روایات کے مطابق اپنی تمام اعلیٰ صلاحیتوں کو محض خدمتِ خلق کے جذبے سے اس ادارے کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ اور ادارے سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں ہیں۔ بلکہ اصرار کے باوجود کوئی معاوضہ قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا ایثار و قربانی کے یہی نمونے اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ دار العلوم مستقبل میں ہندوستان کا جامع ازہر بننے کا شرف حاصل کرے گا۔ آمین

ریاست بھوپال میں قوانین اوقاف

سنہ ۱۹۱۹ء سے پہلے ریاست میں اوقاف سے متعلق کوئی قانون نہ تھا صرف عاملانہ احکام کی بنا پر کارروائی ہوئی تھی۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں پہلی بار ریاست میں وقف کا قانون بنایا گیا۔ جو قانون اوقاف ریاست بھوپال نافذ کیا گیا۔ سنہ ۱۹۵۶ء منسوخ ہوگیا۔ اور اس کی جگہ قانون ریاستہائے خیراتی و مذہبی ریاست بھوپال نافذ کیا گیا۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں صوبہ مدھیہ پردیش بنا اور بھوپال اس میں شامل ہوگیا۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں مدھیہ پردیش وقف بورڈ کی تشکیل ہوئی۔

خاتمہ ریاست اور اوقاف

سنہ ۱۹۴۹ء میں جب ریاست بھوپال انڈین یونین میں ضم ہونے لگی۔ تو نواب حمید اللہ خاں فرماں روائے بھوپال نے حکومت ہند کو لکھا کہ اوقاف جو سابق فرمانرواؤں اور ان کے افراد خاندان نے کیے ہیں۔ ان کا انتظام

Marfat.com

ان کے سپرد کر دیا۔

اس طرح بھوپال کے اوقاف تین حصّوں میں تقسیم ہوئے۔

(الف) — جو اوقاف فرماں روائے بھوپال نے کیے وہ اوقاف شاہی کہلائے ان اوقاف شاہی کے متولی نواب محمد حمید اللہ خاں صاحب مرحوم مقرر ہوئے تھے۔ اور اب ان کے انتقال کے بعد ان کی لڑکی اور جانشین نواب میر تاج ساجدہ سلطان بیگم صاحبہ متولیہ ہیں۔

(ب) — جن کا کوئی جداگانہ متولی نہ تھا۔ اور جو پہلے محکمہ اوقاف اہل اسلام کے انتظام میں تھے یہ اوقاف عامہ بھوپال کہلائے۔

(ج) — جن اوقاف کے متولی موجود ہیں اور وہ ان کا علیحدہ علیحدہ انتظام کرتے ہیں۔ ان اوقاف کی نگرانی مدھیہ پردیش وقف بورڈ کرتا ہے۔

نوٹ

مدھیہ پردیش وقف بورڈ کا یہ کارنامہ سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس نے ۳۰ اپریل و یکم مئی ۱۹۶۳ء میں اپنی زیر صدارت بھوپال میں پہلی آل انڈیا وقف بورڈ کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں ہندوستان سے ۱۸ وقف بورڈوں کے نمائندے شامل ہوئے۔ مؤلف نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔[1]

حال ہی حکومت مدھیہ پردیش نے بھوپال میں واقع مدھیہ پردیش وقف بورڈ کے لیے حسب ذیل حوصلہ افزا اقدامات اٹھائے ہیں۔

---

[1] میں کانفرنس کے مشاہدات آئندہ ہدیہ ناظرین کیے جائیں گے۔

Marfat.com

(الف)۔ مدھیہ پردیش وقف بورڈ کے دفتر کے قیام کے لیے ایک سرکاری عمارت دی ہے۔

(ب)۔ مدھیہ پردیش بورڈ کو استعمال کے لیے ایک نئی جیپ کار عطیہ میں دی ہے۔

(ج)۔ مساجد کمیٹی کی گرانٹ کی رقم بڑھا کر ۱۲ لاکھ سالانہ کر دی ہے۔

(د)۔ مدھیہ پردیش وقف بورڈ کے چیرمین کو اسٹیٹ منسٹر کا درجہ دیا جانا منظور کر لیا ہے۔

Marfat.com

ریاست رام پور اور اوقاف۔

رام پور ہندوستان کی قدیم ترین آباد جگہ ہے۔ جس کی آبادی کا ذکر مہابھارت اور ۶۳۸ھ کی تصنیف شدہ کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ شمالی ہند میں صوبہ یوپی کا ایک حصہ ہے۔ دہلی سے اس کا فاصلہ ۱۸۸ کلومیٹر ہے۔ اس کے مشرق میں بریلی مغرب میں مراد آباد۔ جنوب میں بدایوں اور شمال میں نینی تال ہے۔ رقبہ لمبائی میں ۵۰ میل اور چوڑائی میں ۳۰ میل تقریباً۔ آب و ہوا مرطوب ہے[1]

یہ ریاست اپنی علمی سرپرستی۔ کارِ خیر کے عظیم الشان کارناموں اور اپنے غیور فیاض اور مخیر فرمانرواؤں کی بدولت بہت شہرت کی مالک رہی ہے۔ چنانچہ اس کی شان میں غالبؔ اس طرح قصیدہ خواں نظر آتے ہیں۔

رام پور اہلِ نظر کی ہے نظر میں وہ شہر
کہ جہاں ہشت و بہشت آکر ہوئے ہیں باہم

(غالبؔ)

نواب فیض اللہ خاں صاحب نے ۱۷۷۵ء میں اس کو پایۂ تخت قرار دے کر آباد کیا۔ اور تھوڑی سی مدت میں اس ریاست نے اپنا نام عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا۔

مسلمانوں میں سنتِ نبوی کی پیروی میں یہ ہمیشہ دستور رہا ہے کہ وہ نئے شہر کی تعمیر کی ابتدا جامع مسجد سے کرتے تھے۔ روہیلہ سرداروں کو جب شہر کی اراضی کے ٹکڑے (گھیر یا احاطے) کے نام سے دیے گئے تو انھوں نے

---

[1] فرماں روایان رام پور۔ حکیم مولوی محمد حسین خاں

بھی اس سنت کی پیروی میں ہر گھر میں ایک ایک مسجد تعمیر کرائی اور اسکے متعلق اوقاف کا انتظام بھی کیا۔

رام پور ایک روہیلہ ریاست تھی۔ تاریخی معاہدوں کے مطابق روہیلے رعیت نہیں بلکہ شریک ریاست تھے۔ ان کے سرداروں کے مستقل وظائف کے لیے ریاست کی آمدنی کا بڑا حصہ مقرر تھا۔ روہیلے جس طرح اپنی مالی ضروریات کے لیے ریاست کو ذمہ دار جانتے تھے۔ اسی طرح عام فلاحی مصارف کا ذمہ دار ریاست ہی کو سمجھتے تھے اور ریاست نے اپنی اس ذمہ داری سے چشم پوشی نہیں کی۔ چنانچہ بڑے بڑے اوقاف ریاست ہی کی طرف سے وجود میں آئے۔

نوابین رامپور نے عظیم الشان اوقاف کے قیام میں جس جود و سخا اور قربانی کا مظاہرہ دکھایا اس کی مثالیں بڑے بڑے سلاطین کے یہاں نظر نہیں آتیں۔ یوں تو رام پور میں اوقاف کی کثرت رہی اور ہے۔ اہم اوقاف ذیل ہیں:

۱۔ وقف مقبرہ نواب علی محمد خاں بہادر مرحوم
۲۔ وقف مقبرہ نواب فیض اللہ خاں صاحب
۳۔ وقف مقبرہ نواب محمد علی خاں صاحب
۴۔ وقف مقبرہ نواب غلام محمد خاں صاحب
۵۔ وقف مقبرہ محمد سعید خاں صاحب
۶۔ وقف مقبرہ نواب سعید خاں صاحب
۷۔ وقف مقبرہ نواب کلب علی صاحب
۸۔ وقف بہو بیگم صاحبہ
۹۔ وقف سکندر زمانی بیگم صاحبہ

Marfat.com

۱۰۔ وقف صاحب زادہ مہدی علی خاں صاحب

۱۱۔ وقف مسجد داروغہ محبوب خاں

۱۲۔ وقف عید گاہ

۱۳۔ وقف کارواں سرائے۔

۱۴۔ وقف مقابر مومنین

۱۵۔ وقف موتی مسجد

۱۶۔ وقف مسجد میران خاں

۱۷۔ وقف بڑا مقبرہ آنولہ بریلی۔

۱۸۔ وقف جامع مسجد

۱۹۔ وقف (پرامیسری نوٹ) نواب کلب علی خاں

۲۰۔ وقف جیلان خاں

۲۱۔ وقف صاحب زادہ عبدالعلی

۲۲۔ وقف صاحب زادہ نیاز علی خاں

۲۳۔ مزار حافظ شاہ جمال اللہ صاحب

۲۴۔ وقف مزار شاہ کمال الدین صاحب

۲۵۔ وقف مزار میاں نذیر علی صاحب

۲۶۔ وقف میاں سبحان شاہ صاحب

۲۷۔ وقف مسجد گلزار خانم

۲۸۔ وقف مدرسہ کہنہ

۲۹۔ وقف مسجد اخلاص خاں

۳۰۔ وقف مسجد عبداللہ خاں

Marfat.com

۳۱۔ وقف مسجد کوئلہ والی۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرماں روایان رام پور کو امور خیر سے خاص دلچسپی اور انفاق فی سبیل اللہ سے گہرا لگاؤ تھا۔ چنانچہ مندرجہ بالا اوقاف ان کے جذبہ دینی کا مظہر ہیں۔ ان تمام اوقاف کے مقاصد میں غربا، مساکین کی امداد، یتیموں، بیواؤں کی اعانت، طلبار کے وظائف امور مذہبی کی انجام دہی شامل ہے۔ دینی مدارس کی سرپرستی مساجد و مقابر کی تعمیر اور ان کی نگرانی و دیکھ بھال میں انھیں ایک امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔

متعدد مدارس اور یونیورسٹیوں میں اس وقت بھی وہاں کے طلبار کو ریاست رام پور کی طرف سے وظائف جاری ہیں۔

وقف مدرسہ عالیہ

رام پور میں مدرسہ عالیہ کا وجود نوابین رام پور کی علم دوستی کا زندہ ثبوت ہے۔ جس کا قیام ۱۷۷۴ء میں ریاست کے قیام کے ساتھ ہی نواب فیض اللہ خاں صاحب کے ذریعہ عمل میں آیا۔ جنھوں نے اس کے مصارف کے لیے اپنی بیگم کی طرف سے کچھ متعین مواضعات کی آمدنی وقف کر دی تھی۔ اور اس کے لیے باقاعدہ ایک وقف نامہ بھی تحریر کیا تھا۔ یہ وقف نامہ سنہ ۱۹۲۰ء تک دارالانشار میں محفوظ تھا۔ اس میں واقعہ کے ساتھ ساتھ مواضعات کے نام اور موقوفہ جائداد کی آمدنی کی تفصیلات بھی درج تھیں۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں روزنامہ زمیندار لاہور میں مدرسہ عالیہ کے متعلق ایک مضمون بھی شائع ہوا تھا۔ اسی مضمون

Marfat.com

کی بنیاد پر مولانا ظفر علیخاں صاحب ایڈیٹر زمیندار سید حبیب احمد ایڈیٹر سیاست لاہور اور مولوی عبدالحنان صاحب مدرسہ عالیہ کو دیکھنے کے لیے رام پور تشریف لائے تھے۔[1] اور نواب رضا علی خاں صاحب والی رام پور سے ملاقات بھی کی تھی۔ نواب فیض اللہ خاں صاحب نے پانچسو علماء کے وظائف بھی مقرر کیے تھے۔ اور فتاوی فیض اللہ خانی کے نام سے اسلامی فقہ بھی مرتب کرائی تھی عمارت رضا لائبریری کی بنیاد بھی اسی دیندار اور علم دوست حکمراں کا کارنامہ ہے۔

نواب کلب علی خاں والیِ رام پور کی علمی دلچسپی کے متعلق شمس الاخبار مدراس اپنی ۲۵ مارچ ۱۸۶۶ء کی اشاعت میں اس طرح رقم طراز ہے:

"ـــــ نواب کلب علی نے اپنی رعایا کے لڑکے لڑکیوں کی تعلیم و تدریس کے لیے متعدد مدارس قائم کیے۔ طلباء کے لیے وظائف مقرر کیے ـــ نواب کلب علی خاں والیِ رام پور نے شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے ایصال ثواب کے لیے ایک وقف قائم کیا تھا جس کا مصرف انھوں نے تعلیم قرآن مقرر کیا تھا۔ چنانچہ مدرسہ غوثیہ کے سارے مصارف و وظائف طلباء اسی وقف سے ادا کیے جاتے تھے۔ اساتذہ اور طلباء کی نشست کا انتظام موتی مسجد میں کیا گیا تھا۔ جو نواب یوسف علیخاں کی تعمیری یادگار ہے۔"

وقف جامع مسجد رام پور

جامع مسجد رام پور کی بنیاد نواب فیض اللہ خانصاحب نے رکھی یہ مسجد ـــــ

[1] قلمی نوٹ۔ مولانا عبدالسلام صاحب رامپوری

۱۳۱۸ھ میں تیار ہوئی۔ منشی امیر اللہ تسلیم نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے :

اسی عہد دولت میں شام و سحر
بنیں مسجدیں جا بجا بیشتر
خصوص ایک مسجد ہے وہ دل پذیر
نہیں جس کا ہندوستان میں نظیر

نواب کلب علی خاں صاحب نے اس میں ترمیم و توسیع کرائی اور اس میں تین لاکھ روپیہ صرف کیا۔ نواب حامد علی خاں صاحب نے اس کو دوبارہ زیادہ وسعت کے ساتھ بنایا۔ اور کئی لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اندرونی حصہ میں پندرہ سو نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اور صحن میں تقریبًا ڈھائی ہزار افراد بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔

اس مسجد کا انتظام و انصرام ہمیشہ ریاست کے تحت رہا۔ انضمام ریاست کے بعد اسٹیٹ وقف آفس اس کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ اب یکم اپریل ۱۹۷۹ء سے شہر کے زعماء کی ایک کمیٹی کام کر رہی ہے جس کے صدر خطیب اعظم حضرت مولانا وجیہہ الدین خاں صاحب ہیں۔ کمیٹی نے بہت سی جدید تعمیرات بھی کرائی ہیں۔

ریاست میں مساجد کے علاوہ یتیم خانوں، لنگر خانوں اور امداد غرباء و مساکین کے لیے وقتًا فوقتًا اوقاف قائم ہوتے رہے۔ مساجد اور منادر کی روشنی کے لیے تیل کی فراہمی ہمیشہ ریاست ہی کی ذمہ داری رہی۔ اس کے مصارف کے لیے بھی ریاست میں اوقاف قائم تھے۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آمدنیاں مصارف ریاست میں شامل ہو گئیں۔

Marfat.com

وقف کے قوانین

اوقاف کے انتظامات کے لیے ریاست کے اپنے قوانین اصول وضوابط تھے۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں قانون تحفظ وقف ریاست رام پور کا نفاذ ہوا۔ انضمام ریاست کے بعد تمام اوقاف پر یوپی مسلم وقف ایکٹ کا اطلاق ہو گیا۔ اور آجکل اسی کے بموجب نظم ونسق چل رہا ہے

Marfat.com

کشمیر میں اوقاف کی جھلکیاں

کشمیر اپنے قدرتی مناظر، دلکش باغات، پرکشش جھیلوں، دلفریب آبشاروں اور دریاؤں کی وجہ سے جس طرح جنت نشان کہلاتا ہے۔ اُسی طرح اوقاف کی دنیا میں بھی اس کی ایک بے نظیر تاریخ ہے۔

کشمیر کے امراء و سلاطین ہمیشہ نئے مدارس کھولنے۔ خانقاہیں و مساجد تعمیر کروانے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ ان پر اپنی قیمتی جاگیریں وقف کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر گاؤں میں ایک مدرسہ تھا۔ خانقاہیں علم و تربیت کا روحانی کا مرکز تھیں۔ جہاں تشنگانِ علم و معرفت اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

امراء و سلاطین کے بعد علماء، سادات اور صوفیہ کے سلسلے اوقاف کے محرک اور سرپرست رہے ہیں۔ کشمیر کی پوری ریاست میں زیارت گاہیں، اور خانقاہیں صوفیہ کرام کے قدموں کی برکت کا نتیجہ ہیں۔ کشمیر کے بڑے بڑے اوقاف انھیں فنا فی اللہ ہستیوں کے رہین منت ہیں۔

ازمنۂ وسطیٰ کے کشمیر میں صوفیہ کے ۶ سلسلے خاص طور پر تھے۔

۱۔ قادریہ۔ ۲۔ سہروردیہ۔ ۳۔ کبرویہ۔ ۴۔ نقشبندیہ۔ ۵۔ نوربخشیہ اور رشی۔

اوّل الذکرہ سلسلے ایران اور ترکستان آئے جبکہ رشی سلسلہ خالص کشمیر سے متعلق رکھتا تھا جس کے بانی صوفی نورالدین تھے۔

پیر شہزادوں اور امراء کی تعمیر کی ہوئی خانقاہوں میں اپنے اہل خاندان اور مریدوں کے ساتھ رہتے تھے اور عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ حدی بل کی

Marfat.com

کی خانقاہ میں مریدوں کی ایک بڑی تعداد اپنے کنبوں کے ساتھ رہتی۔ اور ان کا خرچ وقف کی آمدنی سے چلتا تھا۔[1]

کشمیر میں صوفیہ کرام کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ کشمیر کے حکمران ان کی تعظیم و تکریم کرتے رہے ہیں۔ ان کے لیے مسجدیں۔ خانقاہیں اور مدارس بھی قائم کرتے رہے ہیں اور پھر جملہ مصارف کے لیے عظیم اوقاف بھی قائم کیے ہیں۔ ان صوفیاء کرام بلبل شاہ۔ سید علی ہمدانی، محمد ہمدانی، نورالدین، شمس الدین، حمزہ مخدوم داؤد خاکی اور سید جمال الدین بخاری وغیرہ کے اسماء گرامی صوفیاء کرام کی دنیا میں مہر درخشاں کی طرح چمکتے ہیں۔

وقف خانقاہ معلّیٰ سری نگر!

سلطان سکندر نے سنہ ۱۳۵۶ھ لغایت سنہ ۱۳۹۷ء میں علاء الدین پور میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ جو کہ خانقاہ معلّیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کے مصارف کے لیے وچی، شورا، اور تہوانی گاؤں وقف کیے۔ اور مولانا محمد سعید کو اس کا متولی مقرر کیا۔[2]

خانقاہ معلّیٰ کی مسجد دریائے جہلم کے کنارے اینٹوں کی ایک غیر مستطیع بنیاد پر واقع ہے۔ یہ مسجد ہمدانی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ جنوبی فن تعمیر کی شاندار مثال ہے۔ اس کی اہرامی چھت تین تہوں میں بنی ہے۔ اس کے اوپر مؤذن کے لیے شہ نشین ہے۔ اور شہ نشین کے اوپر گنبد ہے۔ اس پر کلس ہے۔ اس کی

۱؎ تحفۃ الاحباب۔ ص ۲۴۴

۲؎ بہارستان شاہی۔ ص ۴۴

Marfat.com

اونچا زمین سے ۱۲۵ فیٹ ہے۔ چاروں طرف چھت دار برآمدے اور راستے بنے ہوئے ہیں جس میں جابجا جالیاں بنی ہوئی ہیں[1]

نوٹ:

اس وقت اس خانقاہ سے متعلق دارالفتویٰ کا ایک عظیم کتب خانہ بھی قائم ہے۔ اس خانقاہ کے موجودہ متولی و نگراں اور کتبخانہ کے ناظم جلال الدین صاحب صدر مفتی جموں و کشمیر ہیں۔

وقف خانقاہ بُلبل شاہ

رنچن (سلطان صدرالدین ۲۳-۱۳۲۰ء) نے جہلم کے کنارے اپنے محل کے پاس بلبل شاہ (جن سے وہ بہت عقیدت رکھتا تھا) کے لیے ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور اس کے مصارف کے لیے کئی گانوں وقف کیے۔ جن کی آمدنی سے ملازمین کا خرچ چلتا تھا۔ اور مسافروں اور غریبوں کو مفت کھانا ملتا تھا۔ خانقاہ کے متصل اس نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ جس میں سلطان پنج وقتہ نماز بھی ادا کیا کرتا تھا۔ یہ کشمیر کی سرزمین پر پہلی مسجد تھی[2]

وقف مدرسہ سلطان زین العابدین

سلطان زین العابدین ۷۰-۱۴۲۰ء میں نوشہرہ میں اپنے محل کے متصل ایک مدرسہ تعمیر کرایا اور ملا کبیر کو اس کا ناظم مقرر کر دیا۔ مدرسہ کے اخراجات اور

---

[1] کشمیر سلاطین کے عہد میں۔

[2] بہارستان شاہی۔ ص ۱۱۵

Marfat.com

اور غریب طلباء کے قیام و طعام و نیز وظائف کے لیے اس نے جاگیریں وقف کر دیں۔ یہ مدرسہ سترھویں صدی تک چلتا رہا۔[۱]

سلطان زین العابدین نے سیالکوٹ کے مدرسہ کے لیے ۶ لاکھ روپیہ کا عطیہ دیا۔ اور اس ملکہ نے اپنا بیش قیمت ہار بھی سالکوٹ کے دارالعلوم کو دے دیا۔ سلطان نے متعدد دارالاقامے تعمیر کرائے جہاں غریب طلبا کے قیام و طعام کے لیے مفت انتظام تھا۔

سلطان زین العابدین نے اندر کوٹ سے شوپور تک ایک سڑک تعمیر کرائی جس کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لیے ایک گاؤں کی آمدنی وقف کر دی۔[۲]

سلطان گاؤں اور قصبات میں جہاں دورے پر جاتا کرتا اس کی اہم سڑکوں کے کنارے مسافروں کی سہولیت کے لیے سرائیں بھی تعمیر کرائیں۔ جن کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لیے اس نے متعدد جاگیریں بھی وقف کر دی تھیں۔[۳]

سلطان حسن شاہ کے وزیر ملک احمد نے ویدمر میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی جس کے مصارف کے لیے ستی پوشن نام کا ایک گاؤں وقف کر دیا۔ جس میں باہر سے آنے والوں کے لیے قیام و طعام کا مفت انتظام تھا۔[۴]

قطب الدین نے تخت نشین ہونے پر اپنی نئی راجدھانی قطب الدین پور میں ایک مدرسہ قائم کیا اور پیر حاجی محمد قادری کو اس کا مہتمم مقرر کیا۔ اس مدرسہ سے

۱۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں

۲۔ ویلی از لارینس

۳۔ میورخ علمی نسخہ۔ ص ۱۷۱

۴۔ اسٹائن ج ۲ ص ۲۷۰

Marfat.com

متعلق ایک دارالاقامہ بھی تھا۔ جس میں اساتذہ اور طلبا کے قیام و طعام کا مفت انتظام تھا۔

سلطان حسن شاہ نے ڈل جھیل کے کنارے نکھری پل میں ایک مدرسہ "دارالشفا" کے نام سے قائم کیا تھا۔ اور بابا کبروی کو اس کا صدر مدرس بنایا تھا۔ سلطان نے نوہٹہ اور ڈل جھیل کے درمیان واقع باغات، مال خانہ اور لار پرگنہ میں موضع برہم اس مدرسہ کے مصارف کے لیے وقف کر دیے تھے[1]

خاندان شاہ میر کے چک حکمراں بھی تعلیم کے بڑے سرپرست تھے۔ حسین شاہ نے حسن شاہ کے مدرسہ دارالشفا میں کافی ترمیم و اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ ایک اور دارالعلوم بھی کھولا جس کے مصارف کے لیے زین پور کی لگان وقف کر دی۔ دارالعلوم ہی میں کتب خانہ اور دارالاقامہ بھی تھا۔ ان کے مصارف کے لیے علیحدہ سے جائدادیں وقف تھیں۔ اس دارالعلوم کے مہتمم فتح اللہ حقانی اور اس کے نائب مہتمم خوند مُلا درویش تھے[2]

(وقف)

مدرسہ سری نگر کشمیر

اسے مرزا برہان الدین ثونی لقب فاضل خاں نے کشمیر کی صوبہ داری کے زمانہ میں اورنگ عالمگیر کے عہد میں بنوایا تھا۔ اسی سے متصل ایک شاندار مسجد اور حمام بھی تعمیر کرائے تھے۔ اور اس مدرسہ کے مصارف کے لیے کاشت کی زمین وقف

---

[1] کشمیر سلاطین کے عہد میں۔

[2] کشمیر سلاطین کے عہد میں۔

Marfat.com

وقف کردی تھی۔[1]

عہد اکبری میں حسین خاں والیِ کشمیر نے یہاں متعدد مدارس قائم کیے جن کے مصارف کے لیے ایک پرگنہ اسیا پور وقف کردیا تھا۔[2]

کشمیر میں وقف بورڈ کا قیام

سنہ ۱۹۴۳ء سے پہلے اوقاف کے نظم ونسق کی نگرانی کے لیے باقاعدہ کوئی ادارہ نہیں تھا۔ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۴۳ء کو شیخ محمد عبداللہ مرحوم نے ایک ادارہ اوقاف اسلامیہ جموں وکشمیر کے نام سے سری نگر میں قائم کیا۔ جس کے صدر خود شیخ عبداللہ اور جنرل سکریٹری مفتی جلال الدین صاحب سنٹرل دارالفتویٰ خانقاہ معلی مقرر ہوئے۔ اس وقت اس ادارہ کا تعلق صرف آثار شریف (درگاہ شریف حضرت بل) کے ساتھ تھا۔ اس ادارہ نے سب سے پہلے درگاہ شریف مذکور کے چاروں طرف ملحقہ مکانات خریدے اور درگاہ شریف کو وسعت دی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسری مساجد و درگاہیں وغیرہ کے اوقاف اس ادارہ سے الحاق ہوتا رہا۔ سنہ ۱۹۴۷ء و سنہ ۱۹۴۸ء میں باقاعدہ محکمہ حج۔ اوقاف قائم کیا گیا۔ جو ترقی کرتے کرتے اب باقاعدہ ایک ڈپارٹمنٹ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

اس وقت جموں کشمیر وقف بورڈ کے موجودہ صدر ڈاکٹر فاروق عبداللہ اور جنرل سکریٹری، خواجہ غلام محی الدین اور سکریٹری پروفیسر عبدالعزیز صاحب ہیں۔

---

[1] اسلامی درس گاہیں

[2] آثار حسینی

وقف بورڈ کا دفتر

کشمیر وقف بورڈ کا صدر دفتر بیتھر مسجد مجاہد منزل سری نگر کشمیر میں ہے۔

جموّں میں اوقاف

جموّں میں اوقاف کے لیے ایک مجلس مہاراجہ کے زمانہ میں ہی قائم ہو چکی تھی جو جموّں میں قائم اوقاف کی نگرانی کرتی تھی۔ جہاں اس وقت بھی کافی تعداد میں مساجد درگاہیں اور دیگر اوقاف موجود ہیں۔ اور اب تو باقاعدہ ایک ادارہ اوقاف کے قیام کا وجود ثابت ہے جس کا صدر دفتر تالاب کھٹیکان جموّں میں واقع ہے اور اس کے موجودہ سکریٹری سید مبارک شاہ قادری ہیں[1]

وقف درگاہ شریف حضرت بل سرینگر

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے آثار شریفہ محفوظ کیے گئے ہیں جن کی خاص خاص مواقع پر زیارت کرائی جاتی ہے۔ یہ کشمیر کا سب سے بڑا اور اہم وقف ہے۔ آجکل اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ دن بہ دن اس کی وسعت بڑھتی جا رہی ہے اور یہ ترقی کی منزلوں کی طرف گامزن ہے۔

---

[1] حالات اوقاف جموں کشمیر (قلمی) مفتی جلال الدین۔

Marfat.com

ہمارے

اسلاف و اکابر

اور

اوقاف

خیرُ النّاس مَنْ یَنفعُ النّاس

ترجمہ :- تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے ۔

THE BEST AMONG YOU IS HE WHO PROMOTES BEST GOOD OF OTHERS.

Marfat.com

ہمارے اسلاف واکابر جود وکرم کے منبع اور فیض وسخا کے پیکر تھے ان کی کمال فیاضی کا یہ عالم تھا۔ کہ خود فاقہ کرتے۔ لیکن سائل کا سوال رد نہ کرتے دنیا کو حقیر جانتے اور مال کو صرف ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ اس آیت کریمہ پر یقین کامل رکھتے تھے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○

ترجمہ :۔ پس تم سے اس روز (قیامت کے دن) نعمتوں کے متعلق یقیناً سوال کیا جائے گا۔

اسی لیے اللہ کے راستے میں انھوں نے اپنی دنیا لُٹا کر آخرت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت امام شافعی مکہ میں کچھ اراضی خرید کر وقف کرنا چاہتے تھے لیکن اُنھیں مکہ مکرمہ میں کوئی زمین دستیاب نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہاں کی بیشتر زمینیں وقف کی جا چکی تھیں۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کو وقف علی الخیر کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں اراضی نہ مل سکی۔ تو انھوں نے مِنیٰ ایک مکان تعمیر کرا کر اُسے وقف علی الخیر کر دیا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اصحاب شافعی دوران حج جب مِنیٰ میں اقامت پذیر ہوں۔ تو اُس میں قیام کر سکیں [1]

۲۔ حضرت سعید بن عاص کے جذبہ خیر پسندی کے حسب ذیل واقعات

---

[1] احیاء العلوم جلد ۳ ص ۲۴۶

Marfat.com

آج بھی تاریخ کی زینت ہیں۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ آپ (سعید بن عاص) ہر جمعہ کو اپنے خاندان قبیلہ کے افراد کی دعوت کرتے اور واپسی کے وقت انھیں خلعت دیتے تھے۔ اور خاندان میں ہر شخص حتیٰ کہ غلاموں تک کو عطیات و صدقات اور تحائف بھیجتے تھے۔ آپ کا یہ بھی قاعدہ تھا کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو اپنے غلاموں کے ذریعہ اشرفی و دینار سے بھری تھیلیاں بھیجتے۔ اور یہ غلام ہر نمازی کے سامنے ایک ایک تھیلی رکھ دیتے تھے۔

آپ نے امور خیر کی انجام دہی کے لیے اوقات قائم کیے تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک (بزرگ عالم و محدث) سے کسی غریب شخص نے لڑکی کی شادی میں قرض دار ہو جانے کی وجہ سے ادائے قرض کے لیے فی سبیل اللہ سات سو روپیہ کا سوال کیا۔ آپ نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ میرا مینیجر بصرہ میں ہے میں اُس کو رقعہ لکھے دیتا ہوں تم وہاں جا کر لے لو۔ کیوں کہ یہاں میرے پاس سردست کوئی رقم نہیں ہے۔ آپ نے رقعہ میں لکھ دیا کہ ان صاحب حاجت کو سات ہزار روپیہ دے دو۔ ضرورت مند نے زبانی سات سو روپیہ کی حاجت بتلائی جب کہ رقعہ میں سات ہزار کی ادائگی کا حکم تھا۔ چنانچہ مینیجر نے اس فرق کو سمجھنے کے لیے ایک رقعہ لکھ کر حاجت مند کو عبداللہ بن مبارک رضؓ کے پاس واپس بھیجا۔ عبداللہ بن مبارک نے جواب میں لکھا کہ حاجت مند نے بلاشبہ صرف سات سو روپیہ ہی کا سوال کیا تھا لیکن ہو سکتا ہے کہ شرم کی وجہ سے انھوں نے اپنی ساری ضروریات بیان نہ کی ہوں۔ اس لیے میں نے اپنے حوصلہ کے مطابق ان کو سات ہزار روپیہ

Marfat.com

دینے کا حکم دیا تھا۔ لیکن چونکہ تم نے اس حاجت مند کو دوبارہ میرے پاس دوڑایا ہے اور بلاوجہ آنے اور جانے کی زحمت میں مبتلا کیا ہے۔ اس لیے اب میرا حکم ہے کہ تم بجائے سات ہزار کے اب چودہ ہزار دیدو۔

انھیں عبداللہ بن مبارک کا ایک دوسرا واقعہ بھی نصیحت آموز ہے۔ آپ اپنے احباب وملازمین کے ہمراہ سفر حج میں تشریف لے جارہے تھے۔ آپ کے ساتھ میں کھانے پینے کا وافر سامان بھی تھا۔ جس میں بڑی تعداد میں مرغ بھی تھے۔ راستے میں آپ نے دیکھا کہ پنجرہ میں سے دو ایک مرے ہوئے مرغ نکال کر باورچیوں نے گھور (کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ) میں ڈال دیے۔ قافلہ آگے چلا گیا آپ پیچھے تھے آپ کی نظر پڑی کہ ایک عورت نے ان مُردار مرغوں کو اٹھالیا اور اپنے گھر میں داخل ہوئی۔ آپ نے اس کے گھر پہنچکر آواز دی کہ اے خاتون اگر تم مسلمان ہو تو مرا ہوا مرغ مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے۔ اس خاتون نے جواب دیا کہ مجھے مسئلہ معلوم ہے۔

مگر میں حالت اضطرار میں ہوں کئی وقت سے دانہ پانی مجھکو اور میرے بچوں کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرے شوہر کو حاکم وقت نے قتل کرا دیا ہے۔ اور میرے گھر کے مال ودولت کو لوٹ لیا ہے۔ مجھ پر اور میرے بچوں پر کئی وقت سے فاقہ ہے اس لیے جان بچانے کے لیے یہ مردار بھی حلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے جب یہ سُنا تو غایت دردمندی سے یہ فیصلہ کیا کہ نفلی حج کے مقابلہ میں اس مفلوک الحال خاندان کی خدمت میں اہم ہے۔ چنانچہ آپ نے سفر حج ملتوی کرنے کا اعلان کردیا۔ اور جملہ سامان اکل وشرب ودام ودرہم سب اس فاقہ کش خاندان کے سپرد کر کے خود گھر واپس لوٹ آئے۔[1]

---

[1] البدایہ۔ حافظ ابن کثیر

Marfat.com

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ ایک دل بہتر است

وقف محمد بن مصری

آپ نے بچوں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس کے مصارف کے لیے اپنی قیمتی جائداد وقف کردی۔ واقف نے وقف نامہ میں دیگر شرائط کے علاوہ ایک یہ بھی شرط رکھی تھی کہ جب معصوم بچے اپنی تختیوں کو پانی سے دھویا کریں۔ تو وہ پانی میری قبر پر ڈال دیا کریں[1]

خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنی مشہور مسدس میں کچھ عظیم الشان مدارس کا ذکر کیا ہے۔ جن کے لیے بڑی قیمتی جائدادیں وقف کی گئی تھیں۔

نظاریہ۔ نوریہ مستنصریہ
نفیسیہ۔ ستیہ اور ماجیہ
رواحیہ۔ عزیزیہ اور قاہریہ
عزیزیہ۔ زینبیہ اور ناصریہ

یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی و کردی و قبچاقیوں کے[2]

صرف نظامیہ کے نام سے پانچ مدرسے۔ ہرات۔ نیشاپور۔ اصفہان، بصرہ اور بغداد میں خواجہ نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان سلجوقی کے بنوائے ہوئے مشہور تھے۔ اور نورالدین اور ارسلان شاہ کا موصل میں اور مستنصریہ خلیفہ مستنصر باللہ کا

---

[1] مدر کا سنہ ج ۴ ص ۲۰۲

[2] (قبچاق) بحر اسود کے شمالی حصہ کو دشت قبچاق کہتے ہیں۔ یہاں تاتاری آباد تھے۔ اب یہ حصہ روس کے قبضہ میں ہے۔

Marfat.com

بغداد میں۔ مدرسہ ست الشام خاتون بنت ایوب خواہر صلاح الدین کا بنوایا ہوا۔ دمشق میں صاحبیہ وزیر صفی الدین کا قاہرہ میں۔ روحیہ رواحہ کے پوتے ذکی ابوالقاسم کا دمشق میں۔ ناصریہ ملک الناصر صلاح الدین کا قدس میں جاری تھا۔

ان کے علاوہ نفلیسہ، عزیزیہ، زینبیہ، قاہریہ بیت المقدس موصل بغداد۔ دمشق اور اسکندریہ میں کھلے ہوئے تھے۔ جن کے لیے گرانقدر اوقاف تھے[1]

اوقاف عبدالکریم مصری

کتب تاریخ میں عبدالکریم مصری کا نام محفوظ ہے۔ ان کے جود و سخا کے سبب ان کی مقبولیت و محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ جب یہ ایک مرتبہ بیمار ہوکر شفایاب ہوئے تو شہر والوں نے ان کی خوشی میں شہر کو سجایا اور چراغاں کیا اور جس وقت یہ بازار سے گزرے تو تاجروں نے سونا چاندی لٹایا۔ ان کے خیرات کا یہ عالم تھا کہ ریگستانی علاقوں میں کنویں تیار کرائے تھے۔ رفاہ کے لیے راستے اور سڑکیں بنوائیں، قرضداروں کے قرض ادا کیے اور ایک عظیم الشان شفاخانہ قائم کیا۔ اس کے مصارف کے لیے متعدد جائدادیں وقف کیں۔

آپ ایک شخص کو کم از کم دس ہزار کی رقم کا صدقہ و خیرات دیا کرتے تھے اور ان کے صدقات کو وصول کرنے کے لیے ایسا ازدحام ہوا کرتا تھا کہ ایک مرتبہ تقسیم صدقہ و زکوٰۃ کی وصولیابی کے لیے اکٹھا ہونے والے مجمع میں تین افراد دب کر مر گئے تھے[2]

---

[1] کتاب المشاہیر

[2] درر کامنہ ج ۲ ص ۲۲

Marfat.com

اوقاف آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس

یہ ہندوستانی مسلمانوں کا تعلیمی و تہذیبی ادارہ ہے۔ اسکو سر سید احمد خاں مرحوم نے ۱۸۸۶ء میں قائم کیا تھا۔ سر سید احمد خاں نے اس کی بنا اس جذبہ کے تحت ڈالی تھی کہ اس کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں میں ہر قسم کی تعلیمی ترقی کا رجحان پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔

اس کے صدر دفتر کی عمارت کے لیے سلطان جہاں والی بھوپال نے پچاس ہزار روپیہ کا عطیہ دیا۔ اور ۲۷ فروری ۱۹۱۴ء کو خود ہی اس کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی سال متعدد والیان ریاست نے مستقل امداد کی رقمیں منظور کیں۔

راجہ محمود آباد۔ ۶ سو روپیہ سالانہ

نواب صاحب بھوپال۔ دو ہزار دو سو روپیہ سالانہ

ولی عہد بہادر بھوپال۔ پانچ سو روپیہ سالانہ

نواب صاحب بہاول پور۔ بارہ سو روپیہ سالانہ

نواب مزمل اللہ خاں بھیکم پور۔ ۶ سو روپیہ سالانہ

نظام حیدرآباد۔ ۶ ہزار روپیہ سالانہ (یہ ۱۹۱۷ء سے منظور ہوئی)

نوٹ۔

نظام نے کانفرنس کے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے بنک میں پرامیسری نوٹ جمع کرائے اس کے علاوہ حسب ذیل عمارات بذریعہ امداد مالی تعمیر کرائی گئیں۔

۱۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے بارہ ہزار روپیہ صرف کر کے ۱۹۲۵ء

Marfat.com

میں اسماعلیہ بلاک بنوایا۔

۲۔ حافظ عبدالکریم میرٹھ نے ارشادالدین ہاؤس تعمیر کرایا۔
سول سرجن آگرہ نے بیس ہزار روپیہ عطیہ دیا۔ جس سے اسماعلیہ محمدیہ بلڈنگ تعمیر ہوئی۔ اس کانفرنس نے بہت سے چھوٹے چھوٹے ذیلی ادارے قائم کیے۔ چنانچہ انجمن ترقی اردو بھی اس کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔ جو کہ آگے آگے چل کر بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب مرحوم کی قیادت میں کانفرنس سے علیحدہ ہو کر ایک خودمختار ادارہ کی شکل میں قائم ہو گیا۔

نوٹ۔

اس تذکرہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کس طرح ہمارے اسلاف اچھے کاموں اور نیک منصوبوں کی تعمیر کے لیے اپنی جائدایں وقف کرتے تھے۔ تاکہ اس کے بعد بھی کار خیر کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور واقفین کو صدقہ جاریہ کی حیثیت سے ہمیشہ ثواب ملتا رہے۔[1]

---

[1] پندرہ روزہ ترجمان دہلی۔ (مسلم پرسنل لا نمبر ماہ جون سنہ ۱۹۷۲ء)

Marfat.com

وقف حاجی صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی

حاجی صابو صدّیق مسافر خانہ بمبئی میں ایک تاریخی عمارت ہے۔ جس میں حجّاج کرام ہی قیام کرتے ہیں اور اسی خاص مقصد کے لیے اس وقف کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس کا انتظام ایک ٹرسٹ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یوں تو حجاج کرام کے لیے بمبئی میں متعدد مسافر خانے ہیں لیکن صابو صدّیق مسافر خانہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی کے ایک دریا دل اور مخیّر کاٹھی میمن تاجر حاجی محمد صدیق صاحب کے گرانقدر عطیہ کا نتیجہ ہے۔ مسافر خانہ کا سنگ بنیاد ۱۹۰۹ء میں رکھا گیا اور ۱۹۱۲ء میں بنکر تیار ہوا۔ ۴ ہزار مربع فیٹ پر مسافر خانہ کی شاندار عمارت کھڑی ہے۔ اس کے لیے زمین حکومت بمبئی نے مفت دی تھی۔ اور مبلغ ۵ لاکھ روپیہ کا عطیہ حاجی محمد صدّیق صاحب نے دیا تھا۔ بدقسمتی سے حاجی محمد صدّیق صاحب کا ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوگیا جبکہ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۳ سال ہی کی تھی۔ لیکن وہ اپنے پیچھے ایک وصیّت چھوڑ گئے، جس میں مسافر خانہ کی تعمیر کے لیے ۵ لاکھ روپیہ وقف کیا گیا تھا۔

مسافر خانہ میں چوتھی منزل کا اضافہ ۱۹۵۸ء میں کیا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں جب سعودی عرب کے مرحوم بادشاہ، شاہ سعود بن عبدالعزیز ہندوستان کے دورے پر آئے تو مسافر خانہ بھی دیکھنے گئے۔ اور ۲۰ ہزار روپیہ کا عطیہ دیا۔ اسی طرح ۱۹۵۷ء میں جب والیٔ قطر شیخ علی بن عبداللہ مسافر خانہ دیکھنے آئے تو انھوں نے بھی بیس ہزار روپیہ عطیہ دیا۔ اس کے علاوہ مغل لائن جہازراں کمپنی کی طرف سے ۴۰ ہزار روپیہ کا عطیہ دیا گیا۔ ان عطیات سے مسافر خانہ

Marfat.com

کی چوتھی منزل تعمیر ہوئی۔ مسافر خانہ میں ۱۰۸ کمرے ہیں جن میں ۵۰۰ حاجی بیک وقت قیام کر سکتے ہیں۔ ہر کمرہ میں پنکھا اور لائٹ موجود ہے۔ حجاج سے مسافر خانہ میں قیام کی کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے روانگی اور واپسی پر حجاج کرام مفت قیام کرتے تھے۔

حج کے زمانہ میں مغل لائن اور حج کمیٹی بمبئی کے دفاتر کے علاوہ محکمہ صحت کا دفتر بھی یہیں کھلتا ہے۔ حجاج کے پاسپورٹوں پر ویزا دینے کے لیے سعودی عرب کے سفارت خانہ کا آفس بھی اس زمانہ میں یہیں قیام کرنے لگتا ہے۔ مسافر خانہ میں ایک اسپتال اور ایک مسجد بھی موجود ہے[1]

ہندوستانی حاجیوں کے لیے خوشخبری

۱۱ اپریل ۱۹۸۳ء کو شائع شدہ ایک اخباری اطلاع کے مطابق مرکزی حج کمیٹی کے سکریٹری ایس۔ اے کابلی نے بتایا ہے۔ کہ مرکزی حج کمیٹی بمبئی عازمین حج کو قیام کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے سرگرم کوشش رہی ہے۔

مرکزی حج کمیٹی بمبئی نے ۱۶ منزلہ عمارت "بیت الحجاج" کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ جس میں تقریباً ڈھائی ہزار افراد قیام کر سکیں گے۔ تین کروڑ کی لاگت سے تعمیر ہونے والی اس عمارت میں مرکزی حج کمیٹی کے دفتر۔ کمیونیٹی ہال، کانفرنس روم، اسلامی لائبریری۔ اسلامی تحقیقاتی مرکز اور ویزا آفس کے دفاتر ہوں گے۔

سکریٹری مرکزی حج کمیٹی نے اس امر کا بھی انکشاف کیا کہ جموں کشمیر کی ریاستی حکومت سمیت کئی ریاستی حکومتوں نے "بیت الحجاج" کی تعمیر کے لیے مالی امداد دی ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے اس کے لیے ساڑھے تین ہزار مربع میٹر کی اراضی برائے

---

[1] اللہ کے گھر میں۔ احمد سعید ملیح آبادی۔ مطبوعہ اجالا پریس کلکتہ

Marfat.com

نام قیمت پر دی ہے۔

حاجیوں کی مزید سہولتوں کے لیے حج ایکٹ میں ترمیم کا بل پارلیمنٹ کے سرمائی اجلاس میں پیش ہونے والا ہے۔ عازمین حج کے لیے زرمبادلہ ۳ ہزار سے بڑھا کر ۴ ہزار ریال کردیا گیا ہے۔ بیت الحجاج کی اس ۱۶ منزلہ عمارت کی تعمیر اسی سال مکمل ہوجانے کی امید کی جاتی ہے[1]

۹ حجاج کرام کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مکانات وقف کیے جاتے تھے تاکہ حجاج کرام بلا کرایہ آسانی کے ساتھ اُن میں قیام کرسکیں۔ چنانچہ اس وقت بھی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں ایسی بہت سی قیام گاہیں موجود ہیں جو رباط کہلاتی ہیں۔ اور دوران حج حجاج کرام ان میں مفت قیام کر کے ارکان حج ادا کرتے ہیں[2]

۱۰ سرحدی مقامات پر اہل خیر حضرات فوجی ضرورتوں کے لیے جائدادیں و سامان وقف کیا کرتے تھے تاکہ اتفاقی حادثات اور غیر ملکی حملوں کا مقابلہ کیا جاسکے ان اوقاف سے مجاہدین کو سامان حرب گھوڑوں۔ تلواروں اور تیر کمانوں کے علاوہ خوراک وغیرہ بھی ملا کرتی تھی۔

---

[1] روزنامہ قومی آواز لکھنؤ (اردو) اشاعت مورخہ ۱۴ اپریل ۸۳ء

[2] مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں اس وقت قریب قریب ہر ملک کی رباطیں موجود ہیں۔ اسکے علاوہ ہندوستان کے صاحب خیر حضرات کی وقف کردہ بہت سے رباطیں متذکرہ بالا دونوں مقامات مقدسہ میں موجود ہیں اور حاجی حضرات ان سے بلا ادائے کرایہ مستفیض ہوتے ہیں (مکمل تفصیل ہم آئندہ دوسری جلد میں دینگے)

بمبئی کا صابو صدیق مسافر خانہ ایسی ہی کوشش کا زندہ ثبوت ہے جس میں ہندوستان سے جانے والے حجاج کرام مختصراً قیام کر کے عازم سفر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۱۱۔ تاریخ اوقات میں ایک ایسے وقف کا ذکر بھی ملتا ہے جہاں اسٹاک میں ہر قسم کے چینی کے برتن موجود رہتے تھے۔ جن غلاموں اور ملازموں سے راستے میں غلطی سے چینی کے برتن ٹوٹ جاتے تو وہ اپنے آقا کی ناراضگی و عتاب سے بچنے کے لیے یہاں آتے اور یہاں سے اسی قسم کے برتن لے جاتے۔ اور یہ تمام کارروائی اس طرح ہوتی۔ کہ آقا کو خبر تک نہیں ہو پاتی تھی۔

۱۲۔ تاریخ کے مطالعہ سے ایک ایسے وقف کا انکشاف بھی ہوتا ہے جس کی آمدنی سے اسپتال میں ایسے اشخاص ملازم رکھے جاتے تھے جو مریضوں کے وارڈ میں وقتاً فوقتاً جایا کریں۔ اور مریضوں کے پاس سے گذرتے ہوئے آپس میں ایسی سرگوشیاں کیا کریں جو سننے والے مریض کے لیے باعث تسکین و سکون ہوں۔ مثلاً اب تو اس کی صحت کل سے بہتر ہے۔ مرض زائل ہو رہا ہے۔ اب مریض میں پہلے سے بہت افاقہ ہے۔ شاید دو ایک یوم میں اس کو وارڈ چھوڑنے کی اجازت مل جائے گی۔ یہ گفتگو اس انداز سے ہوتی تھی کہ مریض اس کو سن سکے اور اس کی صحت پر نفسیاتی طور پر اچھا اور صحت افزا اثر پڑے۔

یہ تھے ہمارے اسلاف واکابر کے ایثار و قربانی کے وہ کارنامے جن کے ذریعہ ستم زدہ اور مظلوم انسان کے زخموں پر مرہم رکھا جاتا تھا۔ کتنے پاکیزہ تھے یہ جذبات اور کتنے اعلیٰ تھے یہ کردار۔

آج کس قدر ضرورت ہے ان پاک جذبات کی ہماری خود غرض سوسائٹی کو آج ہمارا راستہ کیا ہے اور ہم کس منزل پر ہیں۔ کہاں ہیں وہ مبارک ہاتھ جو کسی یتیم کے آنسو پونچھیں۔

"جن کا عمل ہے بے غرض انکی جزا کچھ اور ہے"

Marfat.com

نظامِ اوقاف

اپنی تاریخ

کے

آئینہ میں

دُنیا نے لاکھوں مفکر۔ مُدبّر۔ فلسفی۔ سیاست داں مصلح اور دانش ور پیدا کیے۔ لیکن وہ کوئی ایسی شخصیت پیش نہ کر سکی جس کے اقوال و افعال نوعِ انسانی کے لیے قانون و معاشرت کی بُنیاد بن سکیں۔ یہ شرف صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا کہ جب آپ نے وقف کے طریقہ کار کا اعلان فرمایا تو وہ ایک ضابطہ ایک اصول ایک قانون اور ایک نظام بن گیا۔ اور اسی ضابطہ و اصول کے تحت دُنیا میں آج تک وقف کا باقاعدہ نظام چلا آرہا ہے

Marfat.com

اگرچہ ذات اقدس جملہ مذہبی و انتظامی امور کی مرجع تھی لیکن ایک عظیم الشان اور وسیع ملک کے تقاضوں کے پیش نظر آپ نے شعبہ جات قائم کر کے انھیں اکابر صحابہ کرام کے سپرد فرما دیا تھا۔ آپ نے ہر قبیلے پر صدقات و زکوٰۃ کی وصولیابی کے لیے محصل مقرر فرما دیے تھے۔ محصلین صدقات و زکوٰۃ کے مسائل سے بخوبی واقف ہوتے تھے۔ ان کو ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس میں یہ بتا دیا جاتا تھا کس قسم کے مال میں کتنی زکوٰۃ لی جائے گی۔ ان عمال کو بقدر ضرورت معاوضہ بھی دیا جاتا تھا۔

ملّت کے اخلاق و عادات و دیگر معاملات کی نگرانی کا کوئی باقاعدہ محکمہ عہد نبوی میں نہیں تھا۔ آپ خود جملہ امور کی باقاعدہ نگرانی کرتے تھے چنانچہ عمال جب زکوٰۃ و صدقات وغیرہ وصول کر کے لاتے تو آپ باقاعدہ جائزہ لیتے کہ انھوں نے کوئی ناجائز طریقہ تو استعمال نہیں کیا۔ کبھی کبھی تحقیقات کے لیے آپ خود بازار بھی تشریف لے جاتے۔

جب اوقاف کی ابتدا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ہوئی جو آپ کی اتباع میں سینکڑوں اوقاف دیکھتے دیکھتے وجود میں آ گئے۔ لیکن ان کا نظام کوئی مسئلہ بن کر سامنے نہیں آیا۔ اور نہ ہی اس کے سلسلہ میں باقاعدہ کوئی ضرورت محسوس ہوئی۔ مسلمانوں کی قوت ایمانی اور خشیت الہٰی ان کو اپنے صدقات و زکوٰۃ وغیرہ خود لا کر پیش کر دینے پر آمادہ کرتی تھی۔ اوقاف کی آمدنی کی وصولیابی خود واقفین یا اسکے متولیان کیا کرتے تھے۔ اور پھر بموجب وقف نامہ ان کے مصارف بھی کیا کرتے تھے۔ خورد برد۔ بدنیتی۔ یا بدانتظامی کا اوقاف میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ جو لوگ وقف کرتے تھے اور جن کے قبضہ میں ان کا انتظام تھا۔ وہ لوگ اعلیٰ

Marfat.com

کردار و صفات کے مالک تھے۔ جہاں شیطان غالب نہیں بلکہ مغلوب تھا۔ ہاں اگر کبھی کوئی پیچیدگی تقسیم منافع یا معاملات کے فہم اور مسائل کے ادراک میں پیدا ہوتی تو ذات اقدس سے رجوع کر لیا جاتا۔

اس وقت تک بیت المال باقاعدہ طور پر قائم نہیں ہوا تھا۔ اور نہ اس کی ضرورت ہی محسوس ہوئی تھی۔ جو صدقات و زکوٰۃ کی وصولیابی ہوتی تھی وہ مستحقین میں روزانہ تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اوقاف کی آمدنی کے لیے نہ کوئی مرکزی شعبہ قائم ہوا تھا۔ اور نہ ہی ان کے احتساب و نگرانی کے لیے کسی کا تقرر کیا گیا تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی تھی۔ ہر متولی اپنے اپنے وقف کا خود ہی ذمہ دار تھا اور اپنے فرائض کی انجام دہی ایک دینی فریضہ سمجھ کر کرتا تھا۔ نہ کبھی کسی کو کوئی شکایت تھی نہ کسی کی حق تلفی کی بازگشت سنائی دیتی تھی۔ یہ تھا عہد نبوی کا سنہرا دور جس کی یادیں آج بھی قلب و جگر کو تقویت و طمانیت بخشتی ہیں۔

چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کسی کام میں عہد نبوی سے سر مو تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اسی لیے ان کے زمانہ میں جملہ امور متعلق اوقاف عہد رسالت کے نظام پر قائم رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں رائج شدہ نظام کے بدلنے کی بھی زیادہ ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی۔ چنانچہ اوقاف کے سلسلہ میں وہی طریقہ جاری و ساری رہا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔

گو کہ عہد صدیقی میں زکوٰۃ، عشر، جزیہ، مال غنیمت اور صدقات وغیرہ کی آمدنی میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضؓ نے باقاعدہ کوئی خزانہ قائم نہیں کیا۔

ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے آخری عہد خلافت میں ایک مکان اس مقصد کے لیے ضرور مخصوص کر لیا تھا۔ لیکن وہ زیادہ تر

Marfat.com

بند پڑا رہتا تھا۔ کیونکہ جو کچھ آتا تھا۔ وہ اسی وقت تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اور اس کی نوبت کم ہی آتی تھی۔ کہ خزانے میں کچھ داخل کیا جائے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ روپیہ تقسیم کر دینے کے بعد خزانے کے مکان میں جھاڑو پھروا دیتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کی وفات کے بعد جب خزانہ کے مکان کا جائزہ لیا گیا تو اس میں صرف ایک درہم نکلا۔

عہد فاروقی میں حالات نے کروٹ لی۔ اسلامی سلطنت کی سرحدیں دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں کے طفیل میں قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں زیر نگیں آچکی تھیں اور مدینہ کو دنیا کے نقشہ پر ایک مرکزی مقام حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک عظیم سلطنت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مال غنیمت، خراج، زکوٰۃ، عشر، صدقات کی وصولیابی میں بہت اضافہ ہو گیا چنانچہ مال و متاع۔ دھن دولت ایک سوالیہ نشان بن کر اسلامی سلطنت کے سربراہِ اعلیٰ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

فاروق اعظم نے وقت کے ان اہم سوالوں کو اس طرح حل کیا کہ دنیا آج تک انگشت بدنداں ہے۔ اوقاف کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا تھا اور اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی تھی کہ ان کی طرف توجہ کی جائے چنانچہ اوقاف کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے مسائل اور ان کی آمدنی (اگر کوئی ہو) بیت المال کے تحت کر دی گئی۔ جس کی نگرانِ اعلیٰ خود امیر المومنین حضرت عمر رضؓ تھے۔

بیت المال کی ابتداء

اس کی ابتدا سنہ ۱۵ھ میں ہوئی۔ واقعہ اس طرح مرقوم کیا گیا ہے کہ حضرت

Marfat.com

عمرؓ نے ۱۵ھ میں جب حضرت ابوہریرہؓ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا۔ تو وہ سال تمام میں ۵ لاکھ کی رقم اپنے ساتھ لائے۔ آئندہ آنے والے موقعوں پر کام آنے کے لیے جمع کرنے کا سوال پیدا ہوا تو حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ کا اجلاس عام کر کے ولید بن ہشام کے مشورے کے مطابق بیت المال قائم کیا۔[۱]

بیتُ المال کے عہدیدار

سب سے پہلے مدینہ منورہ (دارالخلافہ) میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا گیا۔ چونکہ اس کی نگرانی اور حساب وکتاب نہایت قابل اور دیانت دار آدمیوں کی ضرورت تھی اسلئے اپنے عبداللہ بن ارقم (جو کہ ایک معزز صحابی تھے اور لکھنے پڑھنے میں بھی ہوشیار تھے) کو خزانہ کا افسر مقرر کیا اور ان کے ساتھ دیگر ماتحت عہدیدار بھی مقرر کیے گئے جن میں عبدالرحمان بن عبید القاری بھی تھے۔ دارالخلافہ کے علاوہ دیگر صدر مقامات پر بھی بیت المال قائم کیے گئے جن میں اصفہان میں خالد بن حارث اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعود افسر خزانہ مقرر کیے گئے۔

بیتُ المال کی عمارتیں

حضرت عمرؓ اگرچہ تعمیر کے باب میں بہت کفایت شعاری سے کام لیتے تھے لیکن بیت المال کی عمارتیں بہت مستحکم اور شاندار بنوائیں۔ کوفہ میں بیت المال کے لئے ابتداً ایک محل تعمیر کیا گیا۔ لیکن اس میں جب ایک مرتبہ چوری ہو گئی تو آپ نے

---

[۱] فتوح البلدان ص۔ ۴۰۲۔

Marfat.com

سعد بن وقاص کو تحریر کیا۔ کہ مسجد کی عمارت بیت المال سے ملا دی جائے۔ زمانہ مابعد میں زیادہ احتیاط کے لیے بیت المال پر سپاہیوں کا پہرہ بھی رہنے لگا تھا۔ صوبہ جات واضلاع میں جو خزانے قائم تھے۔ ان کا انتظام یہ تھا کہ جس قدر رقم وہاں کے مصارف کے لیے ضروری ہوتی تھی وہ ان کے خزانوں میں رکھ لی جاتی تھی اور بقیہ تحویل صدر خزانہ یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی۔ چنانچہ اس کے متعلق عمال کے نام حضرت عمرؓ کے تاکیدی احکامات آتے رہتے تھے۔

نوٹ:

یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ ہر جگہ خزانوں میں کس قدر رقم محفوظ رہتی تھی۔ مورخ یعقوبی کی تاریخ کتب سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ دارالخلافہ (مدینہ منورہ) کے خزانے سے جو تنخواہیں یا وظائف تقسیم کیے جاتے تھے۔ صرف ان کی تعداد ۳۰ کروڑ سالانہ تھی۔[1]

بیتُ المال کا اسلامی تصوّر

بیت المال کا حقیقی اسلامی تصوّر یہ تھا کہ بیت المال خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس خدا اور خلق کی امانت ہے۔ جس میں کسی کو بھی من مانے ڈھنگ سے تصرف کرنے کا قطعی حق نہیں تھا۔ خلیفہ نہ اسکے اندر قانون کے خلاف کوئی چیز داخل کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی قانون کے خلاف اس میں سے کچھ خرچ کر سکتا ہے بلکہ وہ ایک ایک پائی کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ وہ اپنی ذات کے لیے اس میں سے صرف اتنی تنخواہ لینے کا مستحق ہے جس سے ایک اوسط درجہ کی زندگی گذاری جا سکے۔

---

[1] الفاروق۔ شبلی نعمانی۔ معارف پریس اعظم گڑھ ص ۲۷۶ ھ۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ حکومت کے خزانے کی حیثیت خلیفہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے ولی کے لیے یتیم کے مال کی ہوتی ہے۔ کہ اگر ولی غنی ہو تو مال یتیم میں سے قرآن کی ہدایت کے مطابق کچھ نہیں لینا چاہیے۔ اور فی سبیل اللہ اس کی جائداد کا انتظام کرنا چاہیے۔ لیکن ولی اگر حاجتمند ہو تو معروف طریقہ سے اتنا حق الخدمت لینا چاہیے جسے ہر شخص جائز تسلیم کرے۔

نوٹ:

خلفائے راشدین بیت المال کو خدا اور خلق کی امانت سمجھتے تھے
اپنے ذاتی اغراض کے لیے بیت المال کے مال کا تصرف حرام سمجھتے تھے۔

دوسرا مرحلہ

جب خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی۔ تو بیت المال بادشاہ اور اس کے خاندان کی ملکیت متصوّر ہونے لگا۔ کسی کو حکومت سے حساب پوچھنے کا حق نہ رہ گیا۔ شاہانہ زندگی گذرنے کے لیے بیت المال میں بے جا تصرّف کیا جانے لگا اور اس کی آمد و خرچ کے معاملہ میں بادشاہوں کے ذاتی احکامات جاری و ساری ہوگئے۔

اس کے علاوہ ملکی مسائل کی کثرت کی وجہ سے انتظامی امور کی طرف زائد توجہ دی جانے لگی۔ اور خود بادشاہ کو نہ اتنی رغبت رہ گئی اور نہ فرصت کہ وہ دینی اور مذہبی امور میں اپنا زائد وقت اور زائد توجہ صرف کرے۔ چنانچہ انتظام و امن عامہ کے پیش نظر مختلف شعبے قائم کرکے ان کے علیحدہ علیحدہ نگراں مقرر کیے گیے۔

تبلیغ و اشاعت دین اور امور مذہبی کے معاملات کو مکمل نظم و نسق سے علیحدہ شعبہ قائم کردیا گیا۔ اور جملہ معاملات اس کے سپرد کردیئے گئے۔ چونکہ

Marfat.com

اوقاف کا تعلق خالص مذہبی و خیراتی ہے۔ اس لیے اوقاف کو شعبۂ امور مذہبی کے تحت کر دیا گیا۔ اور ملک کے جملہ اوقاف کی نگرانی دیکھ بھال اسی شعبہ کی ذمہ داری ٹھہری۔

تاریخ کے مطالعہ سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ ابتداً اوقاف کا نگراں اعلیٰ ملک کا قاضی القضاۃ (chief justice) ہوا کرتا تھا۔ اور پھر اس کے تحت صوبائی یا شہری تقسیم کے اعتبار سے قاضی ہوا کرتے تھے۔ جو کہ عدلیہ کی ذمہ جائداد موقوفہ میں پیدا ہونے والے مسائل کو بھی حل کرتے تھے اور ان سے متعلق مقدمات میں اپنے فیصلے بھی دیتے تھے۔

تاریخ کے اوراق میں ایسے متعدد واقعات درج ملتے تھے۔ جبکہ شاہی عہدیداروں نے اوقاف کی موقع پر تحقیقاتیں کی ہیں۔ اور ان پر تادیبی کارروائیاں کی ہیں۔

مزید ایسے واقعات بھی مطالعہ میں آئے ہیں کہ خود بادشاہ (خلیفہ وقت) نے اوقاف کے معاملات کی تحقیقات کی طرف توجہ دی ہے اور پھر تادیبی اقدامات بھی اٹھائے ہیں۔

یہ واقعہ اس وقت بھی تاریخ کے اوراق کی زینت ہے کہ ایک مرتبہ مامون رشید عباسی (جو کہ اس وقت ایک طالب علم تھا) کے استاد کو وقف سے ادا ہونے والا وظیفہ جب وقت پر نہیں ملا تو انھوں نے مامون کے ذریعہ خلیفہ ہارون رشید تک شکایت پہنچائی۔ ہارون رشید نے تاخیر کے اسباب معلوم کیے اور پھر اپنے ہونہار لڑکے مامون رشید کے استاد کے وظیفہ کو جاری کیے جانے کے فوری احکامات صادر کیے۔

نظام اوقات کم و بیش تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ اسی طرح

Marfat.com

بادشاہوں اور ملکی فرماں رواؤں کے دور میں چلتا رہا۔

ہندوستان میں اوقاف کا نظام

مسلم عہدِ حکومت میں

سلاطین دہلی نے اوقاف کا جو نظام بنایا تھا۔ وہ مغلوں کے دورِ حکومت تک جاری رہا۔ جس کا انتظامی ڈھانچہ اس طرح تھا۔

مرکزی نظام	بادشاہ صدر الصدور
صوبائی نظام	صدر صوبہ صدر سرکار
مقامی نظام	قاضی پرگنہ موضع کا مُلّا متولی

مرکزی نظام

مسلم بادشاہوں نے عام طور پر اوقاف قائم کرنے اور ان کو اچھی طرح چلانے میں شخصی دلچسپی لی۔ انشائے مہرو میں درج ہے کہ سلطان محمد بن تغلق اوقاف

Marfat.com

کے بارے میں اکثر رپورٹ میں لیا کرتا تھا۔ شیر شاہ نے اپنے ایک فرمان میں حکم دیا تھا کہ ہر موضع میں ایک مسجد بنائی جائے اور اس کے انتظام کے لیے ایک زرعی اراضی وقف کی جائے۔

اس طرح کے احکام ہندو رعایا کو بھی دیے گئے تھے کہ وہ مندروں کے لیے اراضیات وقف کریں۔ آئین اکبری کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکبر نے کئی قاضیوں کو جنھوں نے اوقاف والوں سے رشوتیں لی تھیں برطرف کر دیا تھا۔ سلاطین دہلی اور مغل بادشاہوں نے اوقاف کی نگرانی کے لیے کوئی علیحدہ محکمہ قائم نہیں کیا تھا۔ بادشاہ کے بعد صدر الصدور جو سلطنت کا سب سے بڑا عہدیدار ہوتا تھا۔ اوقاف کا انتظام دیکھا کرتا تھا۔ اس خدمت کے لیے تقدس دیانت۔ علم شریعت کا جاننا اور اچھے خاندان کا ہونا ضروری تھا۔ آئین اکبری میں ابو الفضل اس طرح رقم طراز ہے[۱]۔

"اس عہدہ پر ایک تجربہ کار آدمی کو مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ اسکو مختلف لوگوں کی درخواستوں پر غیر جانبداری سے غور کرنا پڑتا ہے۔ اور فریق کے ساتھ اچھے طور پر اور مہربانی سے پیش آنا پڑتا ہے۔ اور ایسا عہدہ داری صدر کہلاتا ہے"

صدر الصدور اور بادشاہ کے درمیان رابطہ کی حیثیت سے مستحق صورتوں میں وظائف وعطایا (بشمول اوقاف) دیا کرتا تھا۔ (BLCH MAN) لکھا ہے کہ صدران تمام اراضیات کا نگراں ہوتا تھا۔ جو مذہبی اور مقدس مقاصد کے لیے دی جاتی تھیں۔ اور وہ ایسی اراضیات آزادانہ طور پر عطا

---

[۱] ہندوستان میں اوقاف کا نظام۔ بشیر الدین احمد (عثمانیہ)

Marfat.com

کرنے کے اختیارات بھی رکھتا تھا۔ اپنے اختیارات کے استعمال میں بعض اوقات صدر سے جانبداری کا اظہار بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ اکبر نے صدر کے اختیارات گھٹا کر ۱۵ بگیھ اراضی دینے تک محدود کر دیے تھے اس سے زائد کے لیے بادشاہ کی منظوری ضروری تھی۔ عہدیدار تقرر کنندہ کی حیثیت سے صدر الصدور صوبہ اور ضلع کے صدر کے کاموں کی تنقیح کیا کرتا تھا۔ جس کے ذمہ منجملہ کاموں کے اوقاف کے کاموں کی دیکھ بھال بھی تھی۔ موزوں اشخاص کو منتخب کر کے بحیثیت صدر مقرر کرنا اور ان کے کام پر اچھی نگرانی رکھنا صدر الصدور کے فرائض میں داخل تھا۔ اور اسی لیے اوقاف کے نظام میں اس کا اہم مقام تھا۔

صوبائی نظام

سلطنت دہلی کے زمانہ میں صوبائی نظام ابتدائی حالت میں تھا۔ یہ نظام شیر شاہ اور اکبر کے دور تک مرکوز نہیں ہوا تھا۔ تاہم ہر شہر میں ایک قاضی ضرور مقرر کیا جاتا تھا۔ لیکن اکبر کے عہد میں جبکہ صوبائی نظام مرکوز ہو چکا تھا۔ تمام صوبوں کو ۱۲ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اور ہر صوبہ میں ۸ عہدیدار ہوتے تھے۔ جس میں سے ایک صدر صوبہ ہوتا تھا۔ حالانکہ صوبائی صدر کے فرائض کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں۔ لیکن یہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کے فرائض بھی صدر الصدور کی طرح ہوتے تھے۔ جب کا وہ صوبہ میں نمائندہ ہوتا تھا۔ اوقاف کی دیکھ بھال اور ضلعی حدود پر نگرانی اس کے دو مختلف فرائض تھے۔ لیکن وہ اوقافی جائیدادوں سے بقایا جات وصول کرنے کا مجاز نہ تھا۔ یہ کام بالکلیہ دیوان کے ذمہ تھا۔ اضلاع میں صدر الصدور کی سفارش پر یا اس کی جانب سے صدر سرکار کا تقرر کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

میراث احمدی میں جو مغلوں کے صوبائی نظام پر ایک اہم دستاویز ہے۔ صوبائی صدر کے حسب ذیل فرائض درج ہیں۔

۱۔ قاضی، محتسب، خطیب، امام، موذن، اور متولیوں کے اسناد کی تنقیح

۲۔ مستقر اور شہروں میں وظائف و گذارہ جات کی تعیم کی نگرانی۔

۳۔ خیراتی اوقاف کی برآمدات کی منظوری

مقامی نظام

قاضی بھی اوقاف کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ نہ صرف بڑے شہروں میں بلکہ پرگنہ میں بھی ایک قاضی ہوتا تھا۔ قاضی پرگنہ بھی وہ تمام اختیارات رکھتا تھا جو ضلع کے قاضی کے ہوتے تھے۔ وہ سول اور تعزیری مقدمات کی سماعت بھی کرتا تھا۔ ہدایہ باب ۹ اور فقہ فیروزشاہی میں قاضیوں کے حسب ذیل فرائض بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ شادیوں کا اندراج

۲۔ حسب ذیل مقدمات کی سماعت

(الف) بین الریاستی جائدادوں سے متعلق

(ب) نابالغوں سے متعلق

(ج) مفقود الخبر افراد سے متعلق

(د) دیوانوں سے متعلق

مسٹر ایم۔ بی۔ احمد نے اپنی کتاب Administration of

Marfat.com

(Justice in Medieval India) میں ۷۵ قاضیوں کی ایک طویل فہرست دی ہے جو قصبات میں مقرر کیے گئے تھے۔ جس میں اکبری دور کے قاضی سید باری (سنہ ۱۵۲۰ء) سے لے کر برطانوی عہد حکومت تک کے قاضی مولوی خیرات علی (سنہ ۱۸۸۲ء) کے نام بھی درج ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبری دور کے صوبائی نظام سے لیکر برطانوی دور تک پرگنہ کے قاضیوں کا تقرر باضابطہ طور پر ہوتا تھا۔ حقیقت میں قاضی ہی وہ عہدیدار ہوتا تھا۔ جو برسر موقع اوقاف کی نگرانی کیا کرتا تھا۔

شیر شاہ نے ایک فرمان جاری کیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقاف کا نظام کس طرح مُلّاؤں کے ذریعہ تکمیل پاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ:

"گاؤں والے ہر گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کریں۔ اور ایک قابل کاشت اراضی اس کے لیے وقف کریں۔ مُلّا موذن اس کی نگرانی کرے۔ ہر مُلّا اس کا باضابطہ حساب رکھے اور محاسبوں سے اس کی جانچ کرائے۔ ایک اور رجسٹر میں وہ شادی اور وراثت سے متعلق معاملات درج کرے۔"

موضع کے مُلّا کو اوقاف کے حسابات ایک علیحدہ رجسٹر میں درج کرنا پڑتے ہیں جس میں شادیوں اور وراثت سے متعلق اندراجات نہ ہوتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوقاف کے حسابات کو کس قدر احتیاط کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔

متولّی۔

متولی بھی وقف کی نگرانی کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے۔ جیسے کہ آج تک چلا

Marfat.com

آرہا ہے۔ مسلمان بادشاہوں اور ان کے عہدیداروں متولیوں کے کاموں میں (اگر وہ قانون شریعت کے مطابق ہوں) تو کبھی مداخلت نہیں کی۔

ابن بطوطہ نے جو سلطان قطب الدین کے مقبرہ سے ملحقہ وقف کا متولی تھا۔ مقبرہ سے متعلق مختلف کاموں کے لیے چار سو ساٹھ اشخاص کو مامور کیا تھا۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سلطان تغلق نے ان اشخاص کو مامور کرنے کی اسے ہدایت کی تھی۔

ابن بطوطہ کا یہ طرز بیان کہ "میرا انتظام"، "میں نے تقرر کیا" اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ انتظامی امور میں اسے کسی شخص سے ہدایت نہیں ملتی تھی۔ بلکہ وہ خود اپنے اختیارات استعمال کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بادشاہوں نے قانونی طور پر مقرر شدہ متولیوں کو تبدیل نہیں کیا۔ جب علاء الدین نے کئی ایک تباہ شدہ اوقاف کو بحال کیا تو ان کے متولیوں اور دیگر عہدیداروں کو بھی بحال کیا جو نکال دیے گئے تھے۔ لیکن خاطی اور رشوت خور ہستیوں کو بادشاہ برطرف کیا کرتے تھے۔

اکبر بادشاہ نے ۱۵۸۰ء میں شیخ ہاشم کو عہدہ تولیت سے ہٹا دیا تھا۔ اور اس کی تحقیقات ابوالفضل سے کرائی گئی تھی۔ اور ان کی جگہ شیخ محمد بخاری کو متولی مقرر کیا گیا تھا۔

بہرحال مسلم بادشاہوں نے ایک اچھا نظام اوقاف بنایا۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ صرف احمد آباد میں دس سرکار ۱۹۰ پرگنے اور ۳۰۱۷۰ دیہات تھے۔ ہر سرکار اور پرگنہ میں صدر اور قاضی ہوا کرتے تھے یہاں تک کہ بڑے قصبات میں بھی قاضی متعین ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک صدر الصدور کے سامنے جوابدہ تھا۔ اس طرح پورا نظام عدل اوقاف خصوص

Marfat.com

اوقاف کے نظام کو اس حد تک مرکوز کیا گیا تھا کہ پرگنوں کے قاضی براہ راست صدر الصدور کی جانب سے مقرر کیے جاتے تھے۔

اکبر نے صدر الصدور پر بہت سے پابندیاں بھی عائد کی تھیں اور بڑی حد تک اوقاف کے نقائص پر قابو پالیا گیا تھا۔

Marfat.com

وقف علی الاولاد

چونکہ "وقف" کے وجود کی اصل غرض وغایت بنی نوع انسان کی خدمت اور اپنے اہل وعیال کی کفالت ہے۔اسی لئے آمدنی جائداد موقوفہ سے نسلاً بعد نسلٍ اولاد واقف کا متمتع ہونا۔اور جب نسل واقف ختم ہو جائے۔ تو اسکا فائدہ غُرباء و مساکین پر صرف ہونا ایک ایسی خصوصیت ہے۔جو اسلامی اوقاف کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی۔

ارشاد نبوی ہے کہ ہر نیک کام ایک صدقہ ہے۔ یہاں تک کہ اپنے بھائی کو دیکھ کر خوش ہونا۔اور نیکی کی تلقین کرنا بھی صدقہ ہے اسی طرح اپنے اہل وعیال کی کفالت کرنا بھی صدقہ ہے۔

دراصل وقف کے محرکات اور اسکی ابتدا میں ہی اپنے اہل وعیال اور اعزاء واقرباء پر صرف کرنے کا تصور شامل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ (سورہ بقرہ رکوع ۲۱)

ترجمہ:۔ یہ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے منھ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا پر، قیامت پر، فرشتوں پر، کتاب پر، اور انبیاء پر ایمان لائے اور خدا کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں کو۔ یتیموں کو، مسکینوں کو۔ سائل کو اور غلاموں کو آزاد کرنے کیلئے اپنا مال دے۔

Marfat.com

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ٥

(سورۃ البقرہ۔۲۱۵)

ترجمہ :۔لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں۔ تو انھیں جواب دو جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین۔رشتہ داروں۔ یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہو گا۔

قرآن حکیم نے جہاں بھی انفاق فی سبیل اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔وہاں ذوی القرباء کو بھی اسکا ایک حصہ دار قرار دیا ہے۔

Marfat.com

(۱) وقف علی الاولاد احادیث نبوی کی روشنی میں

۱۔ قَالَ اَنَسؓ فلما نزلت "لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ" قام ابوطلحة فقال یارسول الله ان الله یقول لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی الی بیرحاء وَاِنَّهَا صدقة الله ارجو باجرها وذخرها عند الله .... حیث .... الله فقال .... ذالک مال .... واِنی اریٰ ان تجعلها فی الاقربین

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب آیت کریمہ "لن تنالوا البر۔۔۔ نازل ہوئی۔ کہ تم اس وقت تک کامل نیک نہ بن سکو گے۔ جب تک تم اپنا محبوب مال اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو" تو حضرت ابو طلحہؓ کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تو مجھکو سب سے زیادہ عزیز میری بیرحاء کی جائداد ہے۔ لہٰذا وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے میں اسکے ثواب کا اور خدا کے یہاں ذخیرہ ہونے کا امیدوار ہوں۔ آپ اسکو جس طرح چاہیں صرف کریں۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ تو بہت قیمتی اور کار آمد جائداد ہے۔ اور میری رائے ہے کہ تم اسکو اپنے عزیزوں پر وقف کردو۔

"بخاری باب الوقف"

۲۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دینارا انفقته فی سبیل الله دینار انفقته فی رقبة دینار تصدقت به علی

Marfat.com

مسکین و دینار انفقته علی اھلك

اعظمها اجر الذی انفقته علی اھلك .

ترجمہ :رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دینار تم نے خدا کی راہ میں صرف کیا۔ اور کسی گرفتار کے چھڑانے میں صرف کیا۔ اور جو مسکین پر صرف کیا۔ اور جو اپنے اہل وعیال پر صرف کیا۔ انھیں خدا کے یہاں جس پر زیادہ اجر ملیگا وہ دینار (مال) ہے جو تو نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق فی سبیل اللہ کے معاملات میں ذوی القرباء کو اوّلیت دی۔ چنانچہ صاحب فتح القدیر نے وقف علی الاولاد کی بتدا بھی حضور اکرم صلعم سے بتلائی ہے۔
حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ

اعظمها اجر الَّذِی اَنْفَقْتَهُ عَلٰی اَهْلِكَ .

ترجمہ :۔ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں اجر عظیم ہے دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جسکی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کی جائے۔
تیسری جگہ ارشاد ہوا۔ کہ مسکین کو دینار صرف صدقہ ہے۔ جبکہ اپنے اہل وعیال کو دینار صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (ترمذی)
حضورِ اکرم نے اُمّ سلمہ کو اپنے بیٹوں پر صرف کرنے کی اجازت بھی دی۔ اور ثواب کی تشریح بھی کردی۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

بخاری اور مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی بیوی زینب کہتی ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اے بیویوں خیرات دو۔ گو اپنے زیور ہی سہی یہ سنکر میں اپنے شوہر کے پاس گئی اور کہا کہ تم مفلس آدمی ہو اور رسول اللہ صلعم نے ہم لوگوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو تم جاکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر پوچھو کہ کیا تم کو دینار خیرات میں داخل ہے یا نہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ نہیں تم ہی جاؤ۔ زینب گئیں حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ انکو دو۔ ایسا کرنے سے دو ثواب ہونگے ایک رشتہ کا اور دوسرا خیرات کا۔

(صحیح مسلم)

نبی اکرم صلعم نے حضرت مسعود کی زوجہ کو اپنے شوہر پر خرچ کرنے کی اجازت بھی دی اور دوگنا ثواب کی صراحت فرمائی۔

حضرت ابو طلحہؓ نے حضور اکرمؐ کے مشورہ سے بیرحاء اپنے چچازاد بھائی اور دیگر اقارب پر وقف کیا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ وقف کو سب سے پہلے وقف عالی الاولاد ہی کی شکل میں ہی استعمال کیا گیا۔ اور صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا۔ جو صاحب قدرت ہو اور اسنے اپنی اولاد یا خاندان کے لئے اوقاف نہ کئے ہوں۔

اسی کسی جائداد مسکونہ یا مذروعہ کا اپنی اولاد یا دیگر اعزاء و ورثاء کیلئے وقف کر دینا جائز اور مستحسن ہے۔

مندبالا دلائل سے یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ کہ وقف علی الاولاد دراصل وقف علی الخیر ہی ہے۔ بلکہ وقف علی الاولاد اپنے اندر ثواب اور صلہ رحمی دونوں کا مفہوم و مقصد رکھنے کی وجہ سے افضلیت کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اسی لئے اسکی حفاظت اور بقا بھی بہت ضروری ہے۔

صحابہ کرام کا وقف علی الاولاد پر عملدرآمد:

احکام الٰہی اور اتباع رسول میں حضور اکرمؐ کے جاں نثار صحابہ نے اپنا تن من دھن نثار کر دیا۔ چونکہ وقف کے سلسلہ میں حضور اکرمؐ نے وقف علی الاولاد کو ترجیح دی تھی۔ او

Marfat.com

یہ گوشہ خالی نہیں چھوڑا تھا کہ لوگ اپنا مال تو راہِ خدا میں صرف کر دیں لیکن خود انکے اقرباء اعزاء اور حقیقی اولادیں غربت و افلاس اور تنگدستی کی زندگی گذاریں۔ اسی لئے حضور کے جاں نثار صحابہ نے کثرت سے سنتِ نبوی کی پیروی کی اور کوئی ایسا وقف نہیں چھوڑا جسمیں خود اپنے اقرباء اور رشتہ داروں کو شامل نہ کیا ہو۔

چند مثالیں بغرض ملاحظہ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) جب قران مجید کی آیت نازل ہوئی۔

”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ....“

ترجمہ: تم اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ تم اللہ کے راستے میں وہ چیز صرف نہ کردو جس سے تم سب سے زیادہ محبت کرتے ہو۔

تو ابو طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ خدا کہتا ہے کہ جب تک محبوب چیز اسکے راستے میں خرچ نہ کروگے تمہیں نیکی نہ ملے گی۔ تو مجھ اپنی ساری جائدادوں میں بیرٔ جاء بہت محبوب ہے۔ تو میں اسکو صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ تو بہتر یہ ہے کہ اپنے عزیزوں میں خرچہ کرو۔ چنانچہ ابو طلحہؓ نے یہ جائداد اپنے چچازاد بھائی پر صدقہ کردی۔

(بخاری باب الوقف)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو روپیہ تم نے خدا کی راہ میں صرف کیا۔ اور کسی گرفتار کو چھڑانے میں صرف کیا۔ اور جو مسکین پر صرف کیا۔ اور جو روپیہ اپنے بیوی بچوں پر صرف کیا۔ ان میں خدا کے یہاں جس پر سب سے زیادہ اجر ملے گا وہ وہ ہے۔ جو تم نے بال بچوں پر خرچ کیا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ)

(۳) حضور اکرم صلعم نے فرمایا۔ سب سے اچھی خیرات وہ ہے۔ وہ جو اپنے اہل و عیال کے

Marfat.com

خرچ سے فارغ ہو کر کی جائے۔اسکی ابتدا اپنے اہل و عیال سے کرو۔

(مشکوٰۃ)

(۴) اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر میں اپنے بیٹوں پر صرف کروں۔ تو کیا مجھے ثواب ملیگا۔وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ان پر صرف کرو۔ تم کو اسکا ثواب ملیگا۔

(بخاری و مسلم)

(۵) حضور اکرم صلعم نے فرمایا۔ کہ مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے جبکہ قرابت داروں کو دینا صدقہ بھی ہے۔اور صلہ رحمی بھی ہے۔

(صحیح ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی)

وقف کا یہ ارفع و اعلیٰ تصور صرف اسلام میں ہی پایا جاتا ہے۔دوسرے مذاہب میں صدقہ کا تصور صرف غیروں ہی تک محدود ہے۔لیکن اسلام اسکو وسعت دیکر واقف کے اعزاز و اقرباء تک لاتا ہے۔

عہد نبوی۔ خلافت راشدہ۔ اور بعد کے زمانون تک اسی اصولوں پر عملدر آمد ہوتا رہا ہندوستان میں جب انگریزوں کا عہدِ حکومت شروع ہوا۔ اور اوقاف کے نزاعی مقدمات انگریزی عدالتوں میں جانا شروع ہوئے۔ توانھوں نے وقف علی الاولاد کے جواز پر اعتراض کیا۔

وقف علی الاولاد کے سلسلہ میں انگریز عدالتوں کے معترض ہونے کی وجہ :-

چونکہ انگریزوں کے یہاں خیرات (Charity) کا جو تصور ہے۔ وہ صرف غیر لوگوں کے فقراء و مساکین ہی تک موقوف ہے۔ انکے یہاں اولاد پر کچھ خرچ کرنا خیرات میں داخل نہیں ہے۔

گو کہ مسلم وکلاء نے اسلام کی مستند روایتیں پیش کیں۔ لیکن انگریزوں نے اس

Marfat.com

کے اوپر اصرار کیا کہ خیرات کے وہی معنی لئے جائیں گے۔ جو انگریزی قانون میں ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے مفصل اور مدلل مقدمہ ابو الفتح محمد اسحاق بنام رسمیا چودھری مورخہ ۲۳ نومبر ۱۸۹۴ء کو فیصل ہوا۔ جسمیں پریوی کونسل نے وقف علی الاولاد کے جواز کو چیلنج کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا۔[۱]

وقف علی الخیر اکی مدافعت میں شبلی نعمانی اور انکے رُفقاء کی تحریک :۔

پریوی کونسل کے اس فیصلہ سے مسلم عوام میں بے چینی پھیل گئی۔ جگہ جگہ احتجاجی جلسے ہونے لگے۔ علماء دین نے گورنمنٹ برطانیہ کو احتجاجی میمورنڈم دیے۔ پریوی کونسل کے اس اقدام کو مداخلت فی الدین اور مسلم پرسنل لا میں دخل اندازی متصور کیا جانے لگا۔ مولانا شبلی اور انکے رفقاء نے اسکے خلاف باقاعدہ ایک تحریک چلائی۔ اور متذکرہ بالا شبہات کو غلط ثابت کیا۔ بالآخر گورنمنٹ برطانیہ نے مسلمانوں کے احتجاج کو درست تسلیم کرتے ہوئے وقف ویلیڈیٹنگ ایکٹ ۱۹۱۳ء پاس کر دیا۔ جسکی رو سے وقف علی الاولاد کو جائز قرار دیدیا گیا۔

چنانچہ اس قانون کی رو سے مسلمانوں کو اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ اپنے اہل و عیال کیلئے جائداد وقف کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اسمیں غرباء و مساکین کا بھی کچھ حصہ مقرر کریں۔ اور جب نسلِ واقف ختم ہو جائے تو اسکی جگہ غرباء و مساکین لے لیں۔ اسطرح مسلمانوں کو ایک اہم قانونی و نزاعی مسئلہ سے نجات مل گئی۔

نوٹ :۔ اسطرح گورنمنٹ برطانیہ نے پریوی کونسل کے فیصلوں کو نظر انداز کرتے ہوئے۔ مسلمانوں کے عقائد کا احترام کیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ وقف علی الاولاد کا مفہوم پھر دھندلا ہونے لگا۔ اور خاتمہ زمینداری ایکٹ ۱۹۵۲ء و نیز قانون نکاسی جائداد میں پھر انکو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا۔ جو کہ ایک کلیتاً وقف علی الخیر کو حاصل ہوتا ہے۔

---

[۱] یہ کیس انڈین لا پورٹ جلد نمبر ۲۲ صفحہ ۷۶ پر درج ہے۔

Marfat.com

مُغلیہ فَرَامِینْ و اَسناد کے چَندْ نَمُونے

Marfat.com

درگاہ خواجہ معین الدین چشتیؒ سے متعلق سلاطین مغلیہ کے فرامین

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان کے سب سے بڑے روحانی پیشوا تھے۔ آپ کی روحانی تعلیم کے مستقل اثرات ہندوستان میں آج تک قائم ہیں۔ پھر نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں چشتی سلسلہ آپ ہی کے دم قدم کی برکت سے جاری ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے بے شمار لوگ بلا تفریق مذہب و ملت آپ کی ذات سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

سلاطین مغلیہ کے یہاں بھی ہم کو خواجہ صاحبؒ سے عقیدت کی جھلکیاں اور ان کی درگاہ کے لیے شاہی عطیات و اوقاف ملتے ہیں جن کے چند نمونے حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

فرمان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

چوں زبدۃ القران عالم از قدیم الایام بعہدۂ روشنائی چراغ مقبرہ حضرت قطب العارفین غوث الواصلین مظہر الانوار الرحمانیہ مرکز الابرار السبحانیہ قدوۃ الاولیاء اسوۃ الاصفیاء

قیام داشتہ و در ثانی الحال گماشتہ معتمد الملک محمد صالح سلطان بجہت عہدۂ مذکور ... فرمان عالیشان درست نمودہ بود دریں ولا زبدۃ الاقران موی الیہ بدرگاہ خلایق پناہ آمد حکم فرمودیم کہ ازیں تاریخ عہدۂ روشنائی چراغ مقبرۂ متبرکۂ مذکورہ بدستور سابق بمشارٌ الیہ مفوض و مبارک باشد ..... حکم جہاں مطاع بنفاذ آنجامید کہ کروری و شقدار و کارکن .... پرگنہ سامر مقدار یک من روغن چراغ .... مقبرہ متبرکہ مذکورہ بمشارٌ الیہ برسانند و ہرسالہ فرمان ..... نطلبند۔ تحریراً ١٧ ... سنہ ٩٨٢ھ

پشت فرمان کی عبارت پرادنچہ عالیجناب صدارت پناہ

Marfat.com

افادت دستگاہ واقف مواقف العلوم والحکم کاشف غوامض
..... علی وجہ الاتم فی الطرفین زائر الحرمین الشریفین مربی العلما
والفضلا مقوی .... شیخ عبدالنبی صدر ۔

ترجمہ :۔ چونکہ حضرت خواجہ بزرگ رح کے روضہ شریف کے
چراغ کو روشن کرنے کا عہدہ پرانے وقتوں سے
سے زبدۃ الاقران (یعنی اپنے زمانے کے ایک ممتاز
شخص) عالم کو حاصل ہے پھر معتمدالملک کے گماشتے
محمد صالح سلطان نے اس عہدے کی بابت شاہی
فرمان درست کیا تھا ۔

اس وقت زبدۃ الاقران موصوف دربار شاہی
میں آئے تو ہم نے حکم فرمایا کہ اب بھی حضرت خواجہ
بزرگ رح کے مزار شریف کو روشن کرنے کا عہدہ ہمیشہ کی
طرح مشارٌ الیہ (یعنی عالم) سے متعلق رہے ......
...... بادشاہی حکم صادر ہوا کہ پرگنہ سانبھر کے
کارکن شقدار اور کروری مزار شریف کے چراغ کے لیے
ایک من تیل مشارٌ الیہ عالم کو پہنچاتے رہیں ۔ اور ہر سال
نیا فرمان طلب نہ کریں ۔ یہ فرمان سترہ تاریخ لوکھا
گیا (مہینے کا نام دریدہ ہوگیا) ۹۸۲ھ میں ۔
تشریح :۔ اس فرمان کی پشت پر جو عبارت لکھی ہوئی
ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند شیخ عبدالنبی (متوفی

Marfat.com

[illegible]ھ) صدر الصدور کا پر دادا ہے ۔ جو ۹۸۷ھ میں اپنے عہدہ سے علیحدہ ہوئے ۔ اسی طرح فرمان کے پیچھے غیاث الدین علی المخاطب بہ آصف خاں اور دوسرے حکام متعلقہ کی مہریں ثبت ہیں، لیکن صرف آصف خاں کی مہر درست حالت میں ہے ۔ جس میں یہ شعر کندہ ہے ۔

"از عنایت شہنشاہ ولی
گشت آصف خاں غیاث الدین علی"

یہ فرمان اٹھارہ انچ لمبا، دس انچ چوڑا ہے اس پر اکبر بادشاہ کے نام کی گول مہر لگی ہوئی ہے جس میں ۹۶۷ھ کندہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اکبر بادشاہ کی تخت نشینی کے چوتھے برس یہ مہر تیار ہوئی ہے اور اس مہر کی تیاری کے پندرہ سال بعد یہ فرمان جاری ہوا اس گول مہر کو چغتائی زبان میں مہر اوزوگ کہتے ہیں جو اس قسم کے فرمانوں پر لگائی جاتی تھی ۔

○

Marfat.com

فرمان جہانگیر بادشاہ

چوں موازی دو لبست وسی بیگہ زر دجہ مدد معاش مسماۃ بی بی جان وغیرہ مقرر بودہ درین ولا کہ انہا بنظر اشرف اقدس اعلیٰ گزستند حکم جہانمطاع گردوں ارتفاع جہانگیری شرف اصدار وعز ایراد یافت کہ از انجملہ موازی یکصد .... زمین از محل قدیم از مواضع .... من ابتدائے خریف لوی ئیل در وجہ مدد معاش موی الیہن با فرزندان حسب الضمن مقرر مفوض باشد کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال در وجہ معیشت خود خرچ و صرف نمودہ بدعاگوئی دوام دولت ابد قرین اشتغال می نمودہ باشند می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال در استمرار و استقرار این حکم اقدس اعلیٰ کوشیدہ اراضی مذکور را پیمودہ و چک بستہ بتصرف مشار الیہن باز گزاشت اصلا تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند

و علت مال و جهات و اخراجات مثل قنلغه و پیشکش و جر بیانه و ضابطانه و مهرانه و محصلانه و درو غگانه و بیگار و شکار و ده نیمی و مقدمی و صدو دی قانون گوئی و کل تکالیف دیوانی مزاحمت نرسانند۔ دریں باب ہر ساله فرمان و پروانچه مجدد نطلبند و اگر در محلے دیگر زمین داشته باشند۔ آنرا اعتبار نکنند۔ از فرموده درنگذرند، در عهده شناسند تحریراً فی تاریخ ۱۰ ماه آذر الٰہی سنه ۱۱

عبارت پشت فرمان ———— د

معاش باسم مسماة بی بی جان موافق یادداشت واقع بتاریخ.....
۲۴ ماه اسفندار من ابتدائے سنه ۹ موافق یوم السبت مطابق بتاریخ (......) سنه ۱۰۲۴ در چوکی لائق الغایة والاحسان العلیة العالیه خواجه ابراهیم حسین برساله سیادت و نقابت پناه صدارت دستگاه سید احمد قادری معرفت لائق العنایه ..... خان (.....) نوبت واقعه نویسی ....
...... آنکه مسماة بی بی جان وغیره بتواریخ ذیل (.....) بعرض مقدس رسید موازی دوصد و سی بیگه زمین میدار و حکم جهان مطاع آفتاب شعاع صادر شد۔ موازی یکصد و سی بیگه زمین از محال قدم مفصله ذیل در وجه مدد معاش مشارٌ الیها مقرر باشد بموجب تصدیق نوشته شرح بخط واقعه نویس مطابق است شرح بخط مقرب الحضرت الخاقانی مرزا صادق بیست و ہفتم ماه اردی بهشت (.......) موافق نوزدهم ربیع الثانی سنه ۱۰۲۴ مکرر بعرض رسید .... شرح بخط جملة الملکی از خریف لوئی مثل فرمان قلمی شد۔

خلاصہ

خلاصہ فرمان یہ ہے کہ بی بی جان اور دوسری بیواؤں کے نام درگاہ شریف کے دیہات میں سے ۲۳۰ بیگہ زمین مدد معاش یعنی گزربسر کے لیے مقرر تھی، حکم شاہی ہوا کہ اب ۱۳۰ بیگہ زمین بی بی جان اور متعلقین بی بی جان کی گزربسر کے لیے مقرر کی جائے یعنی سو بیگہ زمین واپس لے لی جائے۔ یہ فرمان ۱۰ آذر سنہ ۱۱ مطابق ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۵ھ کو اتوار کے دن جاری ہوا جبکہ جہانگیر بادشاہ کو اجمیر سے روانہ ہو کر انیسواں دن ہوا[1] تھا۔ اس ایک سو تیس بیگہ کی جو تقسیم کی گئی ہے۔ وہ صاف طور پر پڑھنے میں نہیں آئی۔ نہ بیواؤں کے نام پڑھے جاسکے۔

---

[1] اس فرمان کی پشت پر چھ مہریں لگی ہوئی ہیں جو صاف نہیں ہیں البتہ ایک مہر سید احمد قادری کی اور ایک مہر عبدالرشید کی سمجھ میں آتی ہے لیکن مہر کی عبارت نہیں پڑھی جاتی ہے۔ یہ فرمان سید حبیب حسین ولد حافظ سید شریف حسین مرحوم خادم خواجہ کے پاس موجود ہے۔

Marfat.com

فرمان فرخ سیر بادشاه

مهر
فرخ سیر بادشاہ
غازی

قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وجعلنا لکم فیها معائش وحسن لستم له برازقین وان من شئ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض لکن ینزل بقدر من یشاء فابتغوا عند الله الرزق واعبدوا واشکروا له الیه ترجعون ان تبدوا الصدقات فنعما هی وان تخفوها وتعطوها الفقراء فهو خیر لکم ویکفر عنکم سیأتکم والله بما تعملون خبیر

درین وقت میمنت اقتران فرمان والاشان واجب الاذعان صادر شد که یک روپیه بلا قصور یومیه از اوقاف .... بلده دارالخیر اجمیر در وجه مدد معاش با فرزندان محمد صالح و اولاد محمد دولت بلا قید اسامی و قسمت دیده دانسته حسب الضمن مقرر باشد که آنرا صرف معیشت نموده بدعا بقاء دولت روزافزون مواظبت نمایند باید که متصدیان مهمات و داروغگان و متصرفان حال و استقبال یومیه مذکوره را موافق ضابطه و معمول بآنها می رسانیده باشند و اندرین باب هر سال سند مجدد نطلبند

Marfat.com

واگر در و محل دیگر چیزے داشتہ باشند آنرا اعتبار نکنند: پنجم ذوالقعدہ سال پنجم از جلوس والا تحریر یافت۔

خلاصہ و تشریح

فرخ سیر کے اس فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد صالح ولد محمد دولت کے نام درگاہ شریف کے خزانۂ وقف سے ایک روپیہ مقرر کیا گیا ہے۔ وقف کے متعلقہ تمام عہدہ داروں اور ملازمین کو ہدایت ہے کہ خزانۂ وقف سے روزانہ ایک روپیہ محمد صالح کو ادا کرتے رہا کریں۔ اس فرمان کے جاری ہونے کی تاریخ پانچویں ذیقعدہ ۵ سنہ جلوس ہے۔

Marfat.com

ماخذ
و
مراجع

Marfat.com

کتابیات

(BIBLIOGRAPHY)

۱۔ قرآن مجید

۲۔ معارف الحدیث۔ جلد چہارم و ہفتم۔ مولانا محمد منظور نعمانی

۳۔ کمالین۔ (شرح اردو جلالین شریف) ادارہ تھانوی۔ دیوبند۔ یوپی۔

۴۔ سیرت النبی۔ سید سلیمان ندوی۔ معارف اعظم گڈھ ۱۹۲۲ء

۵۔ فقہ عمر۔ (اردو ترجمہ) ابو یحیٰی امام خاں نوشیروی۔

۶۔ فضائل صدقات۔ مولانا محمد زکریا ادارہ اشاعت دینیات۔ دہلی۔

۷۔ ملاجیون کے معاصر علماء۔ اشفاق علی دسمبر ۱۹۸۲ء ۱۳۳/۴۹ نظیر آباد۔ لکھنؤ۔ یوپی۔

۸۔ محسن انسانیت۔ نعیم صدیقی۔ مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی ۱۹۷۷ء۔

۹۔ تابعین۔ شاہ معین الدین ندوی۔ معارف اعظم گڈھ ۱۹۵۰ء

۱۰۔ مسلم اوقاف آزاد ہندوستان میں۔ شیخ محمد رحمت اللہ

Marfat.com

جدت برقی پریس مراد آباد، اپریل ۱۹۴۹ء۔

۱۱۔ اوقاف کی تنظیم۔ مسلم وقف شکن وزارت آب پاشی و برقیات۔ حکومت ہند، نئی دہلی ۱۹۶۱ء

۱۲۔ مسلم پرسنل لا کی دینی اہمیت۔ الحاج شیخ لائق علی۔

۱۳۔ مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام۔ شمس تبریز خاں۔

۱۴۔ اسلام کا نظامِ مساجد۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔

۱۵۔ ہندوستان کی قدیم درسگاہیں۔ ابوالحسنات ندوی۔ اعظم گڈھ ۱۹۷۷ء

۱۶۔ مسلم ثقافت ہندوستان میں۔ سالک عبدالمجید۔ دین محمدی پریس۔ لاہور۔

۱۷۔ ہند عہد اورنگ زیب میں۔ مرزا سمیع اللہ بیگ (امیٹھوی) ۱۹۲۴ء

۱۸۔ سلاطینِ ہند۔ شہابی انتظام اللہ۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۳۷۷ء

۱۹۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں۔ سید عبدالحی حسنی۔ نامی پریس۔ لکھنؤ ۱۹۶۹ء

۲۰۔ ہندوستان شاہانِ مغلیہ کے عہد میں۔ محمد میاں یونین پرنٹنگ پریس دہلی۔ ۱۹۲۴ء

۲۱۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت۔ مناظر احسن گیلانی۔

۲۲۔ حیات سوسائٹی۔ نورالرحمن۔ مکتبہ جامعہ دہلی۔

Marfat.com

۲۳۔ الفاروق۔ شبلی نعمانی۔ معارف پریس اعظم گڈھ ۱۹۵۶ء

۲۴۔ علم الفقہ۔ مولانا عبدالشکور۔ شاہی پریس۔ لکھنؤ۔

۲۵۔ فقہ اسلامی اور دورِ جدید کے مسائل۔ مجیب اللہ ندوی
مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۷ء

۲۶۔ تاریخ اسلام۔ شاہ معین الدین ندوی۔ ناظر پریس کراچی پاکستان
۱۹۷۵ء

۲۷۔ اتحاف الاخیار۔ تقی حیدر قلندر کاکوردی ۱۳۳۸ھ

۲۸۔ منتخب التواریخ۔ عبدالقادر بن ملوک شاہ بدایونی ایشیاٹک
سوسائٹی پرنٹرس دہلی ۱۹۸۱ء۔

۲۹۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ خلیق احمد نظامی

۳۰۔ آل انڈیا مساجد کونسل۔ عبدالغفار ندوی جے۔ کے۔ آفسیٹ
پرنٹرس دہلی ۱۹۸۱ء۔

۳۱۔ مسلمانوں کا نظم مملکت۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم مصری مترجمہ
علیم اللہ صدیقی دارالمصنفین ۱۹۵۹ء

۳۲۔ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے۔ سید
صباح الدین عبدالرحمٰن۔ معارف اعظم گڈھ،

۳۳۔ غایۃ الاوطار (ترجمہ درمختار اردو) نول کشور پریس لکھنؤ،
۱۹۰۰ء

۳۴۔ آثارالصنادید۔ سرسید احمد خان۔ نول کشور پریس، لکھنؤ
۱۹۰۰ء

۳۵۔ المامون۔ مولانا شبلی نعمانی۔ قومی پریس، لکھنؤ۔

Marfat.com

٣٦۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت۔ مولانا مناظر حسن گیلانی ندوۃ المصنفین ۱۹۴۴ء

٣٧۔ ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلم حکمرانوں کی مذہبی رواداری۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ معارف اعظم گڑھ، ([illegible])

٣٨۔ عرب ہند کے تعلقات۔ سید سلیمان ندوی۔ ہندوستانی اکیڈمی۔ الہ آباد۔

٣٩ عہد مغلیہ۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ معارف پریس، اعظم گڑھ۔ ۱۹۶۷ء

٤٠۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز۔ عبدالسلام ندوی، معارف اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء

٤١۔ تاریخ اسلام۔ (خلافت عباسیہ) شاہ معین الدین ندوی معارف اعظم گڑھ۔

٤٢۔ حضرت عثمان کے سرکاری خطوط۔ خورشید احمد فاروقی۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔

٤٣۔ تاریخ اندلس۔ مولانا سید ریاست حسین ندوی۔ معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۰ء

٤٤۔ اسوۂ صحابہ۔ عبدالسلام ندوہ۔ معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء

٤٥۔ ہندوستان اسلامی عہد میں۔ مولانا حکیم سید عبدالحی۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام۔ لکھنؤ۔ ۱۹۷۳ء

Marfat.com

۴۶۔ تاریخ ملت۔ مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی۔ ندوۃ المصنفین دہلی سنہ ۱۹۷۰ء

۴۷۔ اسلام اور عربی تمدن۔ شاہ معین الدین ندوی۔ معارف اعظم گڈھ سنہ ۱۹۵۳ء

۴۸۔ حیات فاروق اعظم۔ (ابوالفرج بن جوزی) مترجمہ شاہ حسن عطا۔ انجمن پریس کراچی سنہ ۱۹۷۹ء

۴۹۔ تاریخ صقلیہ۔ سید ریاست علی ندوی۔ دارالمصنفین، اعظم گڈھ سنہ ۱۹۳۹ء

۵۰۔ اللہ کے گھر میں۔ احمد سعید ملیح آبادی۔ کلکتہ، سنہ ۱۹۷۲ء

۵۱۔ مقالات شبلی۔ معارف اعظم گڈھ سنہ ۱۹۵۵ء

۵۲۔ دمشق اسلامی ثقافت کا گہوارہ۔ ڈاکٹر محمد رضوان علوی تنویر پریس۔ لکھنؤ۔

۵۳۔ اسلام کا سیاسی نظام۔ مولانا محمد اسحاق سندیلوی — معارف اعظم گڈھ سنہ ۱۹۵۷ء۔

۵۴۔ ترکی۔ ڈاکٹر اکمل ایوبی۔ ادارۂ علوم اسلامیہ علیگڈھ سنہ ۱۹۶۳ء

۵۵۔ تاریخ الامت۔ مولانا محمد اسلم جے راجپوری۔ محبوب المطابع دہلی، سنہ ۱۹۳۰ء

۵۶۔ فرامین واسناد وسلاطین مغلیہ۔ خواجہ نورالدین آزاد، سنہ ۱۹۵۲ء

۵۷۔ کلیات اقبال۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ علیگڈھ سنہ ۱۹۷۵ء

Marfat.com

۵۸۔ مسدس حالی۔ خواجہ الطاف حسین حالی۔ نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۵۶ء

۵۹۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ سید ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ، سنہ ۱۹۷۲ء۔

۶۰۔ دمشق۔ خواجہ محمد عباداللہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر، سنہ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء

۶۱۔ فقہ الزکوٰۃ۔ تالیف ڈاکٹر یوسف القرضاوی ترجمہ و تلخیص۔ شمس پیرزادہ۔ ادارہ دعوۃ القرآن، بمبئی۔

۶۲۔ صدیق اکبر۔ مرتبہ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔ ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی۔

۶۳۔ دولت عثمانیہ۔ محمد عزیز ایم۔ اے مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ سنہ ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء۔

۶۴۔ قسطنطنیہ۔ نوازش علی مصطفائی پریس لاہور سنہ ۱۸۹۷ء

۶۵۔ ترکی جمہوریہ کی نشاط الثانیہ۔ منیر احمد قاسمی مکتبہ اردو لاہور سنہ ۱۹۲۲ء

۶۶۔ نئے ترک اور ترکی۔ عبدالرشید خاں۔ خیام پرنٹنگ پریس دہلی۔

۶۷۔ مرقع آگرہ۔ سید احمد مارہروی الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ، سنہ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۲۱ء

۶۸۔ فرمان روایان رام پور۔ حکیم مولوی محمد حسین خاں۔

۶۹۔ خلافت و ملوکیت۔ ابوالاعلیٰ مودودی مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی

Marfat.com

ہند دہلی۔

کتابیات

"عربی"

۱۔ فتح القدیر۔ الامام کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی المعروف بابن الھمام الحنفی۔

۲۔ نزھۃ الخواطر و بھجۃ السامع النواظر۔ عبدالحی حسنی الطبعۃ الاولیٰ بمطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد سنہ ۱۳۷۵ھ

۳۔ تاریخ المذاھب الاسلامیہ۔ ابوزھرہ۔ دارالثقافیۃ العربیہ۔

۴۔ کتاب الاسعاف فی الاحکام الاوقاف۔ برھان الدین ابراھیم بن علی طرابلسی

۶۔ تفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیۃ۔ ملا احمد جیون

۷۔ سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان۔ غلام علی آزاد البلگرامی۔

۸۔ ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین ا۔ اسماعیل پاشا البغدادی۔ استنبول

Marfat.com

۹- کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۔ حاجی خلیفہ (مصطفیٰ ابن عبداللہ)

۱۰- الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند۔ عبدالحیٔ الحسنی۔ دمشق۔ سنہ ۱۹۵۸ء

۱۱- الاعلام۔ خیرالدین الزرکلی۔ القاہرۃ۔ سنہ ۱۹۵۴ سنہ ۱۹۵۹

۱۲- مجلۃ الجامعۃ السلفیۃ۔ رئیس التحریر مقتدیٰ حسن الازہری۔ وارانسی۔ الہند۔

۱۳- البعث الاسلامی۔ رئیس التحریر سعید الاعظمی الندوی۔ ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ الہند۔

۱۴- العربی۔: رئیس التحریر۔ الدکتور احمد زکی۔ الکویت۔

Marfat.com

BIBLIOGRAPHY

1- The Holy Qurān - Maulvi Mohd. Ali
Lahore - 1920
2- The sprit of The Holy Quran -
Fida Hussain, Etawa
3- Waqf Laws and Administration of
India - Athar Hussain,
Khalid Rashid - LKW
4- Encyclopedia of Islam vol. IV Liden - 1934
5- U.P. Govt. Gazette July, 1977
6- Short History of Muslim Rule in India
P. Ishwari Parashad
7- Sahi - Al-Bukhari - Mohd. Asad
Arafat publication, Model Town, Lahore - 1936
8- Mughal Empire - Ishwari Parashad
9- Islamic Culture Magazine - Hyderabad - 1924
10- The Administration of Muslim Waqf in
British India - Sharafat Ahmad Khan
Indian press, Allahabad
11- Al-Azhar Monument & Culture -
Dr. Soad Maher - Cairo, 1967
12- Muslim India (Monthly)
Syed Shahabuddin - N. Delhi

Marfat.com

فارسی

۱۔ تذکرۂ علماء ہند ۔ رحمان علی ۔ نول کشور پریس لکھنؤ ۔ ۱۹۱۴ء
۲۔ نجوم السماء ۔ مرزا محمد علی لکھنؤ ۱۳۰۲ھ
۳۔ بستان صدیقی[ا] ۔ احمد بخش امیٹھوی
۴۔ مآثر الکرام ۔ مولانا غلام علی بلگرامی ۔ مطبع مفید عام آگرہ ۱۹۱۰ء
۵۔ بابر نامہ ۔ ظہیر الدین بابر ۔ مطبوعہ بمبئی ۔ ۱۸۹۰ء

हिन्दी

कुरआन दर्पण - आचार्य डा श्रीराम आर्य वैदिक साहित्य प्रकाशन - कासगंज एटा

कुरआनामृत मु. अब्दुल हय्यी. तबलीगुल इस्लाम कानपुर

श्री मद्भगवद्गीता भाषा - गीता प्रेस गोरखपुर

फतेहपुर सीकरी दिगदर्शन. जैन पबलिशर धरमपुर देहली।

[ا] اس کا مطبوعہ نسخہ عتیق میاں فرنگی محلی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔

Marfat.com

کتابیات

مخطوطات (قلمی نسخے)

۱ - بحر زخار[۱] - وجیہہ الدین اشرف لکھنوی - بہ زبان فارسی
۲ - مناقب و ملفوظات - حضرت نظام الدین بندگی[۲] (بہ زبان فارسی) ۲۴ محرم الحرام سنہ ۱۱۹۲ھ
۳ - مناقب الاولیاء[۳] ملا احمد جیون (بہ زبان فارسی) -
۴ - فرامین و اسناد نوابین اودھ[۴] (بہ زبان فارسی)

---

[۱] یہ نسخہ مولانا عتیق میاں فرنگی محلی کے خزینہ کتب میں موجود ہے۔
[۲] کمال الدین عثمانی سجادہ نشین نظام الدین بندگی میاں - امیٹھی ضلع لکھنؤ کے خزینہ کتب میں موجود ہے۔
[۳] شاہ اشفاق احمد سجادہ نشین درگاہ مجیبیہ فرخ آباد کے خزانہ کتب میں موجود ہے۔
[۴] یہ نسخہ میرے پاس موجود ہے - جسے میں نے حال ہی میں خریدا ہے (مؤلف کتاب ہذا)

Marfat.com

جرائد و رسائل

۱۔ قرآن نمبر۔ ظل عباس عباسی۔ اجمل پریس: بمبئی ۱۹۵۴ء

۲۔ مسلم پرسنل لا نمبر۔ پندرہ روزہ ترجمان دہلی ۱۹۷۲ء

۳۔ ماہنامہ معارف۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ یوپی۔

۴۔ مجلہ اوقاف سہ ماہی۔ پنجاب وقف بورڈ۔ انبالہ ۱۹۷۳ء

۵۔ اودھ رنگ ہفتہ وار۔ پٹنہ ۱۹۷۵ء

۶۔ ماہنامہ اسلامی دنیا۔ اپریل ۱۹۷۳ء دہلی

۷۔ مشیر اوقاف (سہ ماہی) یوپی وقف بورڈ۔ لکھنؤ

۸۔ ماہنامہ الحق۔ حیدرآباد ۱۹۸۲ء

۹۔ مستقیم ہفت روزہ۔ دہلی ۱۹۷۵ء

۱۰۔ تعمیر حیات (پندرہ روزہ) ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

۱۱۔ ہدیٰ (ماہنامہ) اسلامی ڈائجسٹ۔ عبدالوحید صدیقی۔ دہلی۔

۱۲۔ الرسالہ (ماہنامہ) عبدالوحید خاں۔ دہلی

۱۳۔ قومی آواز (روزنامہ) اشاعت ۱۴/ اپریل ۸۳ء

۱۴۔ رپورٹ پنجاب وقف بورڈ ۱۹۶۲ء لغایۃ ۱۹۷۲ء

۱۵۔ پنجسالہ خلاصہ کارکردگی۔ شیعہ مرکزی وقف بورڈ لکھنؤ

Marfat.com

۱۶۔ سَرپنچ (روزنامہ) جمیل مہدی۔ لکھنؤ

۱۷۔ ہمایوں (ماہنامہ) جولائی ۱۹۳۲ء لاہور

۱۸۔ الفرقان۔ عتیق الرحمان سنبھلی۔ لکھنؤ یوپی

۱۹۔ اردو ڈائجسٹ لاہور۔ الطاف حسین قریشی۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء

۲۰۔ الجمیعۃ اردو۔ گلی قاسم جان۔ دہلی

Marfat.com

مؤلف کے دیگر علمی شاہکار (زیرِ طبع)

۲۔ اوقاف میں خواتین اسلام کا حصہ

۳۔ قومی یکجہتی اور اوقاف

۴۔ ہندوستان میں مذہبی رواداری فرامین و دستاویزات کی روشنی میں

۵۔ ہندوستان میں قومی یکجہتی اور مذہبی رواداری کی روایات

۶۔ کردار سازی میں اکلِ حلال کی اہمیت

۷۔ مُلاّ جیون (استاد اورنگ زیب عالمگیر) کی حیات اور علمی کارنامے

۸۔ عربی زبان وادبیات عربی

۹۔ تاریخ امیٹھی

۱۰۔ ماں

Marfat.com

ADDRESS OF THE STATE WAKF BOARDS (CHAIRMEN & SECRETARIES)

	CHAIRMAN	SECRETARY
	ANDHARA PRADESH	
1.	Shri M.A. Rafat Special Officer Andhara Pradesh State Wakf Board Razak Manzil Opp. Public Garden NAMPALLY, HYDERABAD-500 001. Tel. No. 236254 (O) 393637 & 38 (R)	Shri S.S. Iqbal Rizvi Chief Executive Officer Andhara Pradesh State Wakf Board Razak Manzil Opp. Public Garden NAMPALLY, HYDERABAD-500 001. Tel No. 230376 (O) 30268 (R)
	ASSAM	
2.	Shri Shafique Hussain Chowdhary, I.A.S. (Retd.) Chairman Assam Board of Wakfs, P.O. Assam Sachivalaya, (Rajdhani Masjid Path) Dispur, GUWAHATI-781 006. Tel. No. 562 633 (R)	Shri M.A. Haroon Borah A.C.S. (Retd.) Secretary Assam Board of Wakfs P.O. Assam Sachivalaya, (Rajdhani Masjid Path) Dispur, GUWAHATI-781 006.
	BIHAR (SHIA)	
3.	Shri S. Ghulam Mohsin Jaffri Chairman, Bihar State Shia Wakf Board, " Abedin House" Fraser Road, PATNA - 800 001. Tel. (O) 234352	Shri S. Zulfequar Hender Nagi Secretary Bihar State Shia Wakf Board "Abedin House" Fraser Road, PATNA - 800 001. Tel. 234352 (O) 222815 (R)
	BIHAR (SUNNI)	
4.	Shri Md. Nehaluddin Chairman Bihar State Sunni Wakf Board, Patliputra Central Cooperative Bank Building S.P. Verma Road, PATNA - 800 001. Tel. (O) 230581	Shri Abdul Bari Secretary Bihar State Sunni Wakf Board Patliputra Central Cooperative Bank Building S.P. Verma Road, PATNA - 800 001. Tel. 232424 (O)
	KARNATAKA	
5.	Shri Alhaj Abdul Wahab, MABL Chairman karnataka Board of Wakfs "Darul Awkaf" No. 6, Cunningham Road, BANGALORE - 560 052. Tel. 2264595 (O) 561087 (R) 2264594 2255663	Shri Ateeq Ahmed KAS Secretary Karnataka Board of Wakfs "Darul Awkaf" No. 6, Cunnigham Road, BANGALORE - 560 052. Tel. 2264594 (O) 6632046 226459

Marfat.com

6. Shri Hafiz P.H. Abdul Gaffar Maulvi
Chairman
Kerala Wakf Board
Broadway, Emakulam
COCHIN - 682 031
Tel. 355328 (O) 61788 (R)

Shri T.O. Sooraj,
Chief Executive Officer
(Secretary-in-charge)
Kerala Wakf Board,
Broadway, Emakulam
COCHIN - 682 031.
Tel. 355328 (O) 340700 (R)

GUJARAT

7. Shri Khalifa Alimohamed Haroon
Chairman
Kutch Wakf Board,
Shroff Bazar,
BHUJ - 370 001. (KUTCH)

Shri S.S. Parmar
Secretary
Kutch Wakf Board
Shrof Bazar,
BHUJ - 370 001 (KUTCH)

MADHAYA PRADESH

8. Shri Nizamuddin
Chairman
Madhya Pradesh Wakf Board,
Behind Tajula Masjid
(West) Inside Kala
Darwaza,
BHOPAL - 462 001.
Tel. 543175 (O) 431786 (R)

Shri Mohammed Vaqi Ahmed,
Secretary
Madhya Pradesh Wakf Board,
Behind Tajula Masjid
(West) Inside Kala
Darwaza
BHOPAL - 462 001.
Tel. 543175 (O)

MANIPUR

9. Shri Haji Ashraf Ali
Chairman
State Wakf Board Manipur
Golapati Hutta,
IMPHAL - 795 001.
Tel. 222418 (O)

Shri M.A. Jalil
Chief Executive Officer
State Wakf Board Manipur
Jama Masjid Complex,
Poana Bazar
IMPHAL - 795 001
Tel. 22418 (O) 220204 (R)

MARATHWADA

10. Shri Quazi Abdul Rasheed,
Chairman
Marathwada Wakf Board
Panchakki
AURANGABAD - 431 002.
Tel. 25439 (O) 24239 (R)

Shri Mahboob Alam
Secretary
Marathwada Wakf Board
Panchakki
AURANGABAD - 431002
Tel. 25439 (O) 24239 (R)

MAGHALAYA

11. Shri C.Z. Ghafoor, I.P.S. (Retd.)
Chairman,
Meghalaya Board of Wakfs
President, Shillong Muslim
Union, Eid-Gah, Laban
SHILLONG - 793 004.
Tel. 227686 (O) 224123 (R)

Shri A.J.N. Ahmed
Secretary
Meghalaya Board of Wakfs,
"Eid Gah", Laban
SHILLIONG - 793 004.
Tel. 227686 (O)

ORISSA

12. Shri Alhaj Mujeebur Rahman
(Advocate)
Administrator.

Shri S. Osatullah, O.A.S. (I)
Secretary
Orissa Board of Wakfs

Marfat.com

State Orissa Wakf Board
Buxi Bazar,
CUTTACK - 753 001.
Tel. 401209 (R)

Old Secretariat Building,
CUTTACK - 753 001.
Tel. 601 185 (O) 32089 (R)

PUNJAB

13. Shri A.A. Siddiqui, I. P.S.
Administrator,
Punjab Wakf Board,
50 Sardar Patel Marg.
AMBALA CANTT. 133 001
Tel. 384152 (O)

Shri Syed Shahid Ali
Secretary
Punjab Wakf Board,
50, Sardar Patel Marg.
AMBALA CANTT. 133 001
Tel. 20722 (O)

RAJASTHAN

14. Shri Shokat Ansari
Chairman
Rajasthan Board of Muslim Wakfs
Jaleb Chowk
JAIPUR - 302 002.
Tel. 609470 (O) 622260 (R)

Shri Ahteramullah Khan
Dy. Secretary
Rajasthan Board of Muslim Wakfs
Jaleb Chowk
JAIPUR - 302 004
Tel. 64970 (O)

TAMIL NADU

15. Shri Mohamed Asif, M.L.A.
Chairman,
Tamil Nadu Wakf Board,
3, Santhome High Road,
MADRAS - 600 004.
Tel. 845606 (O) 6263191 (R)

Shri S.M. Ameeruddin Hussainy
Secretary
Tamil Nadu Wakf Board,
3, Santhome High Road,
MADRAS - 600 004.
Tel. 845606 (O)

TRIPURA

16. Shri Fayzur Rahman,
Minister for Forest,
Deptts., Government of Tripura,
Chairman.
Tripura Board of Wakfs,
Revenue Building, Civil
Secretariat, P.O. AGARTALA-799061.

Shri Farukul Islam,
Secretary
Tripura Board of Wakfs
Revenue Building, P.O.
AGARTALA - 799 061.
Tel. 225891 (O) 230045 (R)

UNION TERRITORY WAKF BOARDS
ANDAMAN & NICOBAR ISLANDS

17. Shri Haji Yakub Hashim Mohammedy
Andaman andNicobar Islands W. Bd.
Musafir Khana Building, Ist Floor
MB-1, Rajendra Prasad Road,
PORT BLAIR - 744 101.
Tel. 21459 (O) 20974 (R)

Shri M.A. Latheef, Secretary
Andaman and Ni cobar Islands W. Bd.
Musafir Khana Building, Ist Floor
MB-1, Rajendra Prasad Road,
PORT BLAIR - 744 101.
Tel. 21459 (O)

DELHI

18. Shri Siraj Pracha
Chairman
Delhi Wakf Board
5028, Darya Ganj
New Delhi-110002.
Tel. 3274412 (O)3260096 (R)
3284490

Shri M.U. Siddiqui
Secretary, Chief Executive Officer
Delhi Wakf Board,
5028, Darya Ganj,
New Delhi-110002
Tel. 3274412 (O) 3275429 (R)

Marfat.com

DADRA & NAGAR HAVELI

19. Capitan Mohammed Hussain
Abdul Samad Golandaz,
Chairman
Dadra & Nagar Haveli Wakf Board
At Silvassa, Near Dena Bank
P.O. Silvassa,
Via Vapi ("Eastern Railway)
DADRA & NAGAR HAVELI 3/4 396230.

Dr. M.S. Khan
Animal Husbandry-cum-Vetterinary
Officer & Secretary to the Dadra
& Nagar Haveli Wakf Board,
SILVA SSA-396 230.
Tel. 216

LAKSHADEEP

20. Shri K. Nallakoya Thangal,
Ex-M.P. Andrott,
Chairman
Wakf Board of Lakshadeep
U.T.of Lakshadeep
KAVARATTI-682555
Tel. : 62121 (O)

Shri P.V. Kunhiseedikoya
Secretary
Lakshadeep Wakf Board,
U.T.of Lakshadeep
KAVARATTI-682 555.
Tel. : 62121 (O) 62192 (R)

PONDICHERRY

21. Haji M.K. Shaikh Davood
Maricar Sahab
Chairman
State Wakf Board of Pondicherry
99, Kamaraj, Salai,
KARAIKAL - 609 602.
Tel. : 32724 (O) 32335 (R)

Shri A. Sherfudden,
Secretary
Pondicherry State Wakf Board,
No. 5, Yanim Venkatachalam,
Pillai Street,
Pondicherry - 605 001.
Tel. : 43268

OTHER WAKF BOARDS (Where the Wakf Act, 1954 is not in foree)

UTTAR PRADESH (SUNNI)

22. Shri Siraj Hussain I.A.S.
Controller
U. P. Sunni Central Board of Wakfs
3-A, Mall Avenue,
LUCKNOW - 226 001.
Tel. : 242793 (O)

Shri Dr. Syed Riazul Hassan
Secretary
U. P. Sunni Central Board of Wakfs
3-A, Mall Avenue,
LUCKNOW - 226 001.
Tel. : 242 793 (O)

UTTAR PRADESH (SHIA)

23. Shri (Dr.) Nasim Zaidi, IAS
Controller,
U.P. Shia Central Board of Wakfs
Tehrikothi
LUCKNOW - 226 001.
Tel. : 229027 (R) 213978 (O)

Shri M.I. Haider
Secretary
U.P. Shia Central Board of Wakfs
817, Indira Bhawan, Ashok Marg,
LUCKNOW - 226 001.
Tel. : 274598

WEST BENGAL

24. Shri Md. Abdul Hai,
Chief Executive Officer
Commissioner of Wakfs Board of Wakfs,
West Bengal, 6/2, Madan Street,
CALCUTTA-700 072.
Tel. : 276410 264014 (O), 780941 (R)

Marfat.com

چودہ سو برس کی تاریخ کتابتِ قرآن مجید کا عظیم الشان رنگین مرقع

دنیا کے عجائبات میں اہم نوادرات کا اضافہ پندرہویں صدی ہجری کی نادر پیشکش

القرآن الحکیم ورقی

القرآن الحکیم (ورقی) میں عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دورِ حاضر تک خطاطی کے نمونے یکجا کیے گئے ہیں۔

تمام عالم میں منایا جانے والا "جشنِ پندرہویں صدی ہجری" کا تاریخی تحفہ ہے۔ اس کا ہر پارہ ایک ورق میں مکمل ہوا ہے اور خطِ نسخ میں اتنے جلی قلم سے کتابت کی گئی ہے کہ آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے!

القرآن الحکیم ورقی

فضلِ ربی سے برسہا برس کی مسلسل تحقیق، بلند عزمی، جاں سوزی، صبر آزما جدوجہد اور اللہ تعالیٰ پر یقینِ محکم کاوشوں کا ثمرہ ہے!

القرآن الحکیم ورقی کی تکمیل میں چودہ سو برس قبل سے موجودہ صدی تک کے عالمی شہرت یافتہ خطِ کوفی، خطِ ثلث، ورقاع، خطِ بہار، خطِ گلزار، خطِ ریحان و خطِ غبار، خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق، خطِ دیوانی، اور جدید خطوط کے موجد و ہفت رقم فنِ خطاطی کے امام اور تزئین کاروں کا بے پناہ تعاون رہا ہے!

القرآن الحکیم ورقی اسلامی آرٹ، قدیم تمدن، تزئین کاری اور قدیم و جدید رنگ آمیزی کی عظیم دستاویز ہے۔ اس میں قرآنی خطاطی کے بیش بہا خزانے جمع ہیں جو سینکڑوں برس سے دنیا کے کتب خانوں، مختلف عجائب گھروں اور لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے تھے۔

القرآن الحکیم ورقی میں اٹالین آرٹ کارڈ کی طرح آرٹ کاغذ پر شاندار طرح کے قدیم طرز حاشیوں کو جواہرات کے رنگوں سے مزین کیا گیا ہے۔ اس میں دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، خلافتِ راشدہ، واہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ اجمعین (مدینہ منورہ و کوفہ) (۲) دورِ بنو امیہ (شام) (۳) دورِ عباسیہ (بغداد) (۴) دورِ فاطمی (مصر) اور ان کے داعیین (حرمین شریفین کی علامت شریفہ) (۵) دورِ دولتِ صفویہ (ایران تاشقند و ترکستان) (۶) دورِ عثمانیہ (قسطنطنیہ) (۷) دورِ مغلیہ سے آج موجودہ صدی تک جس انداز میں قرآن مجید کی کتابت ہوتی رہی، ہر دور کے اسلامی خطاطی کے نادر و نایاب نمونے شامل ہیں۔ ان شاہکار طریقہ کتابت کو

القرآن الحکیم ورقی میں ایک سو تیرہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ جو پندرہویں صدی ہجری کی ناقابلِ فراموش قرآنی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آمین

غرض کہ:- القرآن الحکیم ورقی چودہ سو برس کی قرآنی خطاطی اور قدیم و جدید تزئین کاری کی نادر الوجود پیش کش ہے۔ جس کی تجوید کے ساتھ تلاوت قلبِ مومن کو انبساطِ لازوال اور روحانی بلندی عطا کرے گا اور فکر و تدبر کے ساتھ اس کا مطالعہ، یقینِ محکم اور حسنِ عمل کی راہ پر گامزن کرے گا، جس کا انعام دنیا میں سربلندی اور آخرت میں رضائے الٰہی یقینی ہے۔

نوٹ: ہدیہ - ۲۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

1- دار القران پبلشرس پرائیویٹ لمیٹڈ
101، ضیاء اپارٹمنٹس 264، بلاسس روڈ
ممبئی۔ ۸ فون نمبر۔ 3097717-3080484

2- الفردوس پبلشرس پرائیویٹ لمیٹڈ
۲۸۳۳، کوچہ چیلان دریاگنج، نئی دہلی۔ ۲
ٹیلیفیکس۔ 3263996

Marfat.com

Marfat.com

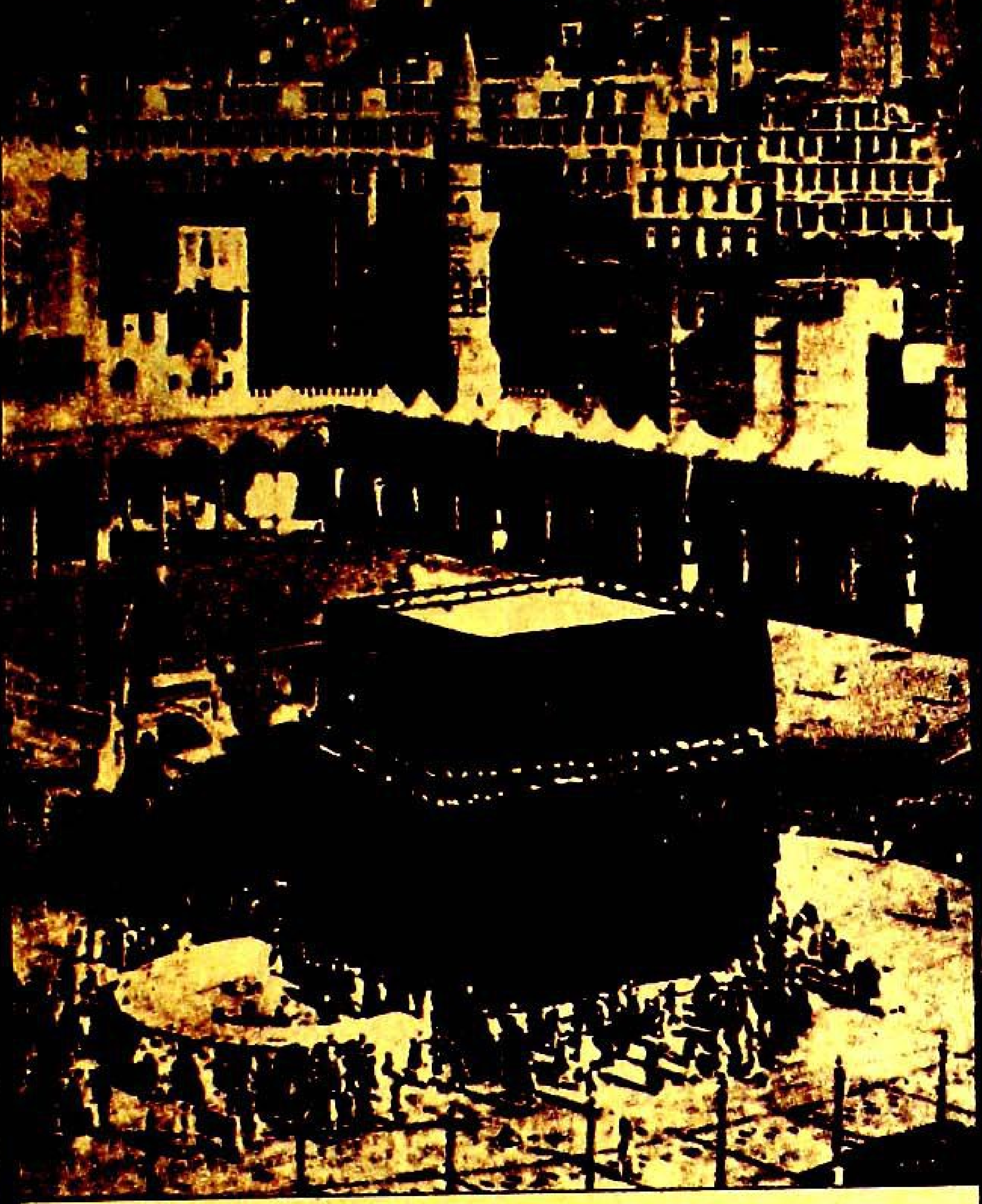

The Holy Ka'abah in Makkah (1926)

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ
بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ
وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ
سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

آل عمران

Marfat.com